[illegible]

[illegible]

غلبۂ روم

یعنی

سورۂ روم کی ابتدائی آیات میں جو قرآن حکیم نے عظیم الشان
پیشگوئی فرمائی تھی اس کی تصدیق تاریخ ایام حال کی روشنی میں

جسے

حضرت مولانا ظفر علیخاں مدظلہ العالی نے دوران
قید فرنگ میں بمقام منٹگمری تحریر فرمایا اور
انجمن حمایت اسلام لاہور نے
۱۹۲۶ سنہ عیسوی میں شائع کیا

[illegible]

تعداد ۱۰۰۰ قیمت دو روپیہ

Marfat.com

غلبۂ روم

135193

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
غَلَبِہِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۙ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۭ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ
وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ بِنَصْرِ اللّٰہِ ۭ یَنْصُرُ مَنْ
یَّشَآءُ ۭ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۙ وَعْدَ اللّٰہِ ۭ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ
وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ ××××××××××××××××××

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَئِنْ
جِئْتَہُمْ بِاٰیَۃٍ لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۝ کَذٰلِکَ
یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ
حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّکَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ۝ (سورۂ روم پ ۲۱ ع)

ترجمہ- ارضِ ادنیٰ (یعنی فلسطین- مصر- عراق- شام- قسطنطنیہ اور
ایشیائے کوچک) میں سلطنت روم کو مغلوب ہونا پڑا ہے- لیکن اس سلطنت والے

Marfat.com

عنقریب چند ہی سال میں پھر غالب آجائینگے۔ شکست و فتح کا اختیار پہلے بھی اللہ ہی کو تھا اور اس واقعہ کے بعد بھی اسی کو حاصل ہے۔ (اسی اختیار کی رُو سے) وہ جس دن اہلِ رُوم کو غلبہ عطا کریگا۔ تو توفیق ایزدی مسلمانوں کو بھی خوشی نصیب ہوگی۔ خُدا جس کو چاہتا ہے نصرت دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ توانا اور رحیم ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ لیکن اس حقیقت سے اکثر لوگ ناآشنا ہیں۔ × × × × × × × × اور ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لئے اِس قرآن میں طرح طرح کی مثالیں دی ہیں لیکن (اے محمد حقیقت یہ ہے۔ کہ) خواہ تم انہیں کوئی سا معجزہ بھی لا دکھاؤ۔ پھر بھی جو منکر ہیں وُہ تو یہی کہینگے۔ کہ مسلمانوں کا کام ہی فریب بنا ہے جو لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اُن کے دلوں پر خُدا اسی طرح مُہر لگا دیا کرتا ہے۔ بہرحال (اے محمد) تم ذرا صبر کرو (اور دیکھو کہ خُدا کیا کرتا ہے) اللہ کا وعدہ بیشک برحق ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جن لوگوں کو تمہاری باتوں کا یقین نہیں تمہارے لئے وجہ تخفاف بن جائیں ؛

واقعات گزشتہ اور حالات موجودہ کا حکیمانہ استقصا اور ارباب بینش کی ہدایت کے لئے اِن واقعات وحالات سے فلسفیانہ نتائج کا استنباط ایک نکتہ رس مورخ کی دقت نظر کے لئے آسان ہے۔ لیکن حوادث آتیہ کی نسبت کوئی قطعی اور فیصلہ کُن حُکم لگانا اور کھُلے ہُوئے الفاظ میں کسی آیندہ واقعہ کے ظہور کی اطلاع دینا صرف اُنہیں خاص خاص برگزیدہ لوگوں کے لئے ممکن ہے جنہیں خُدائے قدوس کی بارگاہ سے انعام نبوت عطا ہُوا ہے۔ اصطلاح مذہب

Marfat.com

ہیں اس قسم کی اطلاع دہی کو پیش گوئی کہتے ہیں اور سماوی الاصل مذاہب کی تاریخ انواع واقسام کی پیش گوئیوں سے معمور ہے +

پیش گوئیوں کے الفاظ کبھی صاف وصریح ہوتے ہیں اور کبھی پیچیدہ ومبہم مکان وزمان کی تعیین اور اسماو اشخاص کی تصریح کبھی ایضاح کا پہلو لئے ہوتی ہے کبھی ابہام کا۔ شاہد راز کی چہرہ کشائی میں مشاطۂ غیب کا ہاتھ ذرا رک رک کر اُٹھتا ہے۔ عہد عتیق کے صحایف کی سطر سطر اس حقیقت کی آئینہ داری کر رہی ہے +

لیکن جو پیش گوئی قرآن حکیم کی آیات زیب عنوان میں درج ہے۔ وہ رمز سے عاری کنایہ سے مبّرا اور ارتیاب سے پاک ہونے کے ساتھ ایک مہتم بالشان تاریخی واقعہ کا استقبال ایسے وثوق آمیز تیقن کے ساتھ کرتی ہے اور اُس کا حُسنِ بے پردہ تاویل کے آب ورنگ سے یہاں تک بے نیاز ہے کہ طالبانِ حقیقت کے لئے اُس کی ازلی وسرمدی صداقت کے آگے سر جُھکا دینے کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں +

محمد عربی (ربابی انت وامی) نے جبرئیل امین کی وساطت سے ان آیاتِ بیّنات میں دُنیا کو جس انقلاب آفرین واقعہ کی خبر ظہور سے سات سال پہلے دے کر متلاشیان حق وصداقت کی ان گنت جماعتوں سے اپنی ختم المرسلینی کا اعتراف کرایا۔ وہ تاجدارانِ مداین وقسطنطنیہ کی آخری خونریز چپقلش کے نتیجہ سے تعلق رکھتا ہے +

حضور سرورِ کائنات کو مکہ میں اعلاے کلمتہ الحق فرماتے ہوئے آٹھ

سال گزرے تھے۔ کہ ایشیا کی سب سے زیادہ زبردست سلطنت یعنی دولت آل ساسان نے ایک طویل معرکہ میں قیصر رُوم کو پے در پے شکستیں دے کر اُس کا سیزدہ صد سالہ اقتدار خاک میں ملا دیا۔ اور جانشینان قسطنطین اعظم جن کے دم سے مسیحیت کا بھرم قائم تھا آتش پرستان ایران کے آستانہ جاہ وجلال پر ناصیہ فرسائی کرنے کے لئے مجبور ہوگئے۔ کُفار عرب جنہیں اشتراک عقاید کی بنا پر مجوسیوں کے ساتھ ہمدردی تھی۔ مسیحیت کی اس تذلیل پر خُوش تھے لیکن اسلام جو مسیح ابن مریم کی ماموریت الٰہی کی تصدیق کر چکا تھا اپنے رُوحانی قرابت داروں کے دنیوی وقار کو یُوں گھٹتا ہُوا دیکھ کر مغمُوم تھا۔ بُت پرستان مکہ مسلمانوں کو طعنے دیتے تھے۔ کہ تمہارا اور عیسائیوں کا خُدائے واحد شہنشاہ ایران کے عساکر قاہرہ کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ اب کیوں نہیں اُس کو بُلاتے ہو۔ کسرےٰ کی فتح بظاہر ایسی فیصلہ کُن اور قیصر کی شکست ایسی فاش نظر آتی تھی کہ رُومیوں کے سنبھلنے کا کوئی امکان باقی نہ رہا تھا۔ عین اِس عالم ناامیدی میں جبکہ دُنیا رُومیوں کے لئے تنگ ہوگئی تھی اور حالات وواقعات کی بنا پر طاقت بشری سے یہ بات خارج تھی۔ کہ ساسانیوں کے مقابلہ میں رُومیوں کی فتحیابی کو امور ممکن الوقوع کی ذیل میں لاسکے۔ جناب پیغمبرؐ آخرالزماں نے رُومیوں کے غلبۂ مکرر کی حتمی بشارت مسلمانوں کو دے کر اس آسمانی حقیقت کا اعلان باآہنگ بلند فرمادیا کہ شکست و فتح افواج کی قلت وکثرت اور متخاصمین کے سازوسامان پر منحصر نہیں۔ بلکہ محض اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم پر موقوف ہے

یہی نکتہ غیبیہ کس بلاغت کے ساتھ قرآن حکیم کے ایک دوسرے مقام پہ یوں دُہرایا گیا ہے :-

اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ - اے خدائے بزرگ و برتر حکومت اور سلطنت تیرے ہی ید قدرت میں ہے - تو جس کو چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے - تو جس کو چاہتا ہے عزّت دیتا ہے - جس کو چاہتا ہے ذلّت دیتا ہے - تیرے ہی ہاتھ میں فوز و فلاح ہے - اور البتہ تو ہر چیز قادر ہے +

سُورۂ رُوم کی تنزیل کے ٹھیک سات سال بعد جبکہ میدان بدر میں خود فرزندانِ اسلام کی ایک مٹھی بھر جماعت کُفّار عرب کو اس ازلی حقیقت کا درس دینے میں مصروف تھی - غلبۂ رُوم کی پیش گوئی رسُول اللہ کی زندگی ہی میں بڑے کروفر کے ساتھ پُوری ہُوئی اور ایک حیرت زدہ دُنیا نے دیکھ لیا - کہ کس طرح خدائے قادر و توانا کا وعدہ جو اس تحدّی کے ساتھ کیا گیا تھا وفا ہُوا اور ہرقل قیصر رُوم کی ناتوانی اور بے سروسامانی خسرو پرویز کی شوکت و عظمت اور سطوت و جبروت پر غالب آئی +

لیکن حق ناشناس مسیحیوں نے اسلام کی اس غائبانہ ہمدردی کا جواب اگر دیا تو یہی کہ کر دیا کہ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ مُسلمانوں کے ایک خاص کرم فرما پادری سیل صاحب اپنے انگریزی ترجمہ قرآن کے مقدمہ

Marfat.com

ہیں بشارت غلبۂ رُوم کو جو تاریخ کی کسوٹی پر کسی جا چکی ہے آیت من آیات اللہ قرار دینے کی بجائے محض رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قیاس آرائی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسلام کی صداقتوں کا ابطال اور حضور محمد مصطفٰےؐ کی رسالت سے انکار کوئی ایسی بات نہیں جس پر ہمیں کلیسائے عیسوی کے سیل منش ارکان سے بگڑنے کا حق حاصل ہو۔ دیکھنا صرف یہ ہے۔ کہ آیا ایک اُمّیؐ محض جو کتابی علوم سے بیگانہ تھا۔ جس نے کبھی ساسانی اور بازنطینی دولتوں کے تمدّنی مرکزوں کا سفر کر کے دُنیا کی ان عظیم الشان سلطنتوں کے نظام ملکی و جنگی کا مطالعہ نہ کیا تھا۔ جس کے پاس ان دونو طاقتوں کے ذرائع قوت و دولت کے موازنہ کا کوئی قابل اعتبار مواد موجُود نہ تھا۔ جو میدان جنگ سے صدہا فرسنگ کے فاصلہ پر ایک غیر ملک میں بیٹھا ہُوا اپنی "قیاس آرائی" کے لئے صرف ان سماعی قرائن سے کام لے سکتا تھا۔ کہ رُومیوں کو شکستوں پر شکستیں ہو چکی ہیں۔ تمام صوبے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ اور ایرانی حملہ آور باسفورس کے کنارے نوجیں ڈالے پڑے ہیں۔ آیا ایسا شخص یہ دعوےٰ کر سکتا تھا۔ کہ مغلوب عنقریب غالب ہو جائینگے۔ خصوصًا جبکہ اس دعوے کے صدق و کذب پر اُس کے صادق یا کاذب ہونے کا دار و مدار ہو؟

اس معاملہ کے لئے ہمیں چھٹی صدی عیسوی کے نصف آخر اور ساتویں صدی عیسوی کے ربع اوّل پر نظر غائر ڈالنی پڑیگی اور دیکھنا

روما و ایران کے ساتھ عرب کے سیاسی تعلّقات کی نوعیت دکھا کر اُس معرکہ کی تاریخ سپرد قلم کرنی ہوگی جو سُورہ رُوم کا شان نزُول ہے۔ اِس کے بعد یہ ثابت کرے کہ سُورۂ مذکور کی تنزیل کے وقت تبہ حال رُومیوں کے غلبہ کا قطعی حکم لگانا نظر بظاہر اسباب طاقت بشری سے خارج اور صرف منصب نبوت ہی سے مخصُوص تھا۔ ہم سلطنت رُوم کے حق میں جس کے وارث ترکان آل عثمان ہیں اُس اُفتاد کے لحاظ جو اُس پر آج کل پڑی ہُوئی ہے۔ نہ صرف علی سبیل تفاؤل بلکہ علی وجہ الایقان غلبۂ رُوم کی بشارت کا اعادہ کرینگے۔ اور عالم الغیب والشہادہ کے دُوسرے صاف و صریح وعدے کی بنا پر جو آیہ استخلاف میں مندرج ہے دکھائینگے۔ کہ نیابت جناب خاتم النبیین کی اہلیت اِس زمانہ میں آل عثمان ہی کا حصّہ ہے۔ اس لئے کہ جہاد فی سبیل اللہ جو ایمان کی جان اور اعمال صالح کی رُوح ہے بتوفیق ازدی مسلمانان عالم میں سب سے زیادہ مومنین مخلصین کے اِسی گروہ کو عطا ہوئی ہے +

عرب کی لازوال حُرّیت

شعلۂ ایں آتش افسردن نمے داند کہ چیست

دُنیائے قدیم و جدید کا کوئی خطہ ایسا نہیں جو کسی نہ کسی زمانہ میں اغیار کا حلقہ بگوش نہ ہُوا ہو۔ اور جس کے بسنے والوں کی آزادی کو اجانب کی ہوس جہانگیری پر قربان نہ ہونا پڑا ہو۔ اس تاریخی کلیہ سے ایک فقط

Marfat.com

عرب مستثنےٰ ہے۔ جس کی گردن ابتدائی تاریخ سے لیکر آج تک کشور کشایانِ عالم کی فاتحانہ تاخت کے آگے نہیں جھکی۔ اِس کے دیکھتے دیکھتے درجنوں سلطنتیں بنیں۔ اور بگڑیں۔ کوڑیوں قومیں نمودار ہوئیں اور مٹ گئیں۔ سینکڑوں جہانکشا پیدا ہوئے اور ہزاروں لاکھوں کو اپنا غلام بنا کر آخر خود دُوسروں کے محکوم بن گئے۔ لیکن اُن چمکتے ہوئے تاروں کی طرح جنہوں نے آذر کے حقیقت شناس بیٹے کو چاند کے سرکتے ہوئے پردے اور سُورج کے ڈھلکتے ہوئے دامن میں سے آفرینندہ کائنات کا سرمدی جمال دکھایا تھا۔ اِس کے اندرُونی ریگستانوں کے ذرے بھی آج تک نامحرم نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ اسکندر مقدُونیہ سے آندھی بن کر جھپٹا اور ممفس سے لے کر ملتان تک اُس کی تیغ بے پناہ کی بجلیاں اقوام عالم کے سر پر کوند گئیں۔ لیکن بوسیفالس کی مشرق نورد دوڑ غبرا کی ٹاپوں کے غبار تک بھی نہ پہنچ سکی۔ اگسٹس رومتہ الکبرےٰ کی سات پہاڑیوں پر ہفت اقلیم کی تسخیر کا جھنڈا گاڑ کر نجد کی گھاٹیوں کی تلاش میں نکلا لیکن اُس کے قشون قاہرہ کی ہیبت عرب کی اس پُراسرار ولایت کی ریتلی چوکھٹ پر سر پٹک پٹک کر مر گئی۔ اردشیر بابکاں کے جانشین فرغانہ سے لے کر طرابلس تک چھا گئے۔ لیکن دومتہ الجندل کے ریگزاروں کی طرف انہیں آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ پڑی۔ ستھیا کے وحشیوں نے ایک ترکتاز میں یُورپ کی بنیادیں ہلا دیں اور روما کی قدیم شوکت وحشمت اُن کی بربریت کی نذر ہو گئی لیکن عرب کے بدوؤں کو ان کا ٹڈی دل بھی نہ چاٹ سکا۔

پھر بھی غیروں کی دستبرد سے محفوظ رہنے کی یہ فقید النظیر قابلیت جو فلسفیوں کی رائے میں عرب کے جغرافیہ اور عربوں کی جبلت میں مضمر اور ہم مسلمانوں کے عقیدہ میں تتمہ دور زماں حضور سرورِ کون و مکاں کے قدموں کی برکت کے اندر مستتر ہے۔ صرف اس ملک کے اندرونی خطّوں تک محدود تھی۔ اس کے وہ حصّے جو ساحل بحر پر واقع ہونے کی وجہ سے غیر قوموں کی بحری طاقت کی زد میں تھے یا ملحقہ سلطنتوں کی سرحدات سے متصل ہونے کے باعث اپنی حُریت برقرار رکھنے پر پوری طرح قادر نہ تھے اپنے زبردست ہمسایوں کے حلقہ اثر میں آئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ حلقہ اثر تین بڑے حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ جنوب و مغرب میں یمن بشمول حضر موت۔ شمال و مغرب میں حوران و تدمر اور شمال و مشرق میں حیرہ۔ ظہورِ اسلام کے وقت ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ ان تینوں ولایتوں کے سیاسی تعلقات تبصرہ ذیل سے واضح ہونگے ۔

یمن

سبا کا جاہ و جلال سیل عرم کی موجوں میں غرق ہو چکا تھا۔ مارب کے کھنڈروں پر حمیری تزک و احتشام کے محل کی بنیادیں استوار ہو کر تزلزل میں آ چکی تھیں۔ ہدہد کی سفارت بلقیس کے تجمل سے یہ اقرار لے چکی تھی کہ تبابع یمن اگرچہ صاحب طبل و کوس ہیں لیکن سلیمانی نقارخانہ میں اُن کی آواز توتی سے زیادہ نہیں۔ ابی سینیا جس نے چوتھی صدی عیسوی

میں مسیحی مسلک اختیار کیا سمندر پار سے ایک لشکر جرار بھیج کر یمن کے ایک حصہ پر قابض ہو چکا تھا۔ اور بالآخر خاندان تبابعہ کی ایک یادگار ذونواس کی تلوار اپنے مقامی حریفوں سے نبٹ کر حمیری عظمت کو دوبارہ زندہ کرنے میں مصروف تھی۔ یہ چھٹی صدی عیسوی کے ربع اوّل کے اواخر کا واقعہ ہے +

یمن کے علاقہ نجران میں شام کے ایک مسیحی عالم فیمیون کی کوششوں سے مسیحی تحریک پھیل گئی تھی اور نجرانیوں کی ایک جماعت کثیر نے مذہب عیسوی اختیار کر لیا تھا۔ یہ نجران وہی مقام ہے جس کے ساقف کا ایک وفد آگے چل کر رسُول اللہ کے دربار میں حاضر ہُوا اور دعوتِ اسلام کی نعمت سے بے بہرہ رہنے پر رسُول اللہ کے مقابلہ میں مباہلہ کی تاب نہ لا کر فرار ہو گیا۔ ذونواس کٹر یہودی تھا اور مسند اقتدار پر بیٹھتے ہی اُس نے عیسائیوں کی بیخ کنی کا ارادہ کر لیا۔ حمیری غیرت جو یمن میں حبشیوں کے بدیسی اقتدار کو بنگاہ استکراہ دیکھتی تھی اس ارادہ میں اس کی ممد و معاون ہو گئی۔ چنانچہ اُس نے ایک زبردست لشکر کے ساتھ نجران پر چڑھائی کی اور شہر میں داخل ہو کر اعلان کر دیا۔ کہ اہل شہر اپنا دین چھوڑ کر یہودی مذہب اختیار کر لیں ورنہ موت کے گھاٹ اترنے کے لئے طیار ہو جائیں۔ مسیحیوں نے اپنے ایمان کی خاطر یہودیت پر موت کو ترجیح دی۔ ایک گروہ کثیر تہ تیغ ہُوا۔ جو بچے وہ ایک بہت بڑے الاؤ میں جو ایک گڑھے کے اندر روشن کیا گیا تھا۔ جھونک کر زندہ جلا دئے گئے۔ قرآن کریم

Marfat.com

نے تذکرۂ اصحاب اخدود کے ذیل میں جن کشتگانِ جفا کی حکایت بیان کی ہے وہ بھی مظلومین نجران ہیں۔ اس قتل عام سے جو ۵۲۳ء میں واقع ہوا۔ کچھ لوگ اپنی جان سلامت بھی لے گئے۔ دوثعلبان کا شمار اس مختصر سی جماعت میں ہے۔ یہ شخص سیدھا قسطنطنیہ پہنچا اور قیصر روم سے فریاد کی کہ دین مسیحی کے سرپرست اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے مظلوم عیسائیوں کا انتقام ذونواس سے لے ٭

قسطنطنیہ میں ان دنوں جسٹن سریر آرائے سلطنت تھا جس کی ہفتاد سالہ پیرانہ سری اپنے پیشرو آرکیڈئس کی سیاسی کمزوریوں کی اُلجھن میں پھنسی ہوئی تھی اور بازنطینی دربار اندرونی سازشوں اور بیرونی خطروں کی گوناگوں مشکلات سے عہدہ برا ہونے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا خود تو وہ یمن پر کیا چڑھائی کرتا۔ البتہ نجاشی حبش کو اُس نے لکھ بھیجا کہ جس طرح ہو سکے نجران کے قتل عام کا بدلہ لے۔ نجاشی ذونواس پر پہلے ہی خار کھائے بیٹھا تھا۔ جسٹن کا پیغام اُس کے سمند طیش پر ایک اور تازیانہ ہو گیا۔ چنانچہ اُس نے بعجلت تمام ایک بہت بڑا لشکر جس کی تعداد ستر ہزار بتائی جاتی ہے ساز و سامان سے آراستہ کیا اور ایک کارآزمودہ جرنیل ارباط کے ہاتھ میں اُس کی کمان دی۔ حبشی بیڑا بحیرہ قلزم کی موجوں کو چیرتا ہوا یمن کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ اُدھر سے ذونواس بھی مقابلہ کو نکلا۔ لیکن حمیری اُمرا نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اُس کی فوجیں میدان جنگ سے جی چھوڑ کر فرار ہو گئیں اور وہ خود ناامیدی

ونامردی سے ہمکنار ہو کر سمندر میں ڈوب مرا۔ اس طرح بنی اسرائیل کی اُس آخری سیاسی اُمید کی مشعل ہمیشہ کے لئے گُل ہو گئی۔ اور یہودی دُنیا میں صرف اس لئے رہ گئے۔ کہ جس طرح ابن مریم کی مسیحائی کے انکار کی پاداش میں مورد عذاب الیم ہوئے تھے اسی طرح خلیلؑ کی دعا اور مسیحؑ کی نوید سے مُنکر ہو کر خدا کے ابدی غضب میں گرفتار ہو جائیں۔ اور دُنیا و عاقبت میں اُن کا کوئی ٹھکانا نہ ہو۔ تیرہ صدیوں کے بعد برطانیہ کے جزیرہ میں ایک شخص شخص لاید جارج البتہ ایسا پیدا ہوا ہے جو خدا کے فیصلہ کو ٹالنا چاہتا ہے یہودی جو اقصائے عالم میں منتشر کئے جا چکے ہیں فلسطین میں ہر طرف سے لا کر پھر جمع کئے جا رہے ہیں اور مسجد فاروق اعظم جو ہیکل سُلیمان کے کھنڈروں پر کھڑی ہے۔ ان کی چشم گستاخ کی بداندیشیوں کا نشانہ بنی ہُوئی ہے لیکن کوئی دن جاتا ہے۔ کہ تدبیر و تقدیر کی یہ باہم آویزی بتا دیگی۔ کہ ارادۃ اللہ غالب علےٰ ارادۃ النّاس ؎

تسخیر یمن کے بعد ارباط اس ولایت میں نجاشی کا نائب السلطنت مقرر ہُوا۔ لیکن کچھ دنوں بعد اُس کی فوج کے ایک افسر ابرہہ نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ ارباط اس ہنگامہ میں مارا گیا اور بالآخر یمن کی فرمان فرمائی اُس کے کامیاب رقیب کے حصّہ میں آئی۔ ابرہہ جو اپنی ناک اور ہونٹ ارباط کے نیزے کی انی سے چھدوا کر تاریخ عرب میں "الاشرم" کے لقب سے ملقب ہُوا۔ بڑی آن بان کا رئیس تھا۔ ازبسکہ حبشی مہم کی غرض اولے مسیحیت کی حمایت تھی۔ اُس نے عرب میں دین عیسوی کے استحکام کے

لئے اپنی فوجی قوت کے تمام ذرائع صرف کرنے شروع کیے۔ عرب میں یہودیت۔ نصرانیت اور مجوسیت کا قدم اگرچہ پہنچ چکا تھا۔ اور ان تینوں مذاہب کے پیرو قبائل عرب میں خال خال پائے جاتے تھے۔ لیکن من حیث المجموع عربوں کی مذہبی ارادت کا مرکز وحدانیت کا وہ سب سے پہلا گہوارہ تھا جس کی نبیاد خلیل اللہ کے مقدس ہاتھوں نے رکھی تھی۔ لیکن جسے مرور ہونے شرک سے آلودہ کر دیا تھا۔ قحطان و عدنان کی اولاد دُور دُور سے چل کر ہر سال اس کے طواف کو آتی تھی اور اسے اپنے صحیفہ معتقدات کا شیرازہ اور اپنے آفتاب قومیت کا سمت الراس سمجھتی تھی۔

ابرہتہ الاشرم نے یمن کے پایہ تخت صنعا میں ایک عظیم الشان گرجا (القلیس) تعمیر کیا جسے وہ خانہ کعبہ کا قائم مقام بنانا چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک عرضداشت میں اُس نے نجاشی کو صاف لکھ بھیجا۔ کہ جب تک زائرین عرب کی رو مکہ سے صنعا کی طرف نہ بدل جائیگی میں چین نہ لونگا۔ ابرہہ کے اس عندیہ کا ظاہر ہونا تھا۔ کہ عرب میں ایک کھلبلی سی پڑ گئی۔ اور اپنے قومی معبد کی عظمت کو یوں خطرے میں دیکھ کر قبیلہ بنو فقیم کے ایک اکھڑ عرب نے رات کے وقت چپکے سے جا کر القلیس کو ہم پلس بنا دیا۔

کلیسیاے عیسوی کی اس بے حرمتی کا حال سُن کر ابرہہ بے حد برافروختہ ہوا اور قسم کھائی کہ کعبہ کے جن پجاریوں نے یہ حرکت کی ہے اُنہیں کیفر کردار کو پہنچا کر چھوڑ دونگا۔ اور اُن کے معبد کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دونگا۔

ابرہہ کی قسم بظاہر اُس کی مذہبی حمیت کا پتہ دیتی ہے۔ لیکن اُس کا اصلی

Marfat.com

مقصد یہ تھا۔ کہ مکّہ فتح کرکے حجاز میں ابی سینیا کے سیاسی اقتدار کی طرح ڈالے اور اس طور پر سارے عرب کی تجارت کا کلید بردار بن جائے لیکن مشیت ایزدی کسی اور ہی مقصد کی تاک میں تھی +

مسیح ابن مریم کو اس دنیا سے سدھارے ہوئے پانچ سو ستر سال گزر چکے تھے اور اس نور قدسی کے ظہور کو جو بیت العتیق کی ظلمتوں میں جلوہ ریز ہوکر اقصائے عالم میں اپنی تجلیاں بکھیرنے والا تھا۔ صرف دو مہینے کی مدت باقی تھی۔ کہ ابرہہ الاشرم ایک زبردست فوج لئے ہوئے جس کے ساتھ فیلان کوہ پیکر کی ایک ہیبت انگیز قطار بھی تھی۔ خانہ کعبہ کے انہدام کی نیت سے روانہ ہوا۔ نجاشی کے نائب السلطنت کی فوجی طیاریوں کا حال سن کر پرستاران کعبہ کی قومی غیرت میں بھی جوش آیا اور ایک حمیری سردار ذونفر کی قیادت میں عربوں کی ایک جماعت نے حملہ آور کا آگا روکا اس مقابلہ میں ابرہہ نے باآسانی فتح پائی۔ ذونفر گرفتار ہوگیا اور نجاشی کا لشکر حوالی مکّہ میں خیمہ زن ہوا +

یہ دیکھ کر کہ ابرہہ کے عساکر قاہرہ سے عہدہ برا ہونے کی صورت نہیں۔ قبائل عرب نے جو مکّہ کے گردو پیش آباد تھے رسول اللہ کے جد امجد جناب عبد المطلب کو اپنا سفیر بنا کر ابرہہ کے پاس روانہ کیا۔ کہ گفت وشنید کے بعد مفاہمت کی کوئی راہ نکالیں۔ ذونفر کے دوست انیس کے توسط سے جو ابرہہ کا فیلبان تھا۔ عبد المطلب نجاشی کے نائب السلطنت کے دربار میں پہنچے۔ عبد المطلب شکیل و وجیہ تھے۔

Marfat.com

چہرے سے قرشیت کا وہ خسروانہ جلال ٹپک رہا تھا۔ جو آگے چل کر قیاصرہ واکاسرہ سے باج اطاعت لینے والا تھا۔ ابرہہ مرعوب ہو کر بے اختیار تخت سے نیچے اُتر آیا اور اُنہیں اپنے برابر مسند پر بٹھالیا۔ ترجمان کی وساطت سے جب ابرہہ نے اُن سے آنے کی وجہ پوچھی تو اُنھوں نے کہا۔ کہ آپ کے لشکریوں نے میرے دو سو اُونٹ پکڑ لئے ہیں وہ مجھے دلوا دئے جائیں۔ ابرہہ نے بلہجہ استحقار کہا۔ کہ آپ کو دیکھ کر میرے دل میں آپ کی وقعت پیدا ہوئی تھی۔ لیکن آپ کی باتیں سُن کر وہ سب وقعت مٹی میں مل گئی۔ کیا تماشا ہے۔ کہ سردار قریش کو دو سو اُونٹوں کے لینے کا خیال تو آیا ہے۔ لیکن اپنے اور اپنے آبا و اجداد کی عبادتگاہ کا وہ بھولے سے بھی ذکر نہیں کرتا۔ جسے مسمار کرنے کی نیت سے میں یہاں آیا ہُوں۔ ابرہہ کی تقریر کا جو جواب جناب عبدالمطلب نے دبادہ محمد مصطفٰے کے دادا ہی کا حصّہ ہو سکتا تھا۔ فرمایا۔ کہ اُونٹ تو میرے ہیں لیکن کعبہ کسی اور کا ہے۔ وہ اپنے گھر کی حفاظت خود کر لیگا۔ ابرہہ جوش میں آکر چلایا۔ کہ دیکھوں کیسے کرتا ہے۔ اس پر عبدالمطلب نے فقط اتنا کہا کہ یہ تمہارا اور اُس کا معاملہ ہے۔ آپس میں جس طرح چاہو نبٹ لو۔ مجھے تو اُونٹ چاہئیں +

غرض اپنے اُونٹوں کی قطار لے کر عبدالمطلب ابرہہ کی خیمہ گاہ سے مکّہ واپس آئے۔ اہل مکّہ نے یہ سُن کر کہ ابرہہ کعبہ ڈھائے بغیر نہ رہیگا شہر خالی کر دیا۔ رُخصت ہونے سے پہلے عبدالمطلب اپنے چند قریش ہمچشموں

Marfat.com

کے ساتھ خانہ کعبہ کے دروازہ پر پہنچے اور دروازہ کی کنڈی تھام کر ان سادہ مگر رقت انگیز الفاظ میں ربِ کعبہ کی دُہائی دی۔ الٰہی اپنے قربِ جوار میں بسنے والوں کی حمایت کر اور اُن کی اُسی طرح حفاظت کر جس طرح کوئی اپنے مال و اسباب کو بچاتا ہے۔ الٰہی اُن کی صلیب کو اور اُن کے مکروں اور حیلوں کو یہ توفیق نہ دے کہ تیرے منصوبوں کو شکست دے سکیں۔ لیکن اگر تو یہی چاہتا ہے تو ہم بھی راضی برضا ہیں۔ کیونکہ ہونا وہی ہے جو تجھے منظور ہے۔ (ابن ہشام)

اِس دُعا کے استقبال کے لئے اجابت درگاہ ذوالجلال پر ازل سے کھڑی تھی۔ آسمان کی فوجوں کو خاکِ ساحل پر اُتر کر کعبہ کی پاسبانی کا حکم دیا گیا اور ایک گستاخ و سرکش انسان کو معلوم ہو گیا کہ تواناؤں کی جابرانہ چیرہ دستی کے طلسم کو رب السمٰوات والارض کی ناتواں نوازی کس طرح توڑا کرتی ہے۔

دُوسرے دن علے الصباح ابرہہ نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ کہ مکّہ میں داخل ہو کر کعبہ کو زمین کے برابر کر دے۔ اِس حکم کی نافرمانی کرنے والوں میں سب سے پہلا خود ابرہہ کا ہاتھی محمُود تھا۔ جو گھٹنے ٹیک کر زمین پر بیٹھ گیا اور باوجودیکہ مہاوت نے انکس مار مار کر اُسے اُٹھانے کے سبھی جتن کئے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا پر نہ ہلا۔ گویا وہ زبانِ حال سے کہ رہا تھا۔ کہ مجھے خواہ کلہاڑوں اور برچھوں سے ہلاک بھی کر ڈالو لیکن میں مکّہ کی طرف ایک قدم بھی نہ اُٹھاؤں گا۔ یہ بدشگونی حملہ آوروں کو

Marfat.com

ہراساں کردینے کے لئے کچھ کم نہ تھی۔ لیکن جب مہاوت نے یہ دیکھنے کے لئے کہ محمود حقیقت میں مکّہ ہی کی طرف جانے سے پہلوتہی کر رہا ہے یا کسی وجہ سے بالکل ہی اُٹھنے کے قابل نہیں رہا۔ اُس کا رُخ یمن کی طرف کیا تو وہ بجستی و چالاکی تمام اُٹھ بیٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چل دیا۔ اُس کا فرار ہونا تھا کہ فوج کے دُوسرے ہاتھی بھی اُس کے پیچھے ہو لئے اور انگشت تقدیر کا یہ اشارہ دیکھ کر ساری فوج میں بھگدڑ پڑ گئی۔

اسی طرح کا ایک اور نظارہ ۷۹ سال بعد میں فرات کے کنارے قادسیہ کے معرکہ میں دکھائی دیتا ہے۔ جبکہ آتش پرستان مدائن کے ہاتھیوں کا غول فرزندان توحید پر حملہ آور ہونے کی بجائے بیک جنبش قہقری اپنی ہی فوج کو روندتا ہوا میدان سے غائب ہو گیا۔ اس موقع پر نجاشی کے سپہ سالار کی طرح کسرٰے کے قائد اعظم رستم نے بھی یہ کفر بکا تھا۔ کہ کل خدا بھی عربوں کو میرے ہاتھوں تباہ ہونے سے نہ بچا سکےگا۔ تیرہ صدیوں کے انقضا نے آتش پرستی کو اگرچہ برق پرستی سے بدل دیا ہے اور ہاتھیوں کی جگہ ریل کے انجنوں نے لی ہے۔ لیکن سنت اللہ تبدیل نہیں ہوئی۔ اسلام کے بیٹے اُسی پرانی لے میں اپنے بادہ پرست حریفوں سے کہ سکتے ہیں کہ

ہیچ پروا نیست از طیارہ و توپ رقیب	ملت اسلام را چوں حافظ و ناصر خدا ست
چیست بالون شرپنل چیست غاز زہر دار	ہست چوں با ما خدا ایں حرفہا بادِ ہوا ست

ابرہہ کی فوج جب اپنے ہاتھیوں کی ازغیبی سراسیمگی میں شریک

ہوئی تو نیرنگ نوازانِ قضا کی رسن سازی نے ایک نیا محیر العقول شعبدہ دکھایا اوج ہوا پر یک بیک ابابیلوں کے جھنڈ کے جھنڈ نمودار ہوئے اور اس جمع اس بانختہ گروہ کے سر پر منڈلانے لگے۔ ہر ایک طایر مسور کے دانے کے برابر تین سنگریزے لئے ہوئے تھا۔ ایک چونچ میں اور ایک ایک دونو پنجوں میں کنکروں کی یہ تعداد بھی معنی خیز تھی۔ حملہ آور صلیب پرستوں کو اختیار تھا کہ اگر چاہیں تو انہیں اقانیم ثلثہ کی متساوی القدر سوغات سمجھ لیں۔ اب یہ کنکر جوف قضا سے زہر ہلاہل کی بوندوں کی طرح برسنا شروع ہوئے۔ جو ان کی زد میں آیا وہیں ڈھیر ہو کر رہ گیا۔ انہدام کعبہ کے مدعی بھاگتے تھے۔ مگر سر چھپانے کا ٹھکانا نہ ملتا تھا۔ ہزاروں مارے گئے اور جو بچے وہ بحال تباہ اس آسمانی اُفتاد کی جاں فرسا خبر لیکر نجاشی کے دربار میں پہنچے۔ خود ابرہہ کا جسم بھی ان عقوبت بار سنگریزوں سے چھلنی ہو گیا اور اُس نے سخت عذاب کے ساتھ سِسک سِسک کر جان دی۔ چالیس سال بعد وقائع نگار ازل نے اپنی سماوی مصطلحات میں اس واقعہ کی تصویر اس طرح کھینچی ؛

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ؕ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۙ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۙ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۠

ترجمہ۔ تو نے دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھیوں والی فوج کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا اُس نے اس گروہ کے کیادانہ منصوبوں کو باطل نہیں کیا اور

اُن کے مقابلہ کے لئے ابابیلوں کا لشکر نہیں بھیجا جو اُن پر سنگریزوں کی بوچھاڑ کرتا تھا یہاں تک کہ اُن کے بدن روندی ہوئی بھُس کی طرح ہوگئے ۔

وہ جنہیں ملایکہ کے وجُود سے انکار ہے ۔ وہ جو انسانی کاروبار میں یزدانی مداخلت کو محال سمجھتے ہیں ۔ وہ جن کے نزدیک تقدیر صرف تدبیر کی بے تمیزی کا دوسرا نام ہے ۔ وہ جو عالم غیب کے معارف کو اپنے محدود تجربہ کی کسوٹی پر پرکھنے اپنے بے مایہ منطق کے سانچے میں ڈھالنے کے خوگر ہیں کہتے ہیں کہ ابابیلوں سے مراد پرندے نہیں ۔ اِس لئے کہ پرندوں کا انسانوں پر کنکر پھینکنا خلاف قانون قُدرت ہے ۔ بلکہ اِن سے مراد چیچک کا متعدی مرض ہے ۔ جو ابرہہ کی فوج میں پھیل گیا تھا اور اُس کی ہزیمت کا باعث ہُوا تھا ۔ ان لوگوں کو یہ آزاد خیالی مُبارک ہو ۔ اگرچہ فن تاویل کے اُن بدنصیبوں نے آج تک ہمیں یہ نہیں بتایا ۔ کہ چیچک کی ناگہانی اُفتاد ابرہہ اور اُس کے گروہ کثیر الانفار ہی پر کیوں پڑی عبدالمطلب اور اُن کے ساتھیوں پر اس کا طبعی اثر کیوں نہ ہُوا ۔ بہر حال اصل واقعہ سے اُنہیں بھی انکار نہیں کہ ابرہہ نے بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ کعبہ پر حملہ کا ارادہ کیا ۔ لیکن باوجودیکہ حفاظت کعبہ کے لئے کوئی انسانی قوت موجود نہ تھی پھر بھی اپنا ارادہ پُورا کرنے سے پہلے تباہ ہو گیا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور وہ بھی جنکی گوری چٹی تہذیب کو افریقہ کی کالی بھجنگ روایات میں سے کم از کم ابرہہ کی نیت کا تذکرہ ضرور ملا ہے خوب جانتے ہیں کہ تاریخ کی یہ ایک بہت بُری عادت ہے کہ وہ اپنے تئیں دُہرا

کرتی ہے ⁂

ابرہہ اور اُس کے لشکر کی تباہی نے اگرچہ ارضِ حجاز کو ابی سینیا کی فاتحانہ دستبرد سے بچا لیا۔ لیکن یمن میں نجاشی کا سیاسی اقتدار بدستور قائم رہا ابرہہ کے دو بیٹے یقسوم اور مسروق اپنے باپ کے بعد یکے بعد دیگرے فرمانروائے یمن ہوئے۔ یہ دونو نہایت ظالم تھے اور رعایا ان کے جبر و استبداد کے ہاتھوں تنگ آ گئی تھی۔ آخر جب اہلِ یمن کی طاقت برداشت بالکل ہی سلب ہو گئی تو ایک حمیری سردار سیف ابن ذویزن کو اُنھوں نے اس خدمت پر مامور کیا کہ اُن کی داستانِ مصیبت قیصرِ رُوم کو جا سُنائے اور قیصر سے امداد کی التجا کرے۔ لیکن اگر وہاں کامیابی نہ ہو۔ تو پھر دربار مدائن میں پہنچ کر کسرےٰ کو ستم زدگان یمن کی دستگیری پر آمادہ کرے ⁂

قیصر اور نجاشی کے سیاسی تعلقات جنہیں مسیحیت نے مضبوط کر دیا تھا سیف ابن ذویزن کی سفارت کے سنگ راہ ثابت ہوئے۔ چنانچہ قسطنطنیہ سے بے نیل مرام رُخصت ہو کر اُس نے مدائن کا رُخ کیا ان دنوں درفش کاویانی آلِ ساسان کے مشہور تاجدار نوشیروان عادل کی فرخی و فیروزی کا پاسبان تھا۔ نوشیرواں کا طویل اور شاندار عہد حکومت جوسٹنین جیسے زبردست رقیب کی طاقت کو نیچا دکھا کر ایران کو دُنیا کی سب سے زیادہ باجبرُوت سلطنت بنا چکا تھا قریب الختتم تھا اور تاریخ خسرو پرویز کے قصّہ عروج و زوال کا مواد فراہم کرنے میں مصروف تھی ⁂

منذر رئیس حیرہ کے ہمدردانہ توسط سے سیف ابن ذویزن کسرےٰ کے

دربار میں پہنچا۔ نوشیرواں ایوانِ سلطنت میں تختِ زرنگار پر فرکیانی
کی تجلیوں سے گھرا ہُوا بیٹھا تھا۔ سر پر ایک بہت بڑا جڑاؤ تاج تھا۔
جس میں یاقوت۔ زمرد۔ الماس اور موتی جگمگ جگمگ کر رہے
تھے انسان کی گردن اس گراں وزن اکلیل کی متحمل نہ ہوسکتی تھی
اِس لئے تاج ایوانِ خسروی کے گنبد سے اس اندازہ کے ساتھ لٹکا
دیا گیا تھا کہ کسرے تخت پر بیٹھ کر اپنا سر پیشانی تک اس کے جوف
میں داخل کر دے۔ آداب دربار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایران کی رسم
کے مطابق سیف نے اس پیکر گوہرین کے آگے سجدہ کیا اور پھر
دونوں میں حسب ذیل مکالمہ ہُوا +

سیف ابن ذویزن ۔ شہنشاہ عالم! کوّوں نے ہمارا
ملک تاراج کر دیا +

نوشیرواں ۔ کونسے کوّے۔ حبشی یا ہندوستانی؟

سیف ۔ یہ کوّے حبش سے آئے ہیں اور میں تیرے دربار
میں یہ درخواست لیکر پہنچا ہوں۔ کہ تو اپنی فوج بھیج کر میرے ہموطنوں
کی مدد کرے اور حبشیوں کو ہمارے ملک سے نکال دے۔ اِس کے
بعد یمن پر تیرا شہنشاہانہ اقتدار قائم ہوگا۔ اس لئے کہ ہم نجاشی پر
کسرے کو ترجیح دیتے ہیں +

نوشیرواں ۔ تیرا ملک ہماری ولایت سے بہت دُور ہے۔
اور کچھ ایسا زرخیز بھی نہیں کہ ہمیں اس پر قبضہ کرنے کی ہوس ہو۔

Marfat.com

اس میں بجز بھیڑوں اور اونٹوں کے اور رکھا ہی کیا ہے۔ ہمیں ایسی کیا پڑی ہے۔ کہ اپنی فوجوں کو عرب کے اندر بھیج کر مفت کا خطرہ مول لیں +

اس گفتگو کے بعد نوشیرواں نے سفیر یمن کو دس ہزار درہم اور ایک خلعت دے کر رخصت کیا۔ لیکن سیف کی ترکش میں ابھی ایک اور تیر غلط انداز باقی تھا۔ دربار سے باہر نکلتے ہی اُس نے رخصتانہ کا روپیہ مٹھیاں بھر بھر کر محل شاہی کے غلاموں اور کنیزوں اور دربانوں میں پھینکنا شروع کیا اور دسوں کے دسوں توڑے دیکھتے دیکھتے لٹا دیئے۔ نوشیرواں کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اُس نے برہم ہو کر سیف کو پھر دربار میں طلب کیا اور ڈانٹ کر پُوچھا کہ شاہی عطیہ کی اس بے توقیری کے کیا معنی ہیں۔ سیف نے سادگی سے جواب دیا کہ اے شہنشاہ میں تیرے تحفہ کو اپنے پاس رکھ کر کیا کرتا۔ تیرے ملک میں سیم وزر کے ان قراضوں کی کوئی حقیقت ہو گی۔ مگر جس ملک سے میں آتا ہوں وہاں کے تو پہاڑ بھی سونے چاندی کے ہیں۔ یہ چلتا ہوا فقرہ اپنا کام کر گیا اور نوشیروان نے حکم دیا کہ سفیر یمن کو کچھ اور دن ٹھہرا لیا جائے +

135193

پھر بھی نوشیرواں کی مآل اندیشی کو ایک دُور دراز مہم کے خطرات سے پہلو بچانے پر اصرار تھا۔ آخر وزرائے سلطنت نے یہ رائے دی۔ کہ شاہی بندی خانوں میں بہت سے قیدی ایسے ہیں۔ جن کی نسبت سزائے

Marfat.com

موت تجویز ہو چکی ہے۔ بہتر ہوگا۔ کہ ان قیدیوں کو آزادی دے کر سفر یمن کے حوالے کر دیا جائے۔ اگر یہ گروہ تسخیر یمن کی کوشش میں ہلاک ہو گیا تو گویا صرف چند مجرم کیفر کردار کو پہنچ گئے۔ لیکن اگر ان کی کوششیں بار ور ہوئیں تو ایک نیا صوبہ سلطنت ایران میں شامل ہو جائیگا +

یہ رائے نوشیرواں کو پسند آئی اور اسی کے لحاظ سے احکام جاری کر دئے گئے محابس شاہی کے قیدیوں میں سے آٹھ سو خونی مجرموں کی بیڑیاں کاٹ دی گئیں اور ایک سالخوردہ فوجی افسر وہرزان کا کماندار مقرر کیا گیا سیف بن ذویزن اس انوکھی فوج کے ساتھ چند جہازوں میں سوار ہوکر کچھ مدت بعد ساحل حضر موت پر اُترا اور یمنیوں کی جمعیت ایرانی فوج کے ساتھ آملی۔ مسروق اس ایرانی مہم کی خبر سُن کر ایک بہت بڑی فوج لئے ہوئے مقابلہ کو نکلا۔ رعایا پہلے ہی اُس کی مخالف تھی اودھر ایرانیوں میں اُن کے سردار وہرز نے یہ کہکر کہ مرنے یا مارنے کے سوائے اُن کے لئے اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا۔ اُن میں فوق العادت جوش پیدا کر دیا۔ نتیجہ وہی ہوا جو ایسے اسباب کے پیدا ہو جانے سے بارہا ہوا ہے۔ دونو حریف آپس میں گتھ گئے۔ اور ایک جان گسل جد و جہد شروع ہوئی۔ مسروق کی پیشانی پر ایک یاقوت رمانی چمک رہا تھا۔ وہرز نے کمان میں تیر جوڑ کر اس سرخ چاندماری کا نشانہ کیا۔ یاقوت کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہوا تیر مسروق کے کاسۂ سر میں ترازو ہو گیا۔ اور اُس کے خچر سے نیچے گرتے ہی حبشی فوج بھاگ نکلی جسے ایرانیوں نے

تلوار کی باڑھ کے آگے رکھ لیا اور کشتوں کے پشتے لگا دئیے ۔

یمن اور حضرموت میں اب ساسانیوں کا سکہ چلنے لگا۔ کسرے کی طرف سے پہلا حاکم یمن اپنی سرفروشانہ شجاعت کے صلہ میں وہرز مقرر ہوا اور تین پشت تک یہ حکومت اُسی کے خاندان میں رہی یہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خسرو پرویز کے نام نامہ مبارک روانہ کیا ہے جسے چاک کر کے دریا میں پھینک دینے کی پاداش میں اُس کی سلطنت کے پرزے اڑ گئے تو یمن کا گورنر باذان نام ایک عجمی سردار تھا۔ جس کے نام خسرو پرویز نے یہ احکام بھیجے تھے۔ کہ "محمدؐ کو گرفتار کر کے ہمارے دربار میں حاضر کیا جائے" ان احکام کے صادر کرتے ہی پرویز جس ذلت و نامرادی کے عالم میں اپنے ہی بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ وہ رسولؐ کے دشمنوں کے لئے سرمایۂ صد ہزار عبرت ہے ۔

حیرہ

ہندوستان کی شمالی و مغربی سرحد پر جو مشکلات انگریزی حکومت کو آزاد افغانی قبائل کی آئے دن کی جانبازانہ یلغاروں سے اس بیسویں صدی میں پیش آ رہی ہیں وہی آج سے تیرہ سو سال پہلے جزیرۃ العرب کے شمالی و مغربی گوشہ میں رومیوں اور شمالی مشرقی کنارے پر ایرانیوں کے لئے سوہان روح بنی ہوئی تھیں۔ بدوی قزاقوں کے گروہ اپنے ریگستانی

نشیمنوں سے نکل کر اُن سلطنتوں کی سرحدات پر چھاپے مارتے تھے اور قبل از انکہ اُن کی غارتگرانہ دستبرد کی روک تھام کے لئے کوئی قوت نمودار ہو مال غنیمت ہتھیا کر جس سُرعت سے آئے تھے اُسی سرعت سے اپنی ناقابل نفوذ کمین گاہوں میں غائب ہو جاتے تھے۔ اِن مشکلات سے عہدہ برا ہونے کے لئے سرحد پر فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ لیکن ایک شجاع اور ساتھ ہی گریزپا حریف کی نامعلوم و غیر معین نقل و حرکت کا سدباب اس ایک طریقے سے ہونا محال تھا۔ آخر روما نے اپنی کتاب انجیل کے اُس مشہور اصول جہانبانی پر عمل کیا جو اُس کے مغربی جانشینوں کی جہاں کشایانہ کامیابی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ وہ اصول یہ ہے کہ

پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو

ایران نے بھی اسی حکمت عملی کا اتباع یہ کہ کر کیا

کہ خرگوش ہر مرز را بے شگفت سگِ آں ولایت تواند گرفت

بدوی تاخت و تاراج کا سلسلہ صرف بدوی شجاعت ہی سے رک سکتا تھا۔ عرب کی آندھی کا مقابلہ فقط عرب کا جھکڑ ہی کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ ایران و روما کی روایتی باہم آویزی کی قربانگاہ پر فرزندان صحرا کے خُون کا چھڑکاؤ شہنشاہیت کے دیوتا کو بہت ہی مرغوب تھا۔ کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ رومن اور عجمی نسلیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں بلا ضرورت ضائع ہوں۔ اِس سے زیادہ دانشمندانہ تدبیر اور کیا ہو سکتی تھی کہ اقتدار سلطنت کے تحفظ و بقا کے لئے چاندی سونے کی چند ٹکلیاں دے کر سرحدی عربوں

کی شجاعت خرید لی جائے اور ایک ہی وقت میں اِن سے دو کام لئے جائیں چوکیداری بھی کریں اور سرحد داری کی خدمت بھی انجام دیں اور دونو صورتوں میں ایک دُوسرے کا گلا آپ ہی کاٹیں ٭

یہی وہ عیارانہ حکمت عملی تھی جس نے سرحد شام پر بنی غسان اور سرحد عراق پر بنو لخم کی حکومت قائم کر دی ٭

حیرہ جو لخمیوں کا پایہ تخت تھا۔ دریائے فرات کے مغرب میں کوفہ سے چند میل کے فاصلہ پر بجانب جنوب واقع تھا۔ اُس طوایف الملوکی سے فائدہ اُٹھا کر جو دولت آل ساسان کے قیام سے پہلے سکندر اعظم کے جانشینوں کی کمزوری کے باعث پیدا ہو گئی تھی یمنی الاصل عربوں کے ایک بادیہ نورد گروہ نے تیسری صدی عیسوی کے آغاز میں عراق پر حملہ کیا تھا اور حیرہ کی بنیاد ڈال کر اپنی ایک زبردست نو آبادی قائم کر لی تھی۔ رفتہ رفتہ حیرہ ایک آزاد اور طاقتور حکومت کا مرکز ہو گیا۔ لیکن جب سو سال کے بعد عنان حکومت لخمیوں کے ہاتھ میں آئی تو ساسانیوں کا حلقہ اطاعت تاجدارانِ حیرہ کے کان میں پڑ چکا تھا۔ چنانچہ نعمان اوّل کے جانشین منذر اوّل نے اُس جنگ میں جو ۴۲۱ء میں رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان ہوئی ایران کی طرف سے شریک نبرد ہو کر اپنے باج گزارانہ فرائض کا پورا حق ادا کیا۔ دربار مدائن میں لخمیوں کو جو رسوخ اپنی طاقت کی بدولت حاصل تھا اُس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ یزدجرد اوّل کی وفات پر بہرام گور کو تخت سلطنت پر منذر

ہی کی زبردست مداخلت نے بٹھایا ورنہ اعیان سلطنت اور موبدوں کی عام رائے اُس کی تخت نشینی کے خلاف فیصلہ کر چکی تھی +

لخمیوں میں سب سے زیادہ زبردست اور با اقتدار فرمانروا منذر ثالث گزرا ہے جو عرب کی تاریخی روایات میں منذر ابن ماء السماء کے نام سے مشہور ہے۔ اور اگرچہ اپنے طویل عہد حکومت کے ابتدائی ایام (۵۰۵-۵۶۲ء) میں اُسے ملوک کندہ کی اُٹھتی ہوئی طاقت کے سامنے سر جھکا کر کچھ عرصہ کے لئے اپنے کندی حریف حارث بن عمرو کے حق میں تخت و تاج سے دست بردار ہونا پڑا۔ لیکن اُس کے اقبال نے نوشیرواں کی تخت نشینی کے وقت پھر یاوری کی۔ کندیوں کی اطاعت کا جوا لخمیوں نے اتار پھینکا اور منذر کی قوت یہاں تک بڑھ گئی کہ ایک لشکر کثیر کے ہمراہ رومی سرحد سے گزر کر وہ ولایت شام کو تاخت و تاراج کرتا ہوا انطاکیہ تک جا پہنچا +

حیرہ میں ابتدا ہی سے مسیحیت کا اثر پھیل چکا تھا متعدد مسیحی خاندان جنہیں پوری مذہبی آزادی تھی یہاں آباد تھے۔ خود نعمان اول مسیحی المذہب تھا اور رہبانیت کی طرف جو دین عیسوی کے محاسن کا خلاصہ ہے اُس کا فطری میلان یہاں تک بڑھا ہوا تھا۔ کہ جب ایک موقع پر اُس کے وزیر نے دنیا کی بے ثباتیوں کا ذکر کیا تو اُس نے قبائے زر افشاں اُتار ڈالی اور گلیم صوف اوڑھ کر جنگل کی طرف نکل گیا +

اِن مسیحی خاندانوں میں عدی بن زید کا معزز گھرانا اپنی نسبی شرافت اور علمی کمالات کے لحاظ سے امتیاز خاص رکھتا ہے۔ عدی ابوقی بوس

Marfat.com

نعمان ثالث آخری تاجدار حیرہ کا معاصر ہے جس نے ۵۸۵ء سے لے کر ۶۰۲ء تک بنو لخم کے سیاسی اقتدار کا علم بلند کئے رکھا۔ عدی کے باپ زید بن حماد کی رسائی فرخ باہان ایک عجمی دہقان کی سفارش سے نوشیروان کے دربار تک ہوگئی تھی اور نوشیرواں نے اُسے ایک معزز سرکاری عہدہ پر مقرر کیا تھا۔ عدی جب بڑا ہوا۔ تو اُس کے باپ نے تربیت کی غرض سے اُسے اپنے سرپرست فرخ باہان کے گھر بھیج دیا جہاں وہ دہقان کے بیٹے کے ساتھ مل کر تعلیم پاتا رہا۔ عربی اُس کی مادری زبان تھی۔ جس کے ادب میں بکمال بہم پہنچانا اُس کی ذہانت کے لئے کچھ مشکل نہ تھا۔ لیکن فارسی زبان پر تحریر اور تقریر میں جو قدرت اسے حاصل ہوئی اُس کے لحاظ سے بڑے بڑے مشاق اہل زبان بھی اُس پر رشک کرتے تھے شعر بھی وہ اُسی بے تکلفی سے کہتا تھا جو نثر میں اُس کا شیوہ خاص تھی ان علمی کمالات کے علاوہ شہسواری تیر اندازی اور چوگان کے فنون میں بھی وہ طاق تھا۔ دربار عجم میں اُس کے جمال صوری و معنوی اُس کی بذلہ سنجی و ظرافت اُس کی بدیہہ گوئی و حاضر جوابی کا یہ اثر ہوا کہ نوشیروان نے اُسے اپنا کاتب و ترجمان مقرر کیا اور تمام وہ اختیارات جو ایک منظور نظر ندیم کے لئے مخصوص ہوتے ہیں اِس کے حصہ میں آ گئے۔ دربار قسطنطنیہ میں عجم کی طرف سے جو سفیر مراتب صلح پر گفت و شنید کی غرض سے بھیجا گیا تھا وہ عدی بن زید تھا۔ گبن کے سحر نگار قلم نے اس سفارت کی داستان ایسے دلکش انداز میں بیان کی ہے۔ کہ

Marfat.com

اندیشہ طوالت کو بھی اُس کے اعادہ کے لئے عذر خواہی کی ضرورت نہیں۔ اُن خونریز معرکوں کی تفصیل درج کرنے کے بعد جنہوں نے جسٹینین اور نوشیرواں کو مدت العمر آپس میں دست و گریباں رکھا۔ "تاریخ زوال و ہبوط دولت روما" کا مصنف لکھتا ہے :-

"جب امن و امان قائم تھا۔ تو کجکلاہ ایران کی حیلہ جو حکمت عملی کسی ایسے بہلانے کی تلاش میں تھی جو صلح و آشتی کے کچے تاگے کو ذرا سا جھٹکا دے کر توڑ دے۔ لیکن جب تلوار اُس کے نیام سے نکل آئی تو اُس کی طرف سے اس خواہش کا اظہار ہونے لگا۔ کہ دونو سلطنتوں میں عزت و آبرو کے ساتھ مصالحانہ رشتہ قائم ہو جانا چاہیئے۔ سو دونو تاجدار ایک طرف مصروف جدال و قتال تھے اور دوسری طرف منافقانہ انداز میں ایک دوسرے پہ صلح و امن کے ڈورے ڈال رہے تھے۔ اس گفت و شنید کی میزان میں کسرے کے اقتدار کا پلہ ہمیں صاف جھکا ہوا نظر آتا ہے۔ رومی سفیر دربار مداین میں ذلتوں پہ ذلتیں اٹھا رہے تھے۔ بخلاف اس کے قسطنطنیہ میں عجمی سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی گئی اور اس کی بزرگداشت میں ایسا اہتمام کیا گیا۔ کہ بازنطینی دربار کی تاریخ اُس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ نوشیرواں کے جاہ و جلال کا ذکر ہم ان پرشکوہ الفاظ میں سنتے ہیں۔ کہ کجکلاہ عجم آفتاب مشرق ہے جو از راہ مراحم خسروانہ اپنے چھوٹے بھائی جسٹینین کو اجازت دیتا ہے۔ کہ چاند کی طرح سورج سے کسب ضیا کرکے سرزمین مغرب پہ حکمران ہو۔ اس لہجہ

Marfat.com

فخر و غرور کی تمکنت کو سفیر عجم کی بلیغ خطابت اور خسروانہ طمطراق نے سہار رکھا تھا۔ اندیگوں (عدی بن زید کی مسخ شدہ یونانی شکل ہے) کی بی بی اور بیٹیاں خواجہ سراؤں کے ایک جم غفیر اور اونٹوں کی کئی قطاروں کے ساتھ اس سفر میں اس کے ہمراہ تھیں دو نائبان سلطنت جن کے سروں پر زرنگار تاج رکھے تھے اس کے ہمرکاب تھے۔ پانچ سو چیدہ چیدہ جانباز سواروں کا ایک دستہ اس کی حفاظت کے لئے ساتھ تھا اس شاہی ٹھاٹھ کے ساتھ جب یہ قافلہ دارا میں پہنچا تو وہاں کے رومی گورنر نے ازراہ احتیاط سفیر کے فوجی ہمراہیوں میں سے صرف بیس کو شہرپناہ کے اندر داخل ہونے کی اجازت دی*

سفیر عجم نے دربار قیصری میں حاضر ہو کر کسرے کے ہدایا و تحائف پیش کئے اور اس کے بعد دس مہینے حکومت قسطنطنیہ کے ارباب حل وعقد سے مسائل مابہ النزاع پر کسی قسم کی گفتگو نہ کی۔ اگر کسی اور سلطنت کا سفیر ہوتا تو محل کی چار دیواری کے اندر نظربند کر دیا جاتا۔ اور ضروریات زندگی کے لئے بھی بازنطینی گماشتوں کی وساطت کا محتاج ہوتا لیکن عدی بن زید کو پایہ تخت میں کھلے بندوں پھرنے کی پوری اجازت تھی کسی جاسوس کا سایہ کسی سنتری کی مشایعت اس کی نقل و حرکت کی مزاحم نہ تھی۔ اور اس کے خانگی ملازموں کو بھی گفت و شنید اور خرید و فروخت کے آزادانہ اختیارات حاصل تھے۔ حالانکہ غیر سلطنت کے سفیروں کے لئے یہ آزادی اس زمانہ کے بین الاقوامی دستور کی ضد صریح تھی جسٹینین کو

نوشیرواں کے نمایندے کا اعزاز و اکرام یہاں تک ملحوظ خاطر تھا کہ عدی کے ترجمانِ کو جسے روما کا ایک مجسٹریٹ بھی خاطر میں نہ لاتا اپنے آقا کے برابر شاہی دسترخوان پر بیٹھنے کی اجازت دی گئی اور سفارت ایران کے مصارف سفر اور لوازم مہمانداری کے لئے ایک ہزار رطل طلائے احمر کی منظوری بھی دی گئی۔ لیکن عدی کی پیہم مساعی کے باوجود مدائن اور قسطنطنیہ کے درمیان صرف ایک ناقص متارکہ کی شرائط طے ہو سکیں کہ ان کی تجدید بھی بالالتزام خود دربار قسطنطنیہ کی استدعا اور بازنطینی خزانہ کی رپہلی۔ سنہری سفارش پر موقوف تھی۔ سالہا سال کی کشمکش جب ایرانیوں اور رومیوں کو اچھی طرح کمزور کر چکی پھر بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا تو آخر جسٹینین اور کسرے کو اپنے بڑھاپے پر رحم کر کے کم از کم چند روزہ عافیت کی خاطر صلح پر مجبور ہونا پڑا۔ چنانچہ ایران و روم کی سرحد پہ ایک مجلس مصالحت منعقد کی گئی جس میں فریقین نے یہ جانتے ہوئے کہ فتح کے کسی ثمرے سے متمتع ہونے کی توقع رکھنا عبث ہے۔ حسب معمول اوّل تو اپنے اپنے آقاؤں کی قوت انصاف پسندی اور صلح جوئی کا تذکرہ بڑی شد و مد سے کیا اور پھر ضرورت و مصلحت کی دوگونہ طاقت کے آگے سر جھکا کر پچاس سال کی مدت کے لئے ایک عہدنامہ یونانی اور فارسی زبانوں میں ترتیب دیا جس پر بارہ ترجمانوں کی تصدیقی مواہیر ثبت تھیں۔ اس معاہدہ میں تجارتی اور مذہبی آزادی کی حدود معین و مشخص کی گئیں۔ قیصر روم اور شہنشاہ ایران کے حلیفوں کو بھی معاہدہ کے فوائد اور ذمہ داریوں میں شریک کیا گیا

Marfat.com

اور دونو سلطنتوں کی سرحد پر اتفاقی نزاعات کے سدِّ باب یا فیصلہ کے لئے خاص طور پر احتیاطی دفعات حوالہ قلم کی گئیں۔ بیس سال کی ویران ساز مگر غیر فیصلہ کن ہنگامہ آرائی کے بعد دونو سلطنتوں کی حدود میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہونے پایا۔ اور کسریٰ نے قفقاز اور اُس کے توابع پر متصرف ہونے کے خطرناک دعوے سے دست برداری اختیار کی۔ رومیوں کو تیس ہزار دینار سالانہ خراج دینے پر مجبور ہونا پڑا۔ لیکن کجکلاہ ایران کی حرص کے لئے جس کا خزانہ مشرق کی دولت سے پٹا پڑا تھا۔ یہ ہیچ میرز رقم کچھ بہت زیادہ وجہ تسلّی نہ ہوسکتی تھی اور اس قلیل رقم کو خراج کہنا لفظ خراج کی بے آبروئی کرنا ہے۔ ایک سابقہ صحبت میں جسٹینین کے ایک وزیر نے عجمیوں کی فاتحانہ پیش قدمی کا ذکر کرتے ہوئے سیساسٹرس کے رتھ اور گردش تقدیر کا حوالہ دے کر ازراہ تعریض کہا تھا کہ انطاکیہ اور شام کے بعض شہروں کی تسخیر نے وحشیانِ عجم کا دماغ آسمان پر پہنچا دیا ہے اور وہ اپنی حد سے بہت بڑھ چلے ہیں۔ اس کا جواب سفیر ایران نے بڑی متانت سے یہ کہہ کر دیا۔ کہ آپ کو غلطی ہوئی۔ شہنشاہ عالم و عالمیاں کی نظروں میں اس قسم کی چھوٹی چھوٹی فتوحات بے وقعت محض ہیں۔ کجکلاہ ایران کی شمشیر خارا شگاف نے جن دس اقوام کو مطیع و منقاد بنایا ہے۔ اُن میں سب سے زیادہ کمزور و ناتواں ہمارے شہنشاہ کی نظروں میں رومی ہیں۔ (گبن مطبوعہ جے۔ ایم ڈنٹ اینڈ سنز لندن جلد چہارم صفحہ $\frac{321}{322}$)۔

ابوقابوس نعمان نے عالم شہزادگی میں عدی بن زید کے سامنے زانوے تلمذتہ کیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ منذر رابع کے انتقال پر عدی نے اپنے شاگرد کی تخت نشینی کے لئے دل سے کوشش کی اور اُس رسُوخ کو جو اُسے دربار مداین میں حاصل تھا کامیابی سے استعمال کیا۔ لیکن اتالیقی و شاگردی کے علاوہ عدی اور نعمان کے اور بھی تعلقات تھے۔ جن کی دلچسپ تفصیل کتاب الاغانی میں درج ہے۔ اس دل آویز تفصیل کا اجمال یہ ہے۔ کہ عدی نے ایک دن گرجا میں کہیں نعمان کی دوازدہ سالہ بیٹی ہند کو دیکھ لیا جو اپنے زمانے کی جمیل ترین عورت بیان کی جاتی ہے۔ دونوں کی نگاہیں لڑ گئیں اور حسن و عشق کے اُس ازلی رشتہ میں جو ان گرہوں سے بھرا پڑا ہے ایک اور گرہ پڑ گئی۔ بالآخر نعمان سے اجازت حاصل کی گئی اور عدی کا کلبۂ احزاں ہند کے آنے سے گلستاں ہو گیا +

منذر حیرہ کے دوسرے بیٹے جن کی اُمیدوں کا نعمان کی مسند نشینی سے خون ہو گیا تھا۔ عدی پر خار کھائے بیٹھے تھے۔ اور اُس سے بدلہ لینے کے لئے کسی مناسب موقع کی تاک میں تھے۔ نعمان کی شکی طبیعت اُن کی حاسدانہ ریشہ دوانیوں کی معاون ہو گئی اور نعمان کے بھائی اسود بن منذر کے حاشیہ نشینوں نے اُس کے دل میں عدی کی طرف سے طرح طرح کے شبہات و شکوک پیدا کر دئے۔ یہ شکوک برابر بڑھتے چلے گئے تا آنکہ عدی جسے اُس کے دشمن طنزیہ لہجہ میں "بادشاہ گر" کہ کر پکارتے تھے۔ زنداں میں ڈال دیا گیا اور کئی سال تک قید رہ کر بالآخر نعمان کے حکم سے

عین اُس وقت جبکہ ولیعہد ایران خسرو پرویز نے اپنے باپ ہرمز سے
اُس کی رہائی کے احکام حاصل کئے تھے قتل کر ڈالا گیا۔ عدی ایک
بیٹا چھوڑ مرا۔ جس کا نام اپنے دادا کی زندہ یادگار تھا۔ نعمان کی سفارش
پر خسرو پرویز نے اُسے دربار مدائن میں وزارت عرب کا جلیل الشان عہدہ
تفویض کیا۔ تلافی مافات کی اس کوشش نے اگرچہ بظاہر زید بن عدی
اور نعمان کے تعلقات خوشگوار کر دئے۔ لیکن زید کے دل سے اپنے
باپ کے قتل کی یاد محو نہ ہوسکتی تھی۔ قاتل سے مقتول کا انتقام لینا فطرت
عرب کا خاصہ تھا۔ اور وہ آواز جو اَلَا کُلُّ مَاثُرَۃٍ اَوْدَمٍ اَوْمَالٍ یُدْعٰی فَھُوَ
تَحْتَ قَدَمِیْ ھَاتَیْنِ کے ایک جلالی نعرے سے جاہلیت کو زیر وزبر کرتی
ہوئی اس فطرت کو بدل ڈالنے والی تھی ابھی پوری طرح بلند نہ ہوئی تھی۔
کجکلاہانِ عجم نقد حسن کے پرکھنے کا ایک خاص سلیقہ رکھتے تھے۔
حرم سرائے خسروی کی حجلہ آرائی کو جب کبھی عروسان نوخاستہ کے اضافہ کی
ضرورت پڑتی تھی۔ تو طول وعرض کشور میں صورت وسیرت کے اُن
محاسن کا بصراحت تمام اعلان کر دیا جاتا تھا جو نازنینان حرم میں موجود ہونے
چاہئیں۔ سہی قدانِ عرب کی طرف اُن کی نگاہ شوق ابھی تک نہ اٹھی تھی
شاہدان کا خیال تھا۔ کہ کافرادائی میں سلمےٰ لیلےٰ کو گلچہر وشیریں کی ہمتائی کا دعویٰ
نہیں ہوسکتا۔ ایک دن زید بن عدی نے موقع پاکر خسرو سے کہا کہ نعمان
کے محل میں متعدد دوشیزہ نازنینیں ایسی موجود ہیں جو ہمہ صفت موصوف
ہیں اگر حضور فرمائیں تو میں خود جا کر ایمائے خسروی نعمان کے گوش گزار

Marfat.com

کر دوں۔ لیکن ایک حاجب میرے ہمراہ کر دیا جائے۔ جو زبان عربی سمجھتا ہو۔ خسرو پرویز اس تجویز پر رضامند ہو گیا۔ اور زید عازم حیرہ ہوا ٭

نعمان سے جب زید نے اپنی سفارت کی غرض بیان کی تو لخمی غیرت جوش میں آ گئی۔ نعمان نے طیش میں آکر کہا کہ سیہ چشمان عجم کیا تمہارے لئے کافی نہیں؟ نعمان نے لفظ "عین" استعمال کیا تھا جس کے معنی موٹی آنکھ والیوں کے ہیں۔ خسرو کے حاجب نے جو عربی زبان کے نکات میں کچھ بہت زیادہ درخور نہ رکھتا تھا۔ جب زید سے اس لفظ کے معنی پوچھے۔ تو اُس انداز خاص میں جس سے احرار ہند کو آج کل سررشتۂ تفتیش جرائم کے شعبۂ ادبیہ کی سرگرمیوں نے آشنا کر رکھا ہے کہنے لگا۔ کہ عین سے مراد گائے ہے ٭

حاجب نے مدائن واپس آکر سارا ماجرا حرف بحرف خسرو پرویز کو کہ سنایا۔ یہ سُن کر کہ رئیس حیرہ نے محل سرائے شاہی کی پری چہرگان نازک اندام کو گائے سے تشبیہ دی ہے۔ خسرو آگ بگولا ہو گیا۔ غضبناک ہو کر کہنے لگا۔ کہ اس گستاخ و سرکش عرب کو بھی اتنی جرأت ہوئی کہ ہماری بیگمات کو گائیں بھینسیں سمجھتا ہے۔ اس کا غرور خاک میں نہ ملا دیا ہو تو میرا نام خسرو پرویز نہیں ٭

چند دن بعد نعمان کی دربار خسروی میں طلبی ہوئی۔ اُسے معلوم تھا کہ موت کا فرشتہ اُسے کشاں کشاں مدائن لے جا رہا ہے۔ یہاں پہنچتے ہی اُسے پابزنجیر کر کے مست ہاتھیوں کے آگے ڈال دیا گیا۔

Marfat.com

جنھوں نے پاؤں تلے کچل کر اُس کا کچومر نکال دیا۔

نعمان کی موت کے ساتھ حیرہ میں لخمیوں کے حاکمانہ اقتدار کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔ مدائن جانے سے پہلے نعمان نے اپنا سلاح جنگ اور اپنا مال و متاع قبیلہ بنو بکر کے سردار ہانی کے پاس بطور امانت رکھ دیا تھا۔ خسرو نے جب اس تمام سامان کا مطالبہ کیا۔ تو ہانی نے سماول بن عادیہ کی روش کا اتباع کرتے ہوئے جس نے اپنے بیٹے کو اپنی آنکھوں کے سامنے قربان ہوتا ہوا دیکھنا پسند کیا تھا۔ لیکن اپنے دوست امراء القیس کا زرہ بکتر اُس کے کندی حریف کے حوالے کرنا گوارا نہ کیا تھا۔ نعمان کی امانت کی حوالگی سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر خسرو نے ہانی کی سرکوبی کے لئے ایک دستہ فوج روانہ کیا۔ ذوقار پر جو حوالی کوفہ میں ایک سیر حاصل علف زار ہے کسرٰے کی فوج اور بنو بکر کے درمیان ایک خونریز جنگ ہوئی جس میں بنو بکر غالب آئے اور عجمی فوج نے شکست فاش کھائی۔

یہ ۱۰ نبوت ۶۱۰ء کا واقعہ ہے۔ اِس وقت نجم رسالت کی سوئیاں فیض رُوح القدس کی آبیاری سے پھوٹ رہی تھیں اور اس ہرے بھرے پودے کی طرف جس کی پھلوں اور پھولوں سے لدی ہوئی ٹہنیاں کسی دن سدرۃ المنتہے سے ہم آغوش ہو کر مشرق اور مغرب کو اپنے ٹھنڈے سائے کے نیچے بٹھانے والی تھیں۔ اربابِ بینش کی نظر ابھی سے اُٹھ رہی تھی۔ علامۂ طبری کا بیان ہے۔ کہ جب واقعہ ذوقار کی خبر مکہ میں

پہنچی۔ تو تاجدار کونین کی زبان مبارک پر بے اختیار یہ تاریخی الفاظ جاری ہو گئے۔ کہ آج عجم پر عرب کے غالب آنے کا پہلا دن ہے ٭

حوران قدم

حیرہ کے شاداب مضافات اور غوطہ دمشق کے زمردین سبزہ زاروں کے درمیان چھ سو میل تک ایک بھیانک صحرا پھیلا ہوا ہے۔ جس کے تپتے ہوئے بالو اور جھلسی ہوئی لوؤں کو قدیم الایام سے روما و ایران کی آستانہ داری کی مشترک خدمت سونپی گئی تھی۔ اِس ریگستان کے مغربی دامن پر بنی غسان آباد تھے۔ علم الانساب کے نکتہ آموز ناقل ہیں۔ کہ جب تاجدار سبا عمرو بن عامر ماء السما کو اپنی بی بی ظریفہ کے ایک خواب نے واقعہ سیل عرم کے حدوث سے متنبہ کیا تو وہ اس بلائے آسمانی کے نزول سے پہلے ہی ایک جم غفیر کو ساتھ لے کر مارب سے نکل گیا۔ یمنیوں کا یہ خانہ بدوش قافلہ حجاز سے گزر کر نواح شام میں پہنچا۔ جہاں اُنہوں نے اپنے ڈیرے ڈال دیئے۔ بنی غسان اِسی عمرو کی اولاد ہیں اور از بسکہ عمرو کے بیٹے جفنہ کی اولوالعزمی نے انہیں مسند حکومت پر بٹھایا تھا۔ اِس لئے وہ اپنی خاندانی عظمت کے بانی کے نام کی مناسبت سے جفنی بھی کہلاتے ہیں نواح شام میں اُن دنوں روما الکبرے کے زیر حمایت قبیلہ ضجاعمہ برسر اقتدار تھا کچھ مدت تک غسانی اس قبیلے کے اطاعت گزار رہے۔ آخر دونوں میں جنگ ہوئی۔ غسانی غالب آئے اور اُن کا سردار دربار روما کی طرف سے "پٹریشیس" (امیر کبیر) کا لقب پا کر اس علاقہ

کا حکمران مقرر ہوا۔ یہ تمام علاقہ خلیج عقبہ کے کنارے سے شروع ہو کر حلب تک چلا گیا ہے۔ اور اس میں تدمر کی وہ شاندار حکومت نقارہ شوکت بجا چکی ہے۔ جس نے اسلام سے پہلے بھی عرب کو رومتہ الکبرےٰ کا سہیم اور کچھ عرصہ کے لئے اُس کا رقیب بنا دیا تھا ؛

اردشیر بابکاں کا بیٹا شاپور اُس شہنشاہانہ عزیمت کے لحاظ سے جو ساسانیوں کے قصر اقتدار کا سنگ بنیاد تھی اپنے باپ کا خلف رشید ثابت ہوا۔ ایران کی کیانی عظمت اُس کے عہد طویل میں نئے سرے سے زندہ ہوئی اور روما کے فاتحانہ جبروت کو نواح مشرق میں لینے کے دینے پڑ گئے۔ آرمینیا کی آزاد حکومت جس کے ساتھ روما کے دوستانہ تعلقات ایک عرصہ سے چلے آتے تھے۔ اُس کی سپہگرانہ سطوت کے سامنے سربسجدہ ہو گئی اور اُس طرف سے فارغ ہو کر اُس نے رود فرات کے مغربی کنارے پر روما کی فوجی چوکیوں کو تہس نہس کرنا شروع کیا۔ شاپور کی بیدردانہ قساوت نے تاریخ سے ذوالاکتاف کا لقب حاصل کیا ہے۔ کتف عربی میں شانے کو کہتے ہیں۔ جس کی جمع اکتاف ہے اُس کا قاعدہ تھا۔ کہ اپنے بدنصیب حریفوں کے شانے اکھڑوا دیا کرتا تھا۔ لیکن جو سلوک اُس نے شہنشاہ روما قیصر ولیریئن کے ساتھ کیا اُس کی بنا پر وہ کسی اس سے بھی زیادہ معنی خیز لقب کا مستحق ہے ؛

آرمینیا جیسے وفادار حلیف کی خانماں بربادی اور اپنی مشرقی سرحد کی تباہی کے ذلت آگین نظارہ کی تاب نہ لا کر ولیریئن جو یورپ میں

دریائے رائن اور دریائے ڈینیوب کے سرحدی استحکامات کی طرف سے مطمئن تھا۔ پیرانہ سری کے باوجود ایک بہت بڑا لشکر لے کر خود شاپور کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ ۲۶۰ء میں رود فرات کو عبور کر کے وہ ایڈیسا پہنچا جسے آج کل اُرفا کہتے ہیں۔ تاجدار ایران کی فوجیں جن کے حوصلے متواتر فتوحات نے بڑھا رکھے تھے۔ اُس پر ٹوٹ کر گریں۔ گھمسان کا رن پڑا اور ویلیریئن کی فوج نے نقصان بے حساب اُٹھا کر ہتھیار ڈال دئے۔ خُود ویلیریئن قید کر لیا گیا اور روما کے خالی تخت پر ویلیریئن کی جگہ پر کرنے کے لئے شاپور کی طرف سے انطاکیہ کا ایک گمنام رُومی مفرور سیریاڈیز نامزد ہوا۔ اور چونکہ روما کی قدیم روایات کے بموجب ہر نئے تاجدار کی نامزدگی سرداران فوج کی تصدیق کی محتاج ہوتی تھی۔ اسلئے شاپور کے منظور خاطر اُمیدوار کے لئے سپر انداختہ رومی فوج کی رضامندی حاصل کر لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔ سیریاڈیز کی قوم فروشی نے شاپور کی پیش قدمی کا رستہ صاف کر دیا اور وہ ایشیا کوچک کو حوالۂ تیغ و آتش کرتا ہوا چند ہی یلغاروں میں شامی ایشیا کے ساحلوں تک پہنچ گیا۔ روما کے زرخیز ترین مشرقی صوبوں کی بے شمار دولت سمیٹ کر اور ہزاروں رومیوں کو لونڈی غلام بنا کر وہ بہزاراں طنطنہ و طمطراق اپنے پایہ تخت مدائن میں پہنچا +

انقلاب روزگار کا یہ بھی ایک عجب عبرت انگیز نظارہ تھا شاپور کے جلیل القدر قیدی ویلیریئن کو بدستور قبائے ارغوانی میں جو قیصریت کا امتیازی

Marfat.com

نشان بنا بلتبس رہنے دیا گیا تھا۔ لیکن پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ تماشائیوں کے ہجوم کے لئے قیصر روم کی اس انتہائی ذلّت کی نمائش پر بھی شاید شاپور کا کبر قانع نہ تھا۔ اس لئے کہ گھوڑے پر سوار ہونے سے پہلے ہر وقت وہ ولیریئن کی گردن پر اپنا جوتا رکھ دیتا تھا۔ آخر جب اس رُوح فرسا ذلت اس جاں گسل رنج کے تو بر تو صدموں نے ولیریئن کی حیات مستعار کا خاتمہ کیا تو شاپور نے اُس کی کھال کھنچوا کر اُس میں بھُس بھروا دی اور رومتہ الکبریٰ کی ذلت و خواری کے اس مجسمہ کو ایران کے سب سے بڑے آتش کدہ میں کئی نسلوں کے لئے عجم کی نخوت و رعونت کی یادگار کے طور پر رکھوا دیا*

مشرق اس وقت شاپور کا نام سُنتے ہوئے تھراتا تھا۔ مغرب اس کی قہرمانی کے تصوّر سے لرزہ براندام تھا۔ تدمر کے امیر کبیر عمرو بن ظرب بن حسان بن اُذینہ نے جس کو لاطینی تاریخ اوڈی نیتھس کا نام دیتی ہے نادر اور گراں بہا تحایف کے پشتاروں سے لدے ہوئے اونٹوں کی ایک قطار بطور اظہار اطاعت فاتح ایشیا کی خدمت میں روانہ کی اور اس کے ساتھ ایک عریضہ بھی بھیجا جس کا لہجہ اگرچہ مودبانہ تھا۔ لیکن غلامانہ لابہ گری کی آلائش سے بالکل پاک تھا۔ جب یہ سفارت کجکلاہ عجم کے دربار میں پہنچی اور اُذینہ کی عرضداشت اُس کی نظر سے گزری اُس نے غضبناک ہو کر تمام ہدایا و تحائف دریائے فرات میں پھنکوا دئے اور گرج کر کہا کہ یہ اُذینہ کون ہے جو ہمارا غلامان غلام ہو کر ہماری بارگاہ

یں مکتوب بھیجنے کی جرأت کرتا ہے۔ اگر اُسے اپنی جان کی خیر مطلوب ہے تو اُسے چاہیئے۔ کہ بلا درنگ وتاخیر کسی ہوئی مشکوں کے ساتھ ہمارے آستانہ پر حاضر ہو اور ہمارے قدموں پر اپنا سر رکھ دے ورنہ ہم اُس کا اور اُس کی تمام نسل کا نام ونشان دُنیا سے مٹا دینگے اور اُس کا تمام ملک جلا کر خاک سیاہ کر دینگے +

قیصر کا جھکا ہوا سر کسریٰ کے نعلین کے بوجھ کا متحمل ہو سکتا تھا۔ لیکن اذینہ کا خمیر مایہ خاک عرب سے اُٹھایا گیا تھا۔ بدوی حمیت اس توہین کو گوارا کرنے کے لئے طیار نہ تھی۔ اذینہ نے تدمر سے نکل کر عجمی خیمہ گاہ کا رخ کیا۔ لیکن نہ عبودیت کے اُس تذلل کے ساتھ جس کی نمائش پر شاپور کی رعونت کو اصرار تھا بلکہ جان سپارانہ خودداری اور متہورانہ ایثار کی ایک نئی شان کے ساتھ جو اب تک تاجدار ایران کے دیکھنے میں نہ آئی تھی +

قومی غیرت کے بھڑکتے ہوئے شعلہ نے عربوں کے تن بدن میں آگ سی لگادی اور اذینہ نے شام کے قریہ قریہ اور ریگستان کے خیمہ خیمہ میں اپنی روح پھونک کر ایک زبردست فوج فراہم کر لی جو کئی جماعتوں میں تقسیم ہو کر شاپور کے لشکر کے لئے بلائے جان بن گئی۔ عربوں کے پے در پے کئی حملوں میں عجمی فوج کو بہت بڑا نقصان اُٹھانا پڑا اور بے ترتیبی کے ساتھ پسپا ہو جانے کے سوائے اُس کے لئے اور کوئی چارہ نہ رہا۔

Marfat.com

جس اذینہ کو شاپور نے کچھ ہی دن پہلے حقیر و ناتواں سمجھ کر ذلیل و رسوا کرنا چاہا تھا اُس کے ہاتھوں اب وہ خود ایسا رسوا ہُوا کہ نہ صرف بدحواسی کے عالم میں اپنے خزائن کی ایک مقدار کثیر سے دست بردار ہونے پر مجبور ہُوا۔ بلکہ حرم سرائے خسروی کو بھی غنیم کی دستبرد سے نہ بچا سکا جس پر چھاپہ مار کر اذینہ کے لشکری کئی مہ جمال نازنینوں کو اُڑا لے گئے۔ آخر خُدا خُدا کر کے شاپور نے فرات کو عبور کیا اور اذینہ اُسے مدائن کی دیواروں تک پُہنچا کر فتح و نصرت کے شادیانے بجاتا ہُوا رہگرائے تدمر ہُوا +

روما پر عرب کا یہ اتنا بڑا احسان تھا۔ کہ مصالح سلطنت اس کے اعتراف کی موزونی پر امتیاز قومیت کو قربان کرنے کے لئے مجبور ہوئے اذینہ کی عظیم الشان فتوحات کے صلہ میں گلینس نے جو اپنے باپ ویلرین کے بعد تخت پر بیٹھا اُسے عرب ہونے کے باوجود اگسٹس کا شاہی لقب دے کر مشرق میں اپنا نائب السلطنت مقرر کیا۔ اور اور یہ نیابت جو اذینہ کی خود مختارانہ حیثیت کو رومتہ الکبرے کے شہنشاہانہ تفوق سے چھپانے کا محض ایک بہانہ تھی رفتہ رفتہ تصنع کے عنصر سے یہاں تک پاک ہو گئی۔ کہ اذینہ نے مرتے وقت روما سے استمزاج کئے بغیر اپنی جلیل القدر ملکہ زینب کو اپنا جانشین مقرر کیا جو روما کی تاریخ میں زنوبیا کے نام سے مشہور ہے +

زینب نے جو حُسن و جمال علم و فضل عقل و دانش عزیمت و شجاعت اور

Marfat.com

عصمت و پاکدامنی میں روئے زمین پر نظیر نہ رکھتی تھی۔ جس طرح اپنے اولوالعزم شوہر کے نقش قدم پر چل کر روما کے مشرقی صوبوں کو باسفورس سے لے کر فرات تک ایک خود مختار سلطنت کے درجہ تک پہنچائے رکھا۔ جس طرح تدمر اُس کے عہد فرمانروائی میں متمدونوی اور رُومانی تہذیب کا ایک شاندار مرکز بن گیا۔ جس طرح گلینس کے جانشین آرلیئن نے ہاتھ سے نکلے ہوئے مشرقی صوبوں کی تسخیر مکرر کے لئے تدمر پر چڑھائی کی۔ جس طرح ایک طویل اور خونریز جنگ کے بعد زینب نے شکست کھائی۔ جس طرح آرلیئن اُسے قید کر کے روما لے گیا۔ جس طرح قیصر کے جلوس فتح کے ہمراہ اس اسیر زنجیر طلائی کی نمائش ہوئی۔ تمام واقعات اگرچہ بے حد دلچسپ ہیں۔ لیکن اس مجلہ مختصر میں اُن کی تفصیل کے لئے گنجائش نہیں نکالی جاسکتی۔ صرف اتنا کہہ دینا کافی ہوگا۔ کہ عرب کے لئے اسلام تو باعث صد ہزار نازش ہے ہی۔ لیکن وہ جاہلیت پر بھی فخر کر سکتا ہے جس کی بے سرو سامانی کو کسریٰ کی رقابت اور قیصر کی ہم چشمی کا دعوےٰ رہ چکا ہے ؂

تیسری صدی سے لے کر چھٹی صدی تک لخمی اور غسانی حکومتوں کی رقیبانہ باہم آویزی میں مشرق و مغرب کی میزان اقتدار کا پاسنگ بنی ہوئی نظر آتی ہے۔ منذر ابن ماء السما فرمانروائے حیرہ کی غارتگرانہ دستبرد سے پریشان ہو کر جسٹینین نے علاقہ شام کی حفاظت حارث ابن ابی شمیر کے سپرد کی جو لنگ کرنے کے باعث حارث الاعرج کہلاتا

ہے۔ اور غسانیوں میں اُس کا وہی پایہ ہے جو لخمیوں میں اس کے حریف منذر ابن ماء السما کا ہے۔ حارث ۵۲۹ء سے لے کر ۵۶۹ء تک مسند نشین رہا اور اس عہد طویل کا بڑا حصہ اُس نے منذر کے ساتھ معرکہ آرائی میں گذارا جس کا انجام ابن قتیبہ نے بالفاظ ذیل بیان کیا ہے :-

حارث الاعرج ملوک بنی غسان میں سب سے زیادہ اچھا سب سے زیادہ اقبالمند اور سب سے زیادہ عیار فرمانروا تھا۔ اُس کے عہد میں غسانیوں کی غارتگرانہ تاخت کی حدود پہلے سے بہت بڑھ گئی تھیں چنانچہ ایک مرتبہ اُس نے خیبر پر چڑھائی کی اور بے شمار خیبریوں کو اسیر کر کے لے گیا۔ لیکن شام پہنچ کر یہ تمام قیدی آزاد کر دئیے۔ جب منذر ابن ماء السماء ایک لاکھ فوج کے ساتھ اُس کے مقابلہ کو آیا تو اُس نے ایک سو جانبازوں کو خاص ہدایات کے ساتھ اپنے حریف کی طرف روانہ کیا۔ ان میں مشہور شاعر لبید بھی شریک تھا۔ بظاہر یہ جماعت صلح کا پیغام لے کر آئی تھی۔ لیکن منذر کے خیمہ میں پہنچتے ہی اُنہوں نے منذر اور اُس کے مصاحبوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر گھوڑے ڈپٹاتے ہوئے نکلے اور بچ نکلنے کی اس کوشش میں کچھ تو کامیاب ہوئے اور کچھ مارے گئے۔ غسانی رسالہ نے اس افراتفری میں جو منذر کے قتل سے اُس کی فوج میں پڑ گئی تھی۔ لخمیوں کو اپنے نیزوں کی نوک کے آگے رکھ لیا اور اُنہیں میدان جنگ سے بھگا دیا۔

Marfat.com

افیسس کے مسیحی اسقف یُوحنا کی زبانی ایک روایت ہم تک پُہنچی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حارث کے اقبال نے رومیوں پر اپنا ایسا سکہ بٹھا رکھا تھا۔ کہ مائیں بچّوں کو ڈرانے کے لئے اُس کا نام لے دینا کافی سمجھتی تھیں۔ اپنی زندگی کے پچھلے دنوں میں حارث کو اپنی جانشینی کا مسئلہ طے کرنے کے لئے قسطنطنیہ جانے کا اتفاق ہُوا اہل شہر اور خصوصاً قیصر کے بھانجے جسٹن پر اُس کی مرعوب کُن شخصیت نے غیر معمُولی اثر ڈالا۔ چُنانچہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ کئی سال بعد جب جسٹن کبر سنی کی وجہ سے مختل الحواس ہو گیا۔ تو محل شاہی کے خواجہ سرا اُس کی ہذیان سرائی کے وقت صرف اس ایک فقرے سے اُسے خاموش کرادیا کرتے تھے۔ کہ چُپ رہو۔ ورنہ اریتھاس (حارث) تُمہیں پکڑ لے جائیگا۔

حارث کے بعد غسانی حکومت اُس کے بیٹے منذر کو ملی جس نے اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر ۵۷۰ء میں حیرہ کے نئے فرماں روا قابوس بن ہند کو شکست دینے سے لخمی و غسانی رقابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ لیکن زیادہ زمانہ گزرنے نہ پایا تھا۔ کہ بازنطینی دربار سے اُس کے تعلقات کشیدہ ہو گئے اور یہ کشیدگی یہاں تک بڑھی کہ اسے طوعاً و کرہاً قسطنطنیہ جانا پڑا جہاں پُہنچ کر وہ قیصر کے حکم سے صقلیہ میں نظر بند کر دیا گیا۔

آل جفنہ کا آخری تاجدار جبلہ بن الایہم ہے جس نے ساسانی اور

Marfat.com

بازنطینی سلطنتوں کی کشمکش میں اپنا آبائی فرض انجام دیا۔ یہ وہی جبلہ ہے۔ جو حلقہ بگوش توحید ہو کر حضرت فاروق اعظم کے دربار میں حاضر ہوا تھا اور اسلام کی مساوات کو جس کی سطح پر شاہ و گدا پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آتے ہیں۔ تہذیب انسانی کے صحیح تصوّر کی ضد پا کر مرتد ہو گیا تھا۔ لیکن اُس کے مدینے آنے راہ چلتے میں ایک غریب بدو کو اپنے دامن پر نادانستہ پاؤں رکھ دینے کی پاداش میں طمانچہ مارنے بدو کے استغاثہ پر دربار فاروقی سے مستغیث کے ہاتھوں اسی سلوک کے لئے طیار ہو جانے کا فرمان قضا توامان سننے۔ اس حکم کو اپنی شان خسروانہ کی توہین سمجھنے۔ اور اس کے امتثال سے اعراض کرنے کے لئے شبا شب فرار ہو کر قسطنطنیہ میں جا پناہ لینے کا واقعہ عہد خلافت کی تفصیلات سے تعلق رکھتا ہے۔ جو ہمارے مَوضُوع سے خارج ہیں ؞

رومتہ الکُبرےٰ

رومتہ الکبرےٰ کی بُت پرستانہ روایات میں حدود ارضی کے رب النوع ٹرمینس کا مرتبہ تمام دیوتاؤں سے بڑھا چڑھا کر دکھایا گیا ہے چنانچہ علم الاوثان کے راویوں کا بیان ہے۔ کہ ایک مرتبہ جب دیوتاؤں کا ایک عظیم الشان دربار منعقد ہوا۔ اور ہر ایک کے لئے درجہ بدرجہ نشست تجویز کی گئی تو ٹرمینس کو اس بھری محفل کی صدارت پر اصرار ہوا اور باوجودیکہ مہادیوتا جوپیٹر کی جلالت قدر کے آگے تمام دُوسرے

دیوتاؤں کا سر جھکا ہوا تھا۔ لیکن ٹرمینس نے اُس کی بھی پروانہ کی بلکہ اپنی ضد پر برابر اڑا رہا۔ ٹرمینس کے اس ہٹیلے رویہ سے کہانت عہد کہن نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ دولت روما کی حدود ایک دفعہ ایک خط پر قائم ہو کر کبھی پیچھے نہیں ہٹ سکتیں۔ اُن کے لئے بڑھنا یقیناً آسان ہے۔ مگر گھٹنا ابداً ممکن نہیں ٭

سات سو سال تک جانشینانِ رومیولس اسی جہان کشایانہ حکمت عملی پر کاربند رہے۔ شمال جنوب مشرق مغرب جس طرف بھی نظر اٹھتی تھی روما کے قشون قاہرہ کی غیر محدود پیش قدمی توسیع سلطنت میں سرگرم دکھائی تھی۔ ملک پر ملک مسخر ہوتے چلے جاتے تھے۔ قوموں پر قومیں روما کی غلامی کا اقرار کرتی چلی جاتی تھیں اور ظاہر بین نگاہوں کو محسوس ہونے لگا تھا کہ ساری دُنیا کا ٹرمینس کے قدموں پر سر رکھ دینا صرف چند دن کی بات ہے ٭

آرزوئے تسخیر عالم کی اس شراب ہفت صد سالہ کا نشہ اوّل اوّل آگسٹس کے عہد میں ہرن ہوا۔ رومی فوجوں کی سیل جرار ریگ زار بطحا میں جذب ہو کر رہ گئی۔ ٹرمینس جس کی رگ گردن جوپیٹر تک کو اپنی اینٹھ دکھا چکی تھی۔ عرب کے دیوتا ہبل کی ایک ہی زبردست ٹکر میں چاروں شانے چت نظر آیا۔ یورپ کے شمال میں بھی علاقہ ماورائے رود رائن کے وحشیوں کے ہاتھوں آگسٹس کے لشکر کو زک اٹھانی پڑی۔ اس دوگونہ رنج و عذاب کا جو اثر اُس کے قلب پر ہوا اُس کا

Marfat.com

اندازہ اُس کی وصیت سے کیا جا سکتا ہے۔ جس میں وہ اپنے جانشینوں کو مشورہ دیتا ہے۔ کہ سلطنت کی حدود مغرب کی طرف ساحل بحر اوقیانوس شمال کی طرف دریائے رائن اور دریائے ڈینیوب کے خطوط آبی مشرق کی طرف رود فرات کے کناروں اور جنوب کی طرف افریقہ و عرب کے ریگستانوں سے تجاوز نہ کرنے پائیں ۔

برطانیہ کو ملا کر جسے پہلی صدی عیسوی میں کلاڈئس نیرو اور ڈومیشین کی چہل سالہ فوج کشی کے تسلسل نے روما کے توابع پر مستزاد کیا جب ہم ان وسیع حدود پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام وہ ممالک جو زمانہ حال کے جغرافیہ میں انگلستان۔ پرتگال۔ اسپین۔ فرانس سوئٹزرلینڈ۔ اٹلی۔ جنوبی آسٹریا۔ سرویہ۔ بلغاریہ۔ البانیہ۔ یونان تھریس۔ مقدونیہ۔ ایشیائے کوچک۔ شام۔ فلسطین۔ مصر۔ طرابلس تونس۔ الجیریا اور مراکش کے نام سے موسوم ہیں۔ رومتہ الکبریٰ کے زیرنگیں تھے۔ یہ عظیم الشان سلطنت دریائے ٹیمز سے لے کر دریائے فرات تک تین ہزار میل کے طول اور کوہ الپس سے لے کر جبل طاس تک دو ہزار میل کے عرض میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا رقبہ سولہ لاکھ مربع میل سے اُوپر تھا۔ منطقہ معتدلہ کی جاں فزا برودت اور دل کشا حرارت کے امتزاج نے اس کی ہر ولایت کو خلاصہ ہر کشور بنا رکھا تھا۔ بنی آدم کی شجاع و جمیل نسلوں کے ان گنت افراد اس میں آباد تھے۔ یونان کے علوم و فنون اور صنائع و بدائع اس نے ترکہ میں

Marfat.com

ہیں ملے تھے پختہ سڑکوں کا ایک شاندار سلسلہ جو اونچے سے اونچے پہاڑ کی چوٹی اور چوڑے سے چوڑے دریا کے پاٹ کو یکساں سہولت کے ساتھ قطع کرتا ہوا چلا گیا تھا اس کے طول و عرض سلطنت میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کی معدنی زراعتی و صنعتی دولتیں سمٹ سمٹا کر روما کی طرف کھنچی چلی جاتی تھیں جو اس بدیع المنزلت خسروانی نظام کا اعجوبہ روزگار مرکز تھا کوئی سلطنت جو مختلف ملکوں اور مختلف قوموں سے مرکب ہو زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ فوجی قوت اور اقتصادی فلاح کے ساتھ ساتھ مذہبی رواداری اور نسلی مساوات کے مصالح عالیہ اس کے نصب العین نہ ہوں۔ ۷۵۳ء قبل مسیح سے لے کر جو آئزک نیوٹن کے اندازہ کی رو سے روما کی تاریخ بنیاد ہے ۱۴۵۳ء تک جبکہ محمدؐ فاتح کی ید اللہی نے توحید کا جھنڈا ایا صوفیہ کے فلک نما گنبد پہ جا گاڑا دولت روما کی مجموعی عمر دو ہزار سال ہوتی ہے۔ اور اگرچہ عمل انحطاط ایک ہزار سال کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا سلطنت مغربی اور مشرقی دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ شمالی وحشیوں کے خروج نے مغربی حصہ کو تباہ و برباد کر کے متعدد حکومتیں قائم کر لی تھیں اور پانچویں صدی میں جولیس سیزر اور آگسٹس کے جاہ و جلال کی نام لیوا صرف دولت مشرقیہ باقی رہ گئی تھی جس کا پایۂ تخت قسطنطنیہ تھا۔ لیکن اتنی طویل مدت تک بھی ایک متحد الترکیب نظام سیاسی کا برقرار رہنا جو برطانیہ سے تا بہ عراق پہنچا ہوا اور آرمینیا سے چل کر مراکش پر جا منتہی ہوتا ہو بجائے خود ایک محیر العقول واقعہ ہے۔ اس درازی عمر کے لئے

دولت روما اپنی دور اندیشانہ اور روادارانہ حکمت عملی کی رہین منت ہے جس کی کوشش عصر جدید کے مغربی کشور کشاؤں کی استعماری سرگرمیاں کرتی ہیں اور بے فائدہ کرتی ہیں ❖

اس حکمت عملی نے رُومی حُریت کو جو یونان قدیم کے اصُول جمہوریت کے اتباع میں ایتھنز کی طرح صرف شہر روما کی چار دیواری تک محدود تھی بتدریج وسعت دے کر پہلے اقصائے اٹلی میں پھیلا اور غلاموں کو چھوڑ کر باقی تمام باشندوں کو روما کی شہریت کے ترجیحی حقوق عطا کئے۔ پھر رفتہ رفتہ اس تمدن کے ریشمی ڈورے سلطنت کے طول و عرض پر ڈالنے شروع کئے تاآنکہ روما کے یُورپین ایشیائی اور افریقی مقبوضات ایک قانون کے حیطہ عمل میں آگئے جو نسلی امتیازات کی مکروہ آلائشوں سے پاک تھا جس کی نظروں میں کالے اور گورے ایک حیثیت رکھتے تھے۔ جس کو جوپٹیر آسیرس اور اپالو سے یکساں عقیدت تھی اور جس نے ایلاگبیلس کے سر پر تاج شہنشاہی رکھ کر ثابت کر دیا۔ کہ ایک شامی عرب بھی قیصر رُوم ہو سکتا ہے ❖

قسطنطین اوّل (المتوفی ۳۳۷ء) جس کی سپہگرانہ قابلیتوں نے دربار تاریخ سے اعظم کا واجبی لقب حاصل کیا ہے اور جس کی یاد بانیٔ قسطنطنیہ ہونے کے لحاظ سے رہتی دنیا تک قائم رہیگی پہلا وہ تاجدار ہے جس کی سیاسی مصلحتوں نے بت پرستی پر مسیحیت کو ترجیح دے کر کلیسیائے عیسوی کا دنیوی اقتدار برطانیہ سے لے کر عراق تک قائم

کیا اور جس کے شاندار عہد میں دولت روما اپنی پوری مغربی و مشرقی وسعت کے ساتھ ایک مسیحی فرمانروا کی حکم بردار ہوئی۔ دُوسرا مسیحی قیصر جس نے قسطنطین کی روایات کے روشن چہرے کو داخلی اور خارجی فتنوں کے غبار سے پاک کیا تھیوڈوسیس اوّل ہے جس کے عہد میں دنیائے روما کو آخری مرتبہ ایک حکمران کی ماتحتی میں مرکزی قوت نصیب ہوئی۔ تھیوڈوسیس کا انتقال ۳۹۵ء میں ہُوا اور اُس کے مرنے پر سلطنت اُس کے دو بیٹوں میں تقسیم ہوگئی۔ آرکیڈئیس کے حصّہ میں مشرق آیا۔ جس کا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا اور ہنورئیس کو مغرب ملا جس کا دار الحکومت روما تھا۔

ہنورئیس اور اُس کے جانشینوں کی مجموعی میعاد حکومت پچاس سال ہوتی ہے۔ اس نصف صدی کی تاریخ دولت روما کی مغربی شاخ کے زوال و ہبوط کا انقلاب انگیز افسانہ ہے۔ صقلبی بربریت جو قیصران رُوم کے فوجی استحکامات اور دانشمندانہ تدابیر کی مقاومت کے لئے ایک مدت دراز سے بیتاب چلی آتی تھی۔ رُومی تمدّن کے ان قوا کو ضعیف و فرسُودہ پاکر شمالی جنگلوں اور شمالی و مشرقی بیابانوں سے اس طرح جھپٹی جیسے بپھرا ہُوا شیر کچھار سے نکلتا ہے۔ وسط ایشیا کے خانہ بدوش تاتاری انبوہ سویڈن۔ ناروے اور جرمنی کے خونخوار اور قوی ہیکل قبائل پولینڈ اور روس کے تند خو اور جنگجو وحشی ڈینیوب اور رائن کے اُس پار رومانیہ سے لے کر ہالینڈ تک چھائے ہوئے تھے۔ اب تک روما کے اقتدار کی

حفاظت ایک ایک ایسا فرمانروا کرتا چلا آیا تھا۔ جس کے سپہگرانہ جوہر اور دماغی قابلیتیں اس گوناگوں خطرے کی روک تھام کرتی رہی تھیں۔ لیکن جولیس سیزر کے جانشین اب ان کمالات سے محروم ہو چکے تھے۔ خود تھیوڈوسیئس کے شاندار عہد حکومت کو بھی زیادہ سے زیادہ اُس روایتی عصا سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ جس نے سلیمان علیہ السلام کے جسد بے جان کو سہارا رکھا تھا۔ روما کی روایات عظمت کا پشتہ ٹوٹتے ہی وحشی حملہ آوروں کا سیلاب اُمڈا اور ایک ہی ریلے میں اس کے مغربی تمدن کو بہالے گیا۔ افریقہ۔ اسپین فرانس۔ اٹلی۔ آسٹریہ۔ ہنگری سب کے سب ان وحشیوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندے گئے۔ رومتہ الکبرےٰ کے نہال دولت کی شاخ مغربی کٹ گئی اور مسند روما پر پہلی مرتبہ ایک وحشی سردار اڈولیسر بیٹھا ہوا نظر آیا۔

دولت روما کا اطلاق اب یورپ میں اُن ممالک پر ہونے لگا جو دریائے ڈینیوب کے جنوب میں بحر ایڈریاٹک کے مشرقی ساحل سے لے کر قفقاز تک پھیلے ہوئے تھے۔ ایشیائی مقبوضات بدستور وہی رہے جو پہلے سے چلے آتے تھے۔ افریقی ولایتوں میں صرف مصر کا تعلق دربار قسطنطنیہ سے برقرار رہا۔ روما جو سلطنت کی اصلی وجہ تسمیہ تھا۔ اگرچہ اغیار کے قبضہ میں جا چکا تھا۔ لیکن آرکیڈیس اور اُس کے جانشین اب بھی قیصران رُوم ہی کے لقب سے ملقب تھے۔ اور اس اعتبار

ہے کہ قسطنطنیہ کا محل وقوع بازنطیم نام کا ایک گاؤں تھا۔ اُن کے دربار
کو بازنطینی بھی کہتے ہیں ؟

جن وحشی اقوام کی غارتگرانہ تاخت نے ہنوریئس کے آبائی ترکہ پر
دست تصرف دراز کیا تھا۔ اُن کی للچائی ہوئی نگاہیں آرکیڈئیس کی میراث
پر بھی رہ رہ کر اٹھتی تھیں اور اگر اُن کے بس کی بات ہوتی تو قسطنطنیہ
کا بھی وہی حشر ہُوا ہوتا جو روما کا ہو چکا تھا۔ لیکن قسطنطنیہ کے قدرتی
استحکامات جن کی پشتیبانی کے لئے ایک متمدن سلطنت کی ان گنت
قوتیں موجود تھیں اُن کی سعی لاحاصل سے ہراساں نہ ہو سکتے تھے پھر
بھی وہی زہر جس نے روما کا کام تمام کیا تھا۔ بتدریج قسطنطنیہ کے رگ و
پے میں بھی سرایت کر رہا تھا۔ دولت مشرقیہ کی آخری ساعت صرف
ایک مدت کے لئے ٹل گئی تھی۔ ورنہ اُس کا آنا موت کی طرح یقینی
تھا۔ اور اہل بینش کو اس کے آثار اسی وقت نظر آ رہے تھے۔
تاجداران قسطنطنیہ کی یزداں نشناس فرعونیت۔ اُمرا کا تعیش۔
غربا کی فلاکت۔ توانائوں کی چیرہ دستی۔ ناتوانوں کی کس مپرسی اعضائے
حکومت کا استبداد۔ رعایا کی درماندگی۔ یہ اور اسی قبیل کے دوسرے
اسباب جنہیں ظاہر پرستوں کی نظر سے خسروانہ تجمل کے ایک زرنگار
پردے نے چھپا رکھا تھا۔ سلطنت کی جڑ کو گھن کی طرح کھائے چلے
جاتے تھے۔ اس تجمل کا نقشہ چوتھی صدی کے خاتمہ پر کلیسائے مسیحی
کے ایک مشہور رکن سینٹ کریساسٹم نے اپنے بلیغ الفاظ میں یوں

Marfat.com

کھینچا ہے :۔

شہنشاہ کی پیشانی سونے کے ایک مکلل بجواہر تاج سے مزین ہے ہے۔ جس کی قیمت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ یہ مرصّع تاج خلعت ارغوانی کی طرح صرف اُسی کے جسم مقدس کے لئے مخصوص ہے شہنشاہ کے لباس کے لئے نفیس ترین ساخت کا حریر استعمال کیا جاتا ہے۔ جس پر زر دوز اژدہوں کی تشبیہیں بنی ہوئی ہیں۔ اُس کا تخت سراپا طلائے احمر ہے۔ محلسرا سے وہ اپنے اعیان دولت خدام ادب اور جیش رکاب کے حلقہ میں برآمد ہوتا ہے۔ ان کے برچھے ان کی ڈھالیں ان کی زرہیں اور ان کے گھوڑوں کے ساز و یراق اور لگامیں یا تو طلائی ہیں یا مطلا۔ ڈھالوں کے عین وسط میں ایک بہت بڑا محدب نقش نظر آتا ہے۔ جس کے گرد اگرد چشم انسان کے مشابہ متعدد ابھرواں نقش بنے ہوئے ہیں۔ شہنشاہ کے سواری کے رتھ کو زربفت سے جگمگائے ہوئے دو سفید براق خچر کھینچتے ہیں۔ رتھ ٹھوس سونے کا ہے۔ اور جب اس کے ارغوانی پردوں۔ برف سے زیادہ اُجلے قالینوں اور مرصّع و مذہب ساز و سامان پر تماشائیوں کی نظر پڑتی ہے تو اس کی زرافشاں حرکت سے اُن کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ شہنشاہ جب تخت سلطنت پر جلوس کرتا ہے۔ تو اُس کا ساز و سلاح اُس کے اسپان خاصہ اور اُس کا محافظ دستہ فوج اُس کے پیچھے ہوتا ہے اور اس کے شکست خوردہ پابزنجیر دشمن اُس کے قدموں پر سر رکھے نظر آتے ہیں ۔

آرکیڈئیس کے دربار کی اس نظر فریب تصویر کا دوسرا رُخ دیکھنا ہو تو اُس فرمان کی عبارت پڑھ لینی کافی ہے۔ جو ایک تنبہ حال اور ستمزدہ رعیت کی روزافزوں بددلی کے لازمی نتائج کے سدباب کے لئے آرکیڈئیس نے صادر کیا تھا۔ اس فرماں کی دفعات سہ گانہ کا خلاصہ ملاحظہ ہو:۔

(۱) ہر وہ شخص جو سلطنت کی رعایا یا باشندگانِ ممالک غیر کے ساتھ کسی ایسے شخص کی جان لینے کی نیت سے سازباز کریگا جس کا شمار اعضائے حکومت میں ہو۔ وہ بغاوت کے جرم میں مستوجب سزائے موت ہوگا اور اُس کی جائداد ضبط کرلی جائیگی +

اعضائے حکومت کی ہمہ گیر اصطلاح کے مفہوم میں قیصر رُوم کا مقدس وجود اور اُس کے جلیل القدر وزرا اور عمایدِ سلطنت کی متبرک شخصتیں تو خیر شامل تھیں ہی لیکن محل شاہی کے حاجب اور خواجہ سرا اور صوبہ جات کے فوجی افسر اور نظمائے عدالت اور معمولی درجہ کے عمال حکومت بھی اسی زمرہ میں شریک تھے۔ اور ازبسکہ اس مطلق العنان برادری کے مظالم ناروا کے خلاف کسی بدبخت کی صدائے احتجاج کا قیصر کے کانوں تک پہنچنا محال تھا۔ اسلئے عمال حکومت پر حرف گیری کرنا بھی بغاوت کا ہم معنی تھا +

(۲) بغاوت سے مراد باغیانہ فعل کا صدور ہی نہیں۔ بلکہ اس کے مفہوم میں باغی کی نیت بھی داخل ہے۔ اور دونو حالتوں میں مجرم کو ایک سزا بھگتنی ہوگی۔ اگر کسی شخص کو کسی سازش کا علم ہوگا

Marfat.com

اور وہ فی الفور اس کی اطلاع حکومت کو نہ کریگا تو وہ جرم بغاوت کا مرتکب سمجھا جائیگا۔ اور اگر کوئی شخص کسی ایسے مجرم کی معافی کی سفارش کریگا۔ تو وہ خود بھی ہمیشہ کے لئے سلطنت کا بدخواہ اور ملک کا دشمن متصور ہوگا ۔

(۳) مجرمان بغاوت کی اولاد نرینہ کو بھی اگرچہ اپنے والدین کی سزا میں شریک ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ بیٹوں کا اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنا ایک امر طبعی ہے۔ لیکن از راہ مراحم خسروانہ ہم اُن کی جاں بخشی کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ہم اُنہیں باپ یا ماں کی جائداد کی طرف سے محرُوم الارث قرار دے کر حکم دیتے ہیں۔ کہ کسی قرابت دار یا کسی اجنبی کے ترکہ سے متمتع ہونے کا حق بھی اُنہیں حاصل نہ ہوگا تا آنکہ آبائی ذلت و خواری کا ٹیکا ماتھے پر لگا کر اور دولت و عزت کے حصُول کی طرف سے نا اُمید ہو کر وہ فلاکت اور ذلت میں اپنے دن کاٹیں اور زندگی کو وجہ مصیبت اور موت کو ذریعہ راحت سمجھنے لگیں ۔

قیصر کے اس فرمان پر نظر انتقاد ڈالتے ہوئے گبن کا حقیقت نگار قلم لکھتا ہے :-

بنی نوع بشر کے جذبات کی تحقیر اگر الفاظ سے ہو سکتی ہے تو آرکیڈیس کے فرمان کی عبارت نے انشا پردازی کا یہ حق پُوری طرح ادا کر دیا ہے۔ ناکردہ گناہ بیٹے کو اس ظالمانہ اور وحشیانہ عذاب میں مبتلا کرنا جس کی خمیازہ کشی برگشتہ بخت باپ کے حصہ میں محض اس لئے آئی تھی۔

کہ اس نے ایک خیالی سازش میں شرکت کی تھی یا اس کا راز پوشیدہ رکھا تھا اور پھر اس ظلم عظیم کو "مراحم خسروانہ" سے تعبیر کرنا آرکیڈئیس ہی کی ستم ظریفی کے لئے ممکن ہے۔ روما کے علم اصول قانون کے بعض نہایت ہی پر مغز مراتب حرف غلط ہو کر مٹ چکے ہیں لیکن کیا تماشا ہے۔ کہ یہ فرمان جو عمال حکومت کی من مانی کارروائیوں کا ایک زبردست آلہ اور اُن کی جابرانہ چیرہ دستیوں کا ایک سہل الحصول ذریعہ ہے تھیوڈوسیس ثانی اور جسٹینین کے قانونی ضوابط کے مجموعوں میں باحتیاط تمام حرف بحرف شامل کر دیا اور وہی کلیے جو اس کے عدوان و طغیان کی جان ہیں تاجدارانِ جرمنی اور اساقف کلیسائے رُوم کے استبداد کی حمایت کے لئے زمانہ حال میں از سر نو زندہ کر دئے گئے۔

گبن نے یہ الفاظ ۱۷۸۸ء میں لکھے تھے۔ آج اگر وہ زندہ ہوتا اور رولٹ ایکٹ اور قانون تعزیرات ہند اُس کی نظر سے گزرے ہوتے تو شاید اُس کی نکتہ چینی کا لہجہ اس سے بھی زیادہ درشت ہوتا ممکن ہے کہ اس بیسویں صدی میں آرکیڈئیس کا فرمان یورپ کے جمہوریت نواز خطوں میں گلدستہ طاقِ نسیان ہو گیا ہو۔ لیکن ممکن نہیں کہ آرکیڈئیس کا وضع کیا ہوا قانون آزاد نشان ہند کی یاد سے محو ہو سکے۔ اس لئے کہ دفعہ ۱۵۳۔الف اور دفعہ ۱۲۴۔الف جو اس قانون کی رُوحانی پڑپوتیاں ہیں اپنے عالم شباب میں ہیں۔

دولت مغربیہ کے انتزاع کے پچاس سال بعد جب ۵۲۶ء میں

جسٹینین قسطنطنیہ میں تخت نشین ہوا۔ تو یورپ اور افریقہ میں گاتھ اور وندال اپنے پاؤں مضبوطی سے جما چکے تھے۔ بحیرہ اڈریاٹک سے لے کر بحر اوقیانوس تک متعدد طاقتور حکومتیں قائم ہو چکی تھیں جنہوں نے مسیحی مذہب کے ساتھ رفتہ رفتہ روما کے مہذب قوانین اختیار کر لئے تھے اور وہ قومیں جنہیں روما کی نخوت وحشیوں کے غول سے تعبیر کرنے کی خوگر تھی یونانی ورومانی تمدن کے کھنڈروں پر ایک نیا قصر تعمیر کرنے میں مصروف تھیں۔ دولت مشرقیہ میں جسے صقلبی دستبرد اور عجمی کشور کشائی کے دوگونہ خطرات کا دن رات سامنا تھا۔ اگرچہ اتنی سکت نہ تھی کہ اپنی کھوئی ہوئی آبائی میراث کو بزور شمشیر از سر نو حاصل کر سکے۔ لیکن پھر بھی یہ خیال اُس کے دل سے محو نہ ہونے پاتا تھا۔ کہ مغربی صوبوں پر اغیار کا غاصبانہ تصرّف اُس کے پشتینی حقوق ملکیت کا قائم مقام نہیں ہو سکتا*

جسٹینین جس کی اقبالمندی نے دولت مشرقیہ کی مردہ قوتوں کو زندہ کر کے بازنطینی کتاب حیات میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ اس خیال کو قوت سے فعل میں لانے کا موجب ہوا۔ خوبیٔ تقدیر سے اسے سپہ سالار بھی ایسا ملا تھا جو اصابت فکر اور علو ہمت میں اپنی نظیر آپ تھا۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ مغربی اور مشرقی میدانوں میں جو کامیابیاں جسٹینین کو نصیب ہوئیں وہ بلی سیریس ہی کی زبردست سپہگرانہ شخصیت کی رہین احسان ہیں*

کارتھیج (قرطجنہ) جس کی تسخیر نے بلی سیریئس کی شہرت میں چار چاند لگائے ہیں ونڈالیوں کی افریقی سلطنت کا پایہ تخت تھا۔ قوم ونڈال کے سردار جنسرک نے آبنائے جبل الطارق کو عبور کر کے یہاں ایک خودمختار حکومت قائم کر لی تھی۔ اور جسٹینین کے ماموں جسٹن کے اوائل عہد میں جنسرک کا پوتا ہلڈرک فرمانروائے کارتھیج تھا۔ مسیحیت کی پہلی صدیاں کلیسیائے عیسوی کے اُن اندرونی اختلافات کے لئے مشہور ہیں۔ جن کی خانہ براندازی نے ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ کا جانستان دشمن بنا رکھا تھا۔ ان اختلافات کی بنا یہ اصولی نزاع تھی۔ کہ ازروئے فطرت باپ کا مرتبہ بڑا ہے یا بیٹے کے برابر۔ اسقف اطنیسیس کا دعوے تھا۔ کہ اللہ اور ابن اللہ مشترک الفطرت اور متساوی الحیثیت ہیں۔ بخلاف اس کے اسقف ایریئس کو اصرار تھا۔ کہ بیٹے کا درجہ باپ سے گھٹا ہوا ہے۔ اس بحث میں اگرچہ اطنیسیس غالب رہا اور اساقف کی مجلس عمومی کے فیصلہ کے بموجب اطنیسی عقیدہ کلیسیا کی کتاب العقاید میں داخل ہو کر رومن کیتھولک مذہب کا اصل اصول تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن ایریئس کے ایمان پر فریق مخالف کے غلبہ آرا کا مطلق کوئی اثر نہ ہوا اور اس کے لاکھوں پیرو اپنے پیشوا کی تعلیم پر جمے رہے۔ تاآنکہ رومن کیتھولک اکثریت نے اپنے رقیبوں کی اقلیت کا بزور حکومت استیصال کر دیا۔

افریقہ کے ونڈال ایریئس کا مذہب رکھتے تھے اور انہیں رومن کیتھولک

Marfat.com

فرقہ کی مذہبی آزادی گوارا نہ تھی۔ چنانچہ جنسرک اور اُس کے بیٹے کے حکم سے طول و عرض حکومت میں اطنیسی عقیدہ کی تلقین ممنوع قرار دی گئی۔ کیتھولک گرجا بند کر دئے گئے۔ اور کیتھولک پادریوں کو اپنے فرائض کی بجا آوری سے روک دیا گیا۔

اپنے باپ اور دادا کی روش کے خلاف ہلڈرک فطرتاً نرم دل اور بردبار واقع ہُوا تھا۔ اُس کی انصاف پسند طبیعت اس متعصبانہ تشدد سے بیزار تھی۔ تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی اُس نے پہلا فرمان اس مضمون کا جاری کیا کہ ہر شخص اپنے معتقدات مذہبی میں آزاد ہے اور محض اختلافات عقاید کی بنا پر حکومت کی طرف سے رعایا کے کسی فرقہ پر کسی قسم کی سختی روا نہ رکھی جائیگی۔ اس فرمان کی رُو سے دوسو کیتھولک اسقف اپنی اپنی دینی خدمتوں پر بحال کر دیئے گئے اور اُن کے گرجا واگذار ہو گئے۔ ہلڈرک کے اس روادارانہ مسلک نے اگرچہ دربار قسطنطنیہ کو اُس کا شکر گزار بنا دیا اور قیصر کے بھانجے جسٹینین کے ساتھ اُس کے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے لیکن خود کارتھیج میں اس کا اُلٹا اثر ہُوا۔ اطنیسی عقیدہ رکھنے والے کیتھولک جو تمام دُنیا کی دینی و دنیوی حکومت کو اپنی آبائی میراث سمجھنے کے خوگر تھے۔ اور اپنے تمام حریفوں کا ناطقہ بند کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ محض اتنی سی آزادی پر قانع نہ ہو سکتے تھے کہ اُن کے معتقدات میں حکومت کی طرف سے کوئی دست اندازی نہ ہو۔ اُدھر ایرئیس کے پیرو جنھوں نے کیتھولک

فرقہ کے ہاتھوں سخت سے سخت مصیبتیں اُٹھائی تھیں برسر اقتدار ہونے کے باوجود اپنے دینی دشمنوں کو مساوی حقوق سے بہرہ اندوز پاکر برافروختہ ہو رہے تھے۔ اور علانیہ کہتے تھے کہ غنسرک کا پوتا مرتد ہو گیا ہے۔ فوج میں الگ بد دلی پھیلی ہوئی تھی اور جا بجا یہی چرچے سُنے جاتے تھے۔ کہ ہلڈرک اپنے آباؤ اجداد کے نام کو بد نام کر رہا ہے۔ اس عام بد دلی اور بے چینی سے فائدہ اُٹھا کر ایک اولوالعزم سردار گلیمر نے جو نسبتاً شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ علم انقلاب بلند کیا۔ جمہور کے اتفاق رائے سے ہلڈرک معزول ہو کر قید میں ڈال دیا گیا اور افریقہ کی حکومت کا تاج گلیمر کے سر پر رکھا گیا ۔

جسٹینین نے عنان سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے گرفتار حلیف کی رفاقت کا حق ادا کیا اور پے بہ پے دو سفارتیں گلیمر کے دربار میں بھیجیں۔ بازنطینی سفیروں نے تاجدار کارتھج کو اُس کی غاصبانہ بد عہدی کے نتائج و عواقب سے متنبہ کر کے مطالبہ کیا کہ یا تو ہلڈرک کے آبائی حقوق کا احترام ملحوظ رکھ کر اُس کا تخت و تاج اُس کے حوالے کر دیا جائے اور یا اگر یہ ممکن نہ ہو۔ تو اُسے بعزت تمام قسطنطنیہ روانہ کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی بقیہ زندگی کے دن آرام و آسائش سے شاہی محل میں گزار سکے۔ گلیمر کی خودداری جسٹینین کی متکبرانہ تنبیہ سے مرعوب ہونے کے لئے طیار نہ تھی۔ رومی سفیروں کو اُس نے کھلے کھلے لفظوں میں جتا دیا کہ کارتھج کی آزاد و خود مختار سلطنت

Marfat.com

اپنے اندرونی معاملات میں اغیار کی مداخلت کو روا نہیں رکھ سکتی۔ قوم وندال کو پُورا حق حاصل ہے۔ کہ اپنے نااہل فرمانروا کو مسندِ حکومت سے معزول کر کے جسے چاہے اپنا بادشاہ بنالے۔ اِس بے باکانہ جواب کے بعد جس کا کرخت لہجہ دولت مشرقیہ کے لا پسند کانوں کے لئے بالکل انوکھا تھا۔ مزید گفت وشنید بے سود تھی۔ اُدھر جسٹینین نے ہلڈرک کو یا تو دشمن کے پنجہ سے نجات دلانے یا اُس کا بدلہ لینے کا عزم بالجزم کر لیا۔ اِدھر گلیمر نے بازنطینی دستبرد سے محفوظ رہنے کے لئے پُوری سرگرمی کے ساتھ فوجی طیاریاں شروع کر دیں۔ قسطنطنیہ اور کارتھج کی آویزش اب ناگزیر تھی۔ لیکن جیساکہ "مہذب" قوموں کا شعار ہے۔ اس آویزش کی تمہید کے طور پر فریقین کے درمیان صلح کے قول و قرار ہو گئے۔ اور دونو نے باقرار صالح عہد کیا۔ کہ اُن کے دوستانہ تعلقات میں ہرگز کوئی فوت کسی طرح مخل نہ ہو سکیگی۔

لیکن افریقیہ پر فوج کشی کی صرف یہی صورت تھی۔ کہ پہلے ایران کے ساتھ مصالحانہ مفاہمت کر لی جائے۔ جسٹینین کی حکومت کے پہلے پانچ سال عجم کی رقیبانہ سرگرمیوں کا مقابلہ کرنے میں بسر ہوئے تھے۔ قباد جیسے زبردست حریف کے انتقال پر وہ سمجھا تھا کہ مشرقی پریشانیوں کی طرف سے اُسے کچھ دیر کے لئے نجات مل جائیگی لیکن تقدیر نے تخت مداین پر قباد کے جواں سال اور جواں بخت بیٹے نوشیرواں کو بٹھا دیا جس کے ہاتھوں اُسے بہت سی خفتیں ملنے والی تھیں۔

ساسانی آئین کے بموجب فرمانروائے وقت کی جانشینی کا استحقاق فرزند اکبر کو حاصل تھا۔ لیکن قباد اپنے منظور نظر سنجھلے بیٹے نوشیرواں کو ولی عہد سلطنت بنانے کا آرزومند تھا۔ اور اس خیال سے کہ اقوام عالم اُس کے چہیتے بیٹے کی جلالت قدر کے اعتراف کی خوگر ہو جائیں وہ اس فکر میں تھا۔ کہ قیصر روم نوشیرواں کو اپنا متبنٰے بنا لے۔ دولت مشرقیہ جسے عجمی حملوں کے تواتر نے بہت کچھ کمزور کر دیا تھا۔ اپنے جانستان حریف کے ساتھ امن و آشتی کے تعلقات قائم کرنے کے لئے پہلے ہی کسی بہانے کی تلاش میں تھی۔ قباد نے جب نوشیرواں کی رومانی تبنیت کی تجویز پیش کی۔ تو جسٹن بآمادگی تمام اس پر رضامند ہو گیا اور دونو دولتوں میں اسی لحاظ سے قول و قرار ہو گئے اگر یہ معاہدہ برقرار رہنا تو بالکل ممکن تھا۔ کہ جسٹن کی آنکھیں بند ہوتے ہی نوشیرواں اپنے حق تبنیت کا مطالبہ کرتا۔ اور دولت مشرقیہ کو اپنی میراث سمجھ کر اُس پر متصرف ہو جاتا۔ اس خطرہ سے بازنطینی دربار کو ایک جہاندیدہ مشیر پراکلس کی دقت نظر نے متنبہ کیا اور زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے۔ کہ معاہدہ فسخ ہو گیا اور نوشیرواں کی تبنیت کی دستاویز چاک کر دی گئی ۔

نوشیرواں جب تخت نشین ہُوا۔ تو اس نقض عہد کی یاد پہلے سے بھی زیادہ تلخی کے ساتھ اُس کے دل میں تازہ ہو گئی۔ اور پہلے ہی عجمی حملہ میں جو ولایت شام پر ہُوا۔ جسٹینین کو معلوم ہو گیا کہ قباد کے بیٹے کا وار فولاد کی بجائے شاید چاندی کی سپر پر زیادہ آسانی سے روکا جا سکیگا

بلی سیریس جو شمالی و مشرقی سرحد کی حفاظت کے لئے دارا کے مضبوط رومی قلعہ میں متعین تھا۔ اس جناحی یلغار کی خبر سن کر بیس ہزار کا لشکر لے شامی سپاہ کی کمک کو آموجود ہوا۔ بلی سیریس کی مردانگی اور فرزانگی مسلم تھی۔ لیکن فوج کے میمنہ کے ثبات قدم کے بغیر جو حارث الاعرج کی قیادت میں غسانیوں پر مشتمل تھا۔ عجمیوں سے عہدہ برا ہونے ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس موقع پر حارث نے اپنی زرخرید وفاداری کو اپنی عیارانہ مصلحتوں پر قربان کر دیا۔ میمنہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حلب میں ہلچل پڑ گئی اور بلی سیریس اپنے سپہگرانہ کمالات کی نمائش کا صرف اس قدر حق ادا کر سکا کہ عجمی قادر اندازوں کے تیروں کی بوچھاڑ کا دن بھر مقابلہ کرنے کے بعد رات کی تاریکی میں میسرہ کی بقیۃ السیف صفوں کو میدان جنگ سے بچا لے جائے۔ آخر جسٹینین کے لئے جس کے پیش نظر افریقہ کی مہم تھی۔ بجز اس کے اور کوئی چارہ باقی نہ رہا۔ کہ بطور اعتراف عجز نوشیرواں کو خراج دے کر مستقل طور پر صلح کرے اور مشرقی میدانوں سے اپنی فوجیں ہٹا لے +

۵۳۳ھ کے موسم گرما میں چھ سو بازنطینی جہازوں کا ایک زبردست بیڑا جس کے بادبانوں کا ہاتھ بٹانے کے لئے بیس ہزار ملاحوں کی قوت بازو موجود تھی پانچ ہزار سوار اور دس ہزار پیدل فوج لے کر تسخیر افریقہ کے عزم سے رہگراے کار تنج ہوا۔ اس بیڑے کا امیر البحر اور قاید اعظم بلی سیریس تھا جسے جسٹینین نے اس خدمت پر مامور کرتے وقت

اس مقام پر بیجا نہ ہوگا :-

"اس مہم کی ذمہ داریاں قبول کرتے وقت میری اُمیدوں کا انحصار اپنی فوج کی تعداد یا دلاوری سے زیادہ باشندگان افریقہ کے دوستانہ رویہ اور نیز اُس غیر فانی عداوت پر تھا۔ جو انہیں قوم وندال سے ہے۔ اِن اُمیدوں سے مجھے صرف تم ہی محروم کر سکتے ہو۔ اگر تمہاری یہی غارتگرانہ روش قائم رہی اور ان لوگوں کے مال کو جو تھوڑے سے دام دے کر خریدا جا سکتا ہے۔ تم یُوں ہی ہتھیاتے رہے تو تمہارا یہ جبر و تشدد وندالیوں اور افریقیوں کی جانی دشمنی کو دوستی سے مبدل کر دیگا اور دونو فریق اپنے ملک پر حملہ کرنے والوں کے خلاف ایک جائز اور مقدس اتحاد کے رشتے سے وابستہ ہو جائینگے"۔

مسیحی دُنیا کے سپہ سالار جو بلی سیریس کے نقش قدم پر چلنے کے مدعی ہیں۔ آج کل بھی غیر قوموں پر چڑھائی کرتے وقت اس قسم کے دلخوش کن فقرات کا اعادہ کرتے ہوئے سُنے جاتے ہیں۔ لیکن اُن میں اور اُن کے پیش رَو میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ بلی سیریس کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ اُس نے جو کچھ کہا کر بھی دکھایا۔ لیکن ان کے قول و فعل کا اعتبار نہیں۔ یہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور۔

رعایا نے جب دیکھا کہ حملہ آوروں کی عام روش کے برخلاف رُومی سپہ سالار نہ صرف یہ کہ اپنے لشکریوں کو لوٹ مار ہی سے روکتا ہے بلکہ غارتگروں کو عبرتناک سزائیں بھی دیتا ہے تو چھوٹے بڑے مطمئن ہو گئے

Marfat.com

اور جو لوگ بدحواسی کے عالم میں فرار ہو گئے تھے وہ واپس آکر پھر اپنے اپنے گھروں میں آباد ہو گئے۔ اس طور پر اہل مُلک کو مال جان اور عزت کی سلامتی کا یقین دلا کر بلی سیریس نے انہیں اپنا گرویدہ کر لیا اور ہلڈرک کے ہوا خواہوں کے ایک گروہ کثیر کو پہلے ہی سے اپنی طرفداری پر آمادہ پایا۔ اب کارتھیج کا راستہ اُس کے لیئے صاف تھا۔

سلقط پہلا شہر تھا۔ جس نے اپنے دروازے کھول کر رومی سپہ لار کا خیر مقدم زمانہ سازانہ وفاداری سے کیا۔ یہاں سے کارتھیج دس پڑاؤ تھا۔ رستے میں ٹیس اور اڈرو میٹم دو اور شہر پڑتے تھے۔ اُنہوں نے بھی سلقط کی تقلید کی اور بلی سیریس کو قیصر روم کے ساتھ اپنے قدیم محکومانہ تعلقات کی تجدید کا یقین دلایا۔

غلیمر کو پایہ تخت کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر اور اپنے تین شہروں کو برضا و رغبت خود دشمن کی حلقہ بگوشی پر آمادہ پا کر گلیمر کے خوف و اضطراب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ احتیاط کا تقاضا تھا۔ کہ جب تک اُس کا بھائی سارڈینیا کی مہم سے واپس نہ آجائے وہ جنگ کو ٹالے رہے۔ لیکن لنکا ڈھانے والے گھر کے بھیدیوں نے جو ہلڈرک کے دامن دولت سے وابستہ تھے اُسے یہ مہلت نہ دی۔ آخر بدرجہ مجبوری اُس نے اُسی جمعیّت کے ساتھ جو کارتھیج میں فراہم ہو سکتی تھی۔ بلی سیریس کے مقابلہ کا عزم کیا۔ یہ جمعیت بھی ناسازگاری حالات کے باوجود اچھی خاصی زبردست تھی اور اگر تقدیر یر سر مساعدت ہوتی تو گلیمر کی تدبیر غالباً حریف سے بازی لے جاتی لیکن دولت

کارتھج کی حیات مستعار کی آخری ساعت اب کسی کے ٹالے ٹل نہ سکتی تھی
اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعتہ ولا یستقدمون۔

گلیمر نے اپنی فوج کو تین حصّوں میں تقسیم کرکے ایک دستہ کی کمان اپنے بھائی اماتاس کے سپرد کی اور دوسرے دستہ کی سالاری پر اپنے بھتیجے گیامند کو متعین کیا۔ تیسرے دستہ کی قیادت اُس نے خود اپنے لئے محفوظ رکھی۔ اسلوب حرب یہ تھا۔ کہ جب رُومی فوجیں کارتھج سے دس میل کے فاصلے پر آپہنچیں تو اماتاس مقدمۃ الجیش پر حملہ آور ہو گیامند میسرہ پر جا گرے اور خود گلیمر چکر کاٹ کر دشمن کے عقب کو جالے لیکن اماتاس کی تعجیل نے گلیمر کی اُمیدوں کا خون کردیا۔ ساعت معینہ سے بہت پہلے وہ اپنی جمعیّت کو پیچھے چھوڑ کر مٹھی بھر رفیقوں کے ساتھ رومیوں کے مقدمہ سے جا بھڑا۔ اور یکہ وتنہا اُس نے اپنے ہاتھ سے غرق آہن رُومیوں کو خاک وخُون میں سُلادیا۔ مگر اکیلا چنا بھاڑ نہ پھوڑ سکتا تھا۔ آخر ایک کاری زخم کھا کر وہ زمین پر گرا اور اُس کے گرتے ہی اُس کی فوج میں بھگدڑ پڑ گئی۔ یہی حشر گیامند کی جمعیّت کا ہُوا۔ کارتھج کی شہر پناہ تک دس میل کے فاصلہ میں جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی کشتوں کی لاشیں اور زخمیوں کے سسکتے ہوئے جسم نظر آتے تھے۔

ابھی تک گلیمر کو اس قیامت کی خبر نہ تھی۔ جو اُس کے بھائی اور بھتیجے کے سر پر گذر گئی تھی۔ اپنے دستہ فوج کے ساتھ وہ نواحی پہاڑیوں کی اوٹ میں رُومی فوج کے عقب کی طرف جا نکلنے کی نیت سے بڑھ رہا تھا کہ راہ گم کرکے

یک بیک وہ اُس مقام پر آنکلا جہاں اناناس کی شجاعت نے موت کا استقبال کیا تھا۔ بھائی کی لاش پر شدت درد و کرب میں چند آنسو بہا کر بڑھتی ہوئی رومی فوجوں پر جا گرا۔ اس کا حملہ اس بلا کا تھا۔ کہ رومیوں کے پاؤں بے اختیار اُکھڑ گئے۔ اور اگر وہ اُس مفاجاتی غلبہ سے فائدہ اُٹھاتا۔ تو عجب نہ تھا۔ کہ رومیوں کو تہ تیغ کرتا ہوا وہ سمندر میں جا دھکیلتا۔ لیکن اس نادر موقع اس قیمتی مہلت کو اُس نے اپنے بھائی اور بھتیجے کی تجہیز و تکفین میں ضائع کر دیا۔

بلی سیریئس اپنی ہزیمت خوردہ فوج کے اطمینان قلب کی بحالی اور چیرہ دست حریف کے بڑھے ہوئے حوصلہ کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے اپنے دستہ رکاب کے ساتھ اب خود آگے بڑھا۔ گلیمر نے اُس کا آگا روکنا چاہا۔ لیکن وہ غضبناک جوش جس کی آنی کیفیت نے رومیوں کو ڈگمگا دیا تھا۔ اب اپنی اصلی حالت پر قائم نہ تھا۔ دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ فریقین نے داد شجاعت و مردانگی دی۔ آخر بلی سیریئس کی بسہگرانہ قابلیت کے آفتاب کے آگے گلیمر کو مشعل وار ماند ہو جانا پڑا۔ اور اس اطمینان کو اپنے گوشہ قلب میں جگہ دینے کے لئے ہمراہ لیتا گیا۔ کہ اُس کے خفیہ احکام کے بموجب ہلڈرک کا کام قیدخانہ میں تمام کر دیا گیا ہے۔

ہلڈرک کی موت نے وہ ہلکا سا پردہ بھی اُٹھا دیا جو جسٹینین کے فاتحانہ ارادوں پر کار تھج کے مظلوم تاجدار کی حمایت کے ادعا نے ڈال رکھا تھا قیصر کی ہدایات کے بموجب افریقیہ دولت مشرقیہ کا ایک صوبہ قرار پایا۔

Marfat.com

اور صوبہ داری کی خدمت بلی سیریئس کی معاودت کے بعد ایک اعلیٰ فوجی افسر کے سپرد کی گئی جسے قریب قریب شاہانہ اختیارات حاصل تھے۔

مہم افریقہ سر کرنے کے بعد بلی سیریئس تسخیر اطالیہ کی طرف متوجہ ہؤا۔ اور ایک جاں گسل جدوجہد کے سلسلہ میں روما کی بلندیوں پر جسٹینین کے اقبال کا علم نصب کرنے کی عزّت بھی اُسی کے حصّہ میں آئی۔ اطالیہ تو چند ہی سال بعد پھر بازنطینی گرفت سے نکل گیا لیکن افریقہ پر قیاصرہ کا اقتدار بدستور قائم رہا۔ تا آنکہ آفتاب اسلام خاورستان حجاز سے طلوع ہؤا اور اس کی عالمتاب روشنی میں بحر قلزم سے لے کر بحر اوقیانوس تک پرستاران تثلیث فرزندان توحید کے قدموں پر سر رکھے ہوئے نظر آئے۔

کارتھیج اور روما کی تسخیر میں جسٹینین کو کامیابی تو ہوئی لیکن نوشیروان کو خراج دے کر مدائن کے ساتھ دب کر صلح کرنا قسطنطنیہ کے لئے سوہان رُوح تھا اور دولت مشرقیہ اپنے دامان تمکنت سے مجبورانہ مصالحت کی گرد رسوائی جھاڑنے کے لئے بے تاب تھی۔ اس سیاسی بیچارگی کے عالم میں بازنطینی تدبّر کی آنکھیں ایک نئی مشرقی طاقت کی طرف اُٹھیں جو رُومی و عجمی رقابت کی نظروں سے اوجھل کوہستان الطائی کے دامن میں پرورش پا کر اقوام عالم سے اپنی سطوت و جبروت کا اعتراف کرانے میں مصروف تھی۔ کجکلاہان عجم نے جن کی شوکت کا نقارہ آب جیحوں کے کنارے سے ساحل قلزم تک بج رہا تھا۔ دولت مشرقیہ کے علاوہ اب ایک نئے حریف کو اپنا مد مقابل پایا۔ جن کی ہیبت دیوار

چین سے لے کر قلہ یورال تک غلغلہ انداز تھی۔ یہ حریف ترک تھے جن کے بے شمار خانہ بدوش قبائل جہانگیری کے ایک نو زائیدہ جذبہ کی ترنگ میں شمالی ایشیا کے مرغزاروں اور کوہساروں کو اپنے عنان گسستہ رہواروں کی ٹاپوں سے پامال کرتے چلے جاتے تھے۔

دریائے والگا کی وادیوں میں ایک تاتاری النسل قوم آباد تھی جو تاریخ میں اوار کے نام سے مشہور ہے۔ مغرب کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ترکوں کا تصادم اس قوم سے ہوا۔ خان اوار نے ایک زبردست لشکر لیکر ترکوں کے ٹڈی دل کا مقابلہ کیا۔ لیکن ایک خونریز ہنگامہ کے بعد مارا گیا اور تین لاکھ اوار تہ تیغ ہوئے۔ اس فتح عظیم نے ترکوں کا فاتحانہ اقتدار اس نواح میں قائم کر دیا۔ لیکن بیس ہزار اواروں کی ایک بے چین جمعیت غریب الوطنی کی آوارہ گردی کو غلامی کی ذلت پر ترجیح دے کر جنوب کی طرف نکل گئی اور مار دھاڑ کرتی ہوئی شدہ شدہ کوہ قاف کے دامن میں پہنچی۔ قفقاز کے فرمانروا نے جو خود تاتاری النسل تھا انہیں اپنے علاقہ میں پناہ دی اور اس کی سرپرستی میں ان کا ایک وفد بحیرہ اسود کو عبور کر کے قسطنطنیہ پہنچا۔

یہ وفد جب جسٹینین کے سامنے پیش ہوا۔ تو اوار سفیر کاندش نے اپنے مطالب کا اظہار بالفاظ ذیل کیا:۔

"اے شہنشاہ اعظم تیرے دربار میں اس وقت دنیا کی ایک عظیم الشان قوم اوار کے نمایندے حاضر ہیں۔ یہ قوم میدان جنگ میں مغلوب ہونے کا نام

نہیں جانتی اور اس کی سب سے بڑی دولت اِس کے بازوؤں کی توانائی اور اس کی ہمّت کی بلندی ہے۔ ہم لوگ تیری خدمتگزاری کے لئے بدل وجان آمادہ ہیں اور اپنے میں یہ قابلیت پاتے ہیں۔ کہ تیرے تمام بدخواہوں اور تیری سلطنت کے تمام دشمنوں کو خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور کہیں بھی ہوں تباہ وبرباد کردیں۔ لیکن اپنے اس جان سپارانہ اتحاد اور دلیرانہ جاں فروشی کے معاوضہ میں گراں قدر وظائف اور وسیع جاگیرات کے عطیّہ کے خواہشمند ہیں"۔

جسٹینین کو حکومت کرتے ہوئے اُس وقت بیس سال کا زمانہ گذر چکا تھا۔ اُس کی عمر چھہتّر سال سے متجاوز ہوچکی تھی۔ پیرانہ سری کی کمزوری نے اُس کے ابتدائی حوصلوں کو بھی پست کردیا تھا اور اب اُس کی شہنشاہانہ حکمت عملی کی غایت صرف اس قدر رہ گئی تھی۔ کہ جنس امن کو سستے مہنگے داموں جس طرح بھی بن پڑے خرید کر اپنے بقیہ ایام گوشۂ عافیت میں بسر کرے اور سلطنت کو بیرونی حملوں سے بچانے کے لئے یا تو بلطائف الحیل دُشمنانِ سلطنت کو آپس میں لڑا دیا کرے یا نئی قوتوں کی دوستی بسیم وزر سے خرید کر اپنے پُرانے رقیبوں کی توجہ ان نئے دوستوں کی طرف منعطف کردیا کرے۔

اسی روبہانہ مصلحت پر کاربند ہوکر جسٹینین نے حکم دیا۔ کہ اوار سفیر اور اُس کے ہمراہیوں کو دیبا وحریر کے خلعت اور سونے کے جڑاؤ کنگنوں اور زنجیروں سے سرفراز کیا جائے اور اُن کی خاطر ومدارات میں کوئی

Marfat.com

دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے۔ اپنی اس آؤ بھگت سے مسرور و شادماں ہو کر اوار سفارت قسطنطنیہ سے رخصت ہوئی۔ اور کچھ دن بعد ایک بازنطینی سفیر خاص ہدایات کے ساتھ قفقاز پہنچا۔ اس سفیر نے اواروں کے سردار کو جو چاغاں کے امتیازی لقب سے ملقب تھا۔ گراں بہا ہدایا و تحائف دیکر اس بات پر آمادہ کر لیا۔ کہ قیصر روم کے مغربی دشمنوں پر حملہ آور ہوں اور حریفوں پر غلبہ پانے کی صورت میں دربار قسطنطنیہ سے مزید انعامات کی توقع رکھیں +

غرض جسٹنین کی عیارانہ فیاضی کے صدقہ میں سازوساماں سے آراستہ ہو کر اواروں کی یہ غریب الوطن جمعیت ارض مغرب کی طرف روانہ ہوئی اور چند ہی فاتحانہ یلغاروں کے بعد پولینڈ اور جرمنی کے قلب میں گھس گئی۔ دس سال نہ گزرنے پائے تھے۔ کہ ان کی فاتحانہ تاخت کا غل یورپ میں مچ گیا۔ ان کے خیمے دریائے ڈینیوب اور دریائے آلپ کے کناروں پر نصب نظر آنے لگے۔ بلغاری اور صقلبی نسلیں جن کی شجاعت نے رومیوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر ان کی باجگزاری پر مجبور ہو گئیں اور آگے چل کر ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ چاغاں کا نام سن کر قیصران روم اپنے محلوں میں تھرانے لگے +

ساسانیوں کی شوکت خسروانہ کا اندازہ اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ ایک طرف تو انہیں ترکوں سے نبرد آزما ہونا پڑتا تھا۔ اور دوسری طرف رومیوں سے مقابلہ کرنا تھا۔ اور پھر بھی وہ ان دونو زبردست حریفوں سے بازی لے جاتے تھے۔ نوشیرواں کے زمانہ

Marfat.com

ہیں مانیاک فرمانروائے سنڈانیہ (ترکستان) نے جو دسابل خان اتراک کا باجگزار تھا۔ چینی ریشم کی تجارت کی غرض سے دولت مشرقیہ کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرنے چاہے۔ چنانچہ سمرقند و بخارا سے چند قافلے اس قصد سے روانہ ہوئے۔ کہ بحیرۂ خزر کے شمالی ساحل کا چکر کاٹتے ہوئے قسطنطنیہ پہنچ جائیں۔ یہ قافلے دربار مدائن کے حکم سے رستہ ہی میں روک لئے گئے۔ اور ان کا مال جلا دیا گیا۔ ساتھ ہی خان اعظم کے چند سفیروں کو زہر دے کر مار ڈالا گیا۔ مانیاک نے ان واقعات کی روداد دسابل کی پیشگاہ تک پہنچائی اور وہاں سے اُسے ایما ہوا کہ دولت بازنطین کے ساتھ ساسانیوں کے خلاف جارحانہ اور مدافعانہ اتحاد کی سلسلہ جنبانی کرے۔ مانیاک اس فرمان کے موصول ہوتے ہی ایک وفد لے کر جسٹینین کے دربار میں پہنچا۔ اور اپنا مدعا بیان کیا۔ ترکی و بازنطینی اتحاد کی تجاویز کے سلسلہ میں جس کا مقصد ایک مشترک دشمن کو زک دینا تھا۔ مانیاک نے قیصر رُوم کو اپنے آقا کا یہ پیغام بھی دیا کہ دربار قسطنطنیہ اواروں کی حمایت سے دست بردار ہو جائے اور خان اعظم کے ان غلامان گریز پا سے کوئی سروکار نہ رکھے۔ آج کل کی مسیحی دولتوں کی طرح بازنطینی تدبیر مملکت کا فن مکروزور اور خدع و فریب کا ایک تلبیسی مجموعہ تھا سلطنت کے مفاد کے لئے جھوٹ بولنا اور حلیفوں اور حریفوں کو یکساں آمادگی کے ساتھ بوقت ضرورت دھوکا دینا سراسر جائز تھا۔ خود مذہب عیسوی کے مقتداؤں نے اس ناپاک اصُول کی تلقین سے مسیحی فرمانرواؤں کی مخادعانہ حکمت عملی پر مہر توثیق لگا دی تھی۔ کہ ملاحدہ وزنادقہ کے ساتھ بدعہدی

کرنا سراسر روا ہے۔ جسٹینین نے جس کی حیات جو فطرت اسی حکمت عملی کے آغوش میں تربیت پذیر ہوئی تھی ترکی سفارت کی تجاویز کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کیا۔ چاغان سے بظاہر بے تعلقی کا اعلان کر کے لیکن بباطن اُس کی سرپرستی کے لیئے اپنی کتاب الحیل کے اوراق میں چند سطروں کی گنجائش رکھ کر اُس نے بازنطینی ونتر کی معاہدہ کی مجوزہ شرائط تسلیم کرلیں اور تصدیق معاہدہ کے لیئے اپنا ایک سفیر فوق العادہ وسابل کے دربار میں بھیج دیا۔ اس طور پر نوشیرواں کی بڑھتی ہوئی طاقت نے جو دُنیا جہاں کی مخالفت کو خاطر میں نہ لاتی تھی ترکوں اور بازنطینیوں کا رشتہ اتحاد و یگانگت استوار کردیا۔

جسٹینین کی وفات پر اُس کا بھائی جسٹن ثانی اریکہ آرائے دولت بازنطین ہوا۔ اور اُس کی تخت نشینی کے ساتویں روز چاغان کی طرف سے ایک سفارتی وفد اُس کے دربار میں پہنچا۔ اواروں کو جن کے حوصلے گزشتہ آٹھ سال کی تو بر تو کامیابیوں نے بہت کچھ بڑھادیئے تھے اور جن کی حرص آلودہ نگاہیں خود قسطنطنیہ کی طرف اُٹھنے لگی تھیں۔ قسطنطینی جاہ وجلال کا مرعوب کن منظر دکھانے کے لیئے اس موقع پر دربار قیصری بڑے ٹھاٹھ سے آراستہ کیا گیا۔ قیصر شاہی کے پھاٹک سے لے کر دیوان خاص کی دہلیز تک قوی ہیکل پہلوانوں کی غرق آہن صفیں دو رویہ کھڑی تھیں۔ جن کی طلائی ڈھالوں کی زرفشانی اور نقرئی خودوں کی تابانی پر سے نگاہ پھسلی پڑتی تھی۔ اعیان دولت اور عمائد سلطنت کی ایک زرّیں کمر جماعت

تخت شاہی کے سامنے قرینہ کے ساتھ محو ادب تھی۔ تخت ایک زرنگار شامیانے کے نیچے رکھا تھا۔ جسے چار جڑاؤ ستون سہارے ہوئے تھے شامیانے کے نظر فریب قبے پر فتح و نصرت کی پری کا ایک دل ربا مجسمہ نصب تھا۔ فولاد آہن نقرہ و زر اور دیبا و حریر کے اس طلسم ہوش ربا میں سے گزر کر جب سفرائے چاغان تخت کے سامنے پہنچے۔ تو یک بیک وہ زرافشاں پردہ جو شامیانے کے سامنے پڑا ہوا تھا۔ اُٹھ گیا اور تاجدار دولت مشرقیہ باہزاراں طنطنہ و طمطراق مسند قسطنطین پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ یہ سارا منظر بحیثیت مجموعی ایسا نہ تھا کہ جو اثر چاغان کے وحشی نمایندوں پر اس سے ڈالنا مقصود تھا۔ اپنا رنگ نہ لاتا۔ ارکان وفد بے اختیار جسٹن کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ لیکن جب کچھ دیر بعد خود دارانہ حریت کا جذبہ غلامانہ تذلل کی اس اضطراری نمائش پر غالب آیا۔ تو رئیس وفد جیشس نے ترجمان کی وساطت سے ذیل کے بے باکانہ فقروں میں اپنے مطالب بیان کئے ؎

ہمارے آقائے نامدار چاغان اعظم کا نام خشکی اور تری میں ہر جگہ ادب احترام سے لیا جاتا ہے۔ جنوبی سرزمینوں کی تمام سلطنتوں کی بقا محض اُس کے رحم و کرم پر موقوف ہے۔ اُس کی ان گنت فوجوں کا دل بادل روس اور پولینڈ پر چھایا ہوا ہے اور اُس کی رعایا کے بے حساب خیموں نے دریائے ڈینیوب کے کناروں کو ڈھانپ رکھا ہے۔ سابق قیصر روم جسٹینین نے گراں بہا تحائف اور بیش قرار سالانہ وظائف کی سفارش پر ہمارے احسان مند آقا کے ساتھ

Marfat.com

دوستانہ تعلقات آخر دم تک قائم رکھے اور اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ دولت روما کے دشمنوں کو قوم اوار کی اس حلیف دولت سے برسر پرخاش ہونے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اب کہ جسٹنین گزر چکا ہے۔ ہم اُمید رکھتے ہیں کہ اُس کا بھانجا قیصر جسٹن اپنے ماموں کی دانشمندانہ روش برقرار رکھ کر ہمارے آقا کے ساتھ قدیم فیاضی کا برتاؤ کریگا۔ اور صلح و امن کی برکات ایسی جنگ آزمودہ قوم سے خریدنے میں اپنی بہتری سمجھیگا۔ جس کی زندگی تلواروں کی چھاؤں میں بسر ہوتی ہے*

جسٹن نے اس سخت و درشت تقریر کے جواب میں جو تہدید آمیز لہجہ اختیار کیا وہ دولت روما کی قدیم عظمت و فرخی کی یاد کا تازہ کرنے والا تھا۔ طرجیٹس کی طرح چند خود ستایانہ جملوں میں اپنے جاہ و جلال کا ذکر کر کے اور جسٹنین کی مغربی فتوحات کو دولت روما کے لئے وجہ تفاخر قرار دینے کے بعد اُس نے چاغاں کے سفیر سے کہا کہ ہماری سلطنت کو فوج اور سامان جنگ کی کوئی کمی نہیں ہم اپنی سرحدات کی حفاظت اور اپنے وحشی دشمنوں کی سرکوبی پر پوری طرح سے قادر ہیں۔ تم اپنی جنگی خدمات پیش کرتے ہو اور اپنی مخالفت کی دھمکی دیتے ہو ہمیں نہ تمہاری کمک کی ضرورت ہے اور تمہاری دھمکیوں کی پروا۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس قوم نے تمہاری کان کی لو کو اپنی اطاعت کی سوئی سے چھیدا تھا۔ وہ خود ہمارے اتحاد کی آرزومند ہے۔ پھر کیا ہم تم سے ڈر سکتے ہیں۔ جو اپنے گھروں سے نکالے جا چکے ہو۔ اور اپنے پرانے آقاؤں سے جو ہمارے موجودہ حلیف

Marfat.com

ہیں آنکھ ملانے کی جرأت نہیں کر سکتے؟ ہمارے عم مکرم نے تمہاری مصیبت اور درماندگی پر رحم کھا کر تمہارے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا تھا اور تمہاری عاجزانہ التجاؤں کو شرف قبول بخشا تھا۔ ہماری سیر چشمانہ سماحت تمہارے ساتھ اس سے بھی زیادہ احسان کرنے کے لئے آمادہ ہے اس لئے کہ ہم تمہاری ناتوانی اور بے سروسامانی کا پورا پورا علم رکھتے ہیں۔ سفیروں کی جان بادشاہوں کے دربار میں بہر حال سلامت ہوا کرتی ہے ورنہ تمہاری شوخ چشمانہ جسارت کا کچھ اور ہی نتیجہ نکلتا۔ اچھا اب ہمارے دربار سے نکل جاؤ اور اپنے آقا کو ہمارے یہ کلمات جا سناؤ۔ اگر عذر تقصیر اور طلب عفو کے لئے ہمارے پایہ تخت میں تمہارا پھر آنا ہو۔ تو شاید اس وقت ہم تمہیں اپنے بذل و ایثار کا ثبوت دے سکیں۔

اِن ناملائم فقروں کی یاد چاغان کے دل میں کچھ عرصہ تک کانٹا بن کر کھٹکتی رہی اور جب عجمی دست برد کی غمازی نے اُن کمزوریوں کا راز طشت از بام کر دیا۔ جن پر جسٹن کی لفاظی نے پردہ ڈالا تھا تو دولت مشرقیہ کو معلوم ہو گیا۔ کہ عذر تقصیر کا غیر خوش آیند فرض چاغان کی بجائے خود قیصران روم کو انجام دینا پڑیگا۔ دربار بازنطین کو ترکوں کے غلام گریز پا کے ہاتھوں پے در پے جو ذلتیں اور رسوائیاں نصیب ہوئیں اُن کا نقشہ گبن نے حسب معمول اپنے انداز خاص میں اس طرح کھینچا ہے:۔

بابان نے جس کے عہد حکومت میں اواروں کی حدود اقتدار کوہ الپس کے دامن سے لے کر بحیرہ اسود کے ساحل تک وسیع ہو گئیں جسٹن

Marfat.com

ثانی کے تفاخر ٹائبیریس کی تمکنت اور مارس کی رعونت کو خاک میں ملا کر قسطنطنیہ کے در و دیوار میں اپنی ہیبت کا لرزہ ڈال دیا۔ ایشیا میں عجمیوں کی دراز دستی سے جس وقت بھی خطرہ جنگ دامنگیر ہوتا تھا۔ دولت مشرقیہ کی کوراواروں کی غارتگرانہ سرگرمی یا گراں ازدوستی سے یورپ میں معاً دبنے لگتی تھی۔ رومی سفیر جب چاغان کے دربار میں باریاب ہونا چاہتے تھے تو انہیں حضوری کی اُمید میں دس دس دن تک اوار تاجدار کے خیمہ کے باہر منتظر رہنا پڑتا تھا۔ اور اس کے بعد بصد تامل و بہزار وقت اُنہیں شرف باریابی بخشا جاتا تھا پھر اگر عرض مدعا کے وقت کوئی جملہ اُن کے مُنہ سے ایسا نکل جاتا تھا جو معناً یا لفظاً اُس کے مشکل پسند کانوں کو گراں گزرتا تھا۔ تو حقیقی یا مصنوعی غیظ کے عالم میں وہ اُن کے اور اُن کے قیصر کو جھڑکیاں سُنا کر حکم دیتا تھا کہ اُن کا مال و متاع لوٹ لیا جائے اور اُن کی جان بخشی صرف اس شرط پر کرتا تھا کہ وہ زیادہ تر قیمتی ہدیے اور تحفے لے کر اُس کے حضور میں واپس آئیں اور آئندہ زبان سنبھال کر بات کریں۔ بخلاف اس کے خود چاغان کے سفیروں کی حالت یہ تھی کہ قسطنطنیہ میں وہ جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ اور اُن سے کوئی متعرض نہ ہوتا تھا۔ بازنطینی دربار کے آداب کو مطلق خاطر میں نہ لا کر وہ اضافہ خراج اور حوالگی اسارٰی و مفرورین کے مطالبہ میں شوخ چشمانہ اصرار سے کام لیتے تھے اور دولت مشرقیہ کی عظمت کو اُن گستاخانہ مطالبات کی عاجزانہ تکمیل یا اُن کا اصرار ٹلنے کے لئے کسی جھوٹے حیلے کے تراشنے سے ایک سا

بٹہ لگتا تھا۔

ایک دفعہ چاغان نے ہاتھی کی تصویر دیکھی۔ جیتا جاگتا ہاتھی اُس کی نظر سے کبھی نہ گزرا تھا۔ دربار قسطنطنیہ کو فوراً حکم پہنچا کہ چاغان کا یہ شوق پورا کیا جائے۔ چنانچہ قیصری تھان کا سب سے زیادہ قد آور ہاتھی زربفت کی جھولوں اور طلائی ہودے سے سج کر پورے خدم وحشم کے ساتھ ہنگری کی میدانوں میں جہاں آواروں کے تاجدار کا خیمہ نصب تھا پہنچایا گیا۔ چاغان نے اس کوہ پیکر جانور کو نفرت آلود حیرت کی نگاہوں سے دیکھا اور متبسم ہو کر بڑی تمکنت سے صرف اس قدر کہا کہ ان رومیوں نے بھی عجیب بیہودہ دماغ پایا ہے۔ کہ ایسے بے مصرف نوادر کی جستجو میں دریاؤں کی موجوں کو چیرتے اور صحراؤں کی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔

اِسی طرح ایک موقع پر چاغان کو سونے کے چھپر کھٹ پر استراحت کرنے کا اشتیاق پیدا ہؤا۔ حسب معمول قیصر رُوم کے نام فرمان جاری ہؤا۔ اور قسطنطنیہ کی ساری دولت اور اس کے چابکدست صناعوں کی پوری ذہانت اِس فرمائش کی طیاری کے لئے وقف کر دی گئی۔ لیکن جب چھپر کھٹ طیار ہؤا تو اس نایاب تحفہ کو جس کی لاگت کسی طرح ایک سلطنت کے خراج سے کم نہ تھی۔ چاغان کی بد دماغی نے رد کر دیا۔

ان چند مثالوں سے چاغان کی متکبرانہ تمکنت پر روشنی ڈال کر صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ قیصران رُوم کی بے وقعتی کا تماشا دنیا کو دکھانے کے لئے وہ کبھی کبھی اُن کے ہدایا و تحائف پر لات مار دیا کرتا تھا۔ ورنہ ظاہر ہے

کہ دولت مشرقیہ کے مداخل و محاصل اُس کے تنور حرص کی ہیزم کشی کے لئے سرتاسر وقف تھے۔ حریر و ابریشم کے ان گنت تھان۔ سونے چاندی کے انمول باسن اور سامان خانہ داری کے بے حساب ذخیرے قسطنطنیہ سے ہر سال وقت مقررہ پر بطور خراج اُس کے افسروں کے حوالے کئے جاتے تھے۔ اور تمدن کی زیب و زینت کا یہ سامان آوارہ وحشیوں کے خیمہ گاہوں میں بتدریج تہذیب و شائستگی کی جھلک پیدا کرنے لگا تھا۔ آواروں کی وحشیانہ خورش بھی زیادہ خوش طعم اور چٹپٹی ہو چلی تھی۔ اسلئے کہ خراج قسطنطنیہ کی مدات میں ہندوستان کے گرم مسالے کی ایک مقدار کثیر چاغان اور اُس کے ارکان دولت کے مطبخ کا لازمہ بنی ہوئی نظر آتی تھی۔ خراج نقد پہلے اسی ہزار اشرفی تھا۔ پھر ایک لاکھ بیس ہزار ہو گیا۔ اور ہر جنگی مظاہرہ کے بعد جب قسطنطنیہ کے ساتھ نیا عہدنامہ سپرد قلم ہوتا تھا۔ تو بقایائے واجب الایصال کی بے باقی کے ساتھ اضافہ رقم خراج شرط اوّل قرار پاتا تھا۔ دگبن جلد چہارم باب چہل و ششم صفحات ۹۵-۹۴) *

جسٹن کو ملا کر جسٹینین کے بھانجوں اور بھتیجوں کی کل تعداد سات تھی اور از بسکہ جسٹینین کی طرح جسٹن بھی لاولد تھا۔ اس لئے ضرور تھا۔ کہ اُس کے بعد حکومت کا قرعہ انتخاب انہیں میں سے کسی کے نام پر پڑے لیکن جسٹن کے سینے میں اپنے رشتہ داروں کی طرف سے حسد و بغض اور نفرت و عناد کی آگ اس تیزی سے بھڑک رہی تھی کہ تخت سلطنت کو اپنے خاندان کے لئے محفوظ رکھنے کی طبعی خواہش بھی اس کا ایندھن بنے بغیر نہ

Marfat.com

رہی اور جسٹن روما کی قدیم جمہوری روایات کی یاد کو تازہ کرنے کے بہانہ سے اپنی ملکہ صوفیا کی سفارش پر اپنی فوج رکاب کے کمانڈر ٹائبیریس کے حق میں تخت و تاج سے دست بردار ہو گیا۔ جسٹن کے نچلے دھڑ پر فالج گر پڑا تھا۔ اور اُس کے قوائے دماغی معطّل ہو چلے تھے۔ ان وجوہ سے اپنی جانشینی کے عقدہ مشکل کو حل کر کے خود عزلت گزین ہو جانا اُس کے لئے ناگزیر تھا۔ لیکن اس آخری فرض کی انجام دہی کے وقت اپنی بچی کھچی اور اکی قوتوں کو سمیٹ کر جن کبھی نہ فراموش ہونے والے الفاظ میں اُس نے اپنے جانشین سے خطاب کیا وہ اُس کی رعایا کے اُس عقیدے کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ چند لمحوں کے لئے اُس کی زبان رُوح القدس کی ترجمان بن گئی تھی۔ وہ معرکۃ الآرا الفاظ یہ ہیں :-

"قبائے سلطنت اور تاج شاہی کے امتیازات عالیہ اب تمہارے حصّہ میں آنے والے ہیں۔ میں کون ہوں جو یہ دولت تمہیں دُوں۔ خود خدائے بزرگ و برتر کا ہاتھ تاج حکومت تمہارے سر پر رکھیگا اور قبائے ارغوانی سے تمہاری قامت کو زینت دیگا۔ اقتدار سلطنت کی ان ظاہری علامات کا ادب کرنا سیکھو تاکہ دنیا تمہاری عزّت کرے قیصرہ تمہاری والدہ کی بجائے ہے۔ پہلے تم اُس کے نوکر تھے۔ اب تم اُس کے بیٹے ہو۔ اسلئے اُس کی تعظیم تم پر واجب ہے۔ خونریزی سے بچو اور انتقام کو منتقم حقیقی کے لئے چھوڑ دو۔ اُن افعال و اعمال سے احتراز کرو جنہوں نے عامۂ خلائق کو میری طرف سے بددل کر دیا ہے اور اپنے پیشرو کے نقش قدم پر چلنے کی بجائے اُس کے

تجربہ سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اس حیثیت سے کہ میں انسانی خطاؤں اور لغزشوں کا ایک کمزور مجموعہ ہوں میں نے بہت سے گناہ کئے ہیں اور اس زندگی ہی میں مجھے اپنی بداعمالیوں کی سنگین سزا ابھی مل چکی ہے۔ لیکن جس وقت میں اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے مسیح کی عدالت اخروی میں حاضر ہونگا۔ تو (وزرائے سلطنت کی طرف اشارہ کرکے) میرے یہ نوکر بھی جنھوں نے رہ رہ کر میرے اعتماد کا ناجائز فائدہ اُٹھایا اور میرے جذبات سافلہ کی آگ کو اپنی ہیزم کشی سے بھڑکایا ہے میرے ساتھ ہونگے۔ اکلیل قیصری کی لمعانی ورخشانی نے میری نگاہوں کو خیرہ کر دیا۔ کہیں تمہاری آنکھیں بھی اسکی روشنی سے چندھیا نہ جائیں۔ تمہارا شیوہ حزم واحتیاط اور انکسار و تواضع ہونا چاہیئے اور تمہیں کبھی یہ حقیقت فراموش نہ کرنی چاہئے کہ تم پہلے کیا تھے اور اب کیا ہو۔ یہ لوگ جو ہماری چاروں طرف صف بستہ کھڑے ہیں۔ تمہارے غلام اَور تمہارے بچے ہیں۔ برسر اقتدار ہو کر ان کے ساتھ وہی سلوک کرو۔ جو ایک شفیق باپ اپنی اولاد سے کرتا ہے۔ اپنی تمام رعایا کو ایسا ہی عزیز سمجھو جیسا اپنے نفس کو عزیز جانتے ہو۔ فوج کے دل میں گھر کرنا اور اُسے ضابطہ کا پابند بنانا اپنا مقدم فرض جانو۔ امیروں کے مال و املاک کو غاصبوں کی دستبرد سے بچاؤ۔ اور جہاں تک بن پڑے غریبوں کی حاجت روائی کرو۔

ٹائبیریئس کا انتخاب نہایت صحیح ثابت ہُوا۔ قضا نے اگرچہ اُس کو چار سال سے زیادہ حکومت کرنے کی مہلت نہ دی لیکن اس قلیل مدت میں اُس نے اپنے انداز حکمرانی سے رعایا پر ثابت کر دیا کہ اُس کے پیشرو کی نصیحت کا ایک

ایک لفظ اُس کے اعماق قلب کا گوشہ گیر ہو چکا تھا۔ ٹائیبر ئیس ایک بلند بالا اور وجیہ وشکیل شخص تھا۔ اور صوفیا کی نظر انتخاب نے اُسے اپنے از کار رفتہ شوہر کی جانشینی کے لئے چھانٹتے وقت اُس کے حسن صوری ہی کو قابلیت کا سب سے بڑا معیار قرار دیا تھا۔ سادہ لوح جسٹن کی اگرچہ یہی آرزو تھی۔ کہ اُس کی البیلی ملکہ نئے قیصر کو اپنا بیٹا سمجھے۔ لیکن صوفیا کے محبت نواز دل کی گہرائیوں میں جذبات شوق کا ایک اور ہی دریا لہریں لے رہا تھا۔ اور وہ ٹائیبر ئیس کی ماں کا درجہ قبول کرنے کی بجائے اُس کی معشوقہ بننا زیادہ پسند کرتی تھی۔ ٹائیبر ئیس کی پارسایانہ بے اعتنائی نے اُس کی اِن بے پرہیزانہ اُمیدوں کا خون کر دیا اور جب قیصر نے اپنی بیاہتا بی بی انسٹیسیا کی رسم تاجپوشی کا اعلان کیا۔ جو صوفیا کے علم کے بغیر پہلے سے اُس کے حبالہ عقد میں آ چکی تھی۔ تو صوفیا کی محبّت یک بیک عداوت سے بدل گئی اور اُس نے ٹائیبر ئیس کے خلاف جوڑ توڑ کرنے شروع کر دئے۔ اوّل اوّل تو ٹائیبر ئیس ان ریشہ دوانیوں کو نظر انداز کرتا رہا۔ لیکن جب صوفیا کی سازشیں علانیہ بغاوت کی حد تک پہنچ گئیں تو اُسے مجبوراً سلطنت کی خاطر اس رنگین مزاج خاتون کو قصرِ شاہی ہی میں نظر بند کرنا پڑا۔

صوفیا کی فتنہ انگیزیوں کا سد باب کرنے کے بعد ٹائیبر ئیس نے عجمی مہم کا بیڑا اُٹھایا۔ اور اس سلسلہ میں ایک سفارتی وفد نئے خاقانِ اعظم کے دربار میں بھیجا جو حال ہی میں دسابل کی وفات پر تورانی تخت و تاج کا وارث ہُوا تھا۔ بازنطینی سفیر نے جب آداب بجا لا کر گزارش کی۔ کہ رُومی اور ترکی متحدہ فوجیں خسرو ایران کے ملک پر چڑھائی کریں۔ تو قسطنطوی دربار کی منافقانہ روش

Marfat.com

کی تلخ یاد سے متاثر ہوکر خاقان نے چند جلے کٹے فقروں میں اپنے دل کا بخار اس طرح نکالا:-

تم رومی بھی میرے ان ہاتھوں کی انگلیوں کی طرح دہ زبان ہو۔ اور تمہاری دس زبانوں میں سے ہر ایک ریاکاری اور دو فصلے پن میں اپنا جواب آپ ہے۔ میرے سامنے اگر تم سیدھی بات کرتے ہو لیکن میری رعایا کو الٹی جا سناتے ہو۔ دنیا کی قوموں کو اپنی مکارانہ لفاظی سے فریب دے کر الّو بنانے کا فن تمہیں خوب آتا ہے۔ تم اپنے حلیفوں کو اپنے حریفوں سے لڑا کر خود الگ بیٹھے ہوئے ان کے کٹ مرنے کا تماشا دیکھا کرتے ہو اور فتح کے وقت مال غنیمت میں ساجھی بننے کے لئے جھٹ آموجود ہوتے ہو۔ احسان کی جزا احسان ہوا کرتی ہے لیکن تم ایسے حق ناشناس ہو کہ اپنے محسنوں کو بھولے سے بھی نہیں یاد کرتے۔ جاؤ اور اپنے آقا سے کہ دو کہ ترک نہ خود جھوٹ بول سکتا ہے۔ نہ جھوٹوں کو معاف کر سکتا ہے۔ قیصر روم کو اپنی منافقانہ دروغ بافی کا خمیازہ کھینچنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اسے شرم نہیں آتی کہ ایک طرف تو میری خوشامد کر کے میری دوستی کا آرزومند بنتا ہے۔ اور دوسری طرف میری بھاگی ہوئی اوار رعایا کے ساتھ دوستانہ عہد و پیمان کر کے انتہائی ذلت و رسوائی کا ٹیکا اپنے ہاتھ سے اپنے ماتھے پر لگاتا ہے۔ اگر ہم نے ان ذلیل غلاموں پر فوج کشی کا ارادہ کر لیا تو میرے کوڑے کا تڑاق ان کے جسم میں لرزہ ڈال دینے کے لئے کافی ہوگا اور میرے سواروں کے ان گنت دستے انہیں پیروں تلے روند کر ان کی خاک فضائے عالم میں اڑا دینگے۔ جس راہ سے انہوں نے جاکر تمہاری

سلطنت پر چڑھائی کی ہے وہ مجھ پر بند نہیں ہے۔ اس دھوکے کا جادو بھی مجھ پر نہیں چل سکتا کہ کوہ قاف رومیوں کا حصار عافیت ہے۔ اس لئے کہ نیسٹر، ڈنیوب اور ہبرس کی پاٹ دار ندیوں کے بہاؤ کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے ہے اور دُنیا کی بڑی سے بڑی جنگ آزمودہ قوموں کی گردنیں ترکوں کی شمشیر خاراشگاف کے آگے جھک گئی ہیں۔ جاؤ اور قیصر رُوم سے کہ دو کہ مشرق سے لے کر مغرب تک ساری دُنیا میری آبائی جاگیر ہے۔

لیکن خاقان کے غصّہ کا بادل صرف گرج کر رہ گیا۔ ترکوں اور رومیوں کے مشترکہ مقاصد نے دونو قوموں کو اتحاد کی ضرورت جتلا کر پرانے خوش آیند تعلقات از سر نو قائم کر دئے اور انہیں تعلقات کا نتیجہ تھا۔ کہ اس معرکہ میں جو اس کتاب کا موضوع ہے خسرو پرویز کو پے درپے اور توبر تو فتوحات کے بعد بالآخر ہرقل کے مقابلہ میں مُنہ کی کھانی پڑی۔

جسٹن کی طرح ٹائبیریس نے بھی ایک فوجی افسر کو اپنا جانشین منتخب کیا۔ یہ افسر ماریس تھا جس نے مشرقی میدانوں میں متعدد موقعوں پر اپنی قابلیت اور شجاعت کے جوہر دکھا کر ایک خاص نام پیدا کر لیا تھا ٹائبیریس نے اپنی بیٹی کے ساتھ اُس کا عقد کر کے اُسے اپنی فرزندی میں لے لیا اور بستر مرگ پر عنان سلطنت اُس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے اس آخری تمنا کا اظہار کیا کہ اگر تمہاری احسانمندی میری کوئی دیرپا یادگار قائم کر سکتی ہے۔ تو اُس یادگار کی بہترین شکل خود تمہارے ذاتی اوصاف

و محاسن ہو سکتے ہیں *

تخت نشینی کے وقت مارس کی عمر پنتالیس سال تھی اور اُس کی مدّت حکومت بیس برس سے کچھ اُوپر ہوتی ہے۔ اس طویل زمانہ میں اُس کے اوصاف حسنہ کا پرتو سلطنت کے نظم و نسق کے ہر شعبہ پر پڑتا ہُوا دکھائی دیتا ہے۔ جس کی اصلاح میں اُس نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ لیکن اُس کا عبرتناک انجام جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ اصُول مکافات کی نیرنگیوں کا تماشا گاہ ہے۔ نظام سلطنت کے مفاسد اُس کی چارہ گری کی حد سے بہت بڑھ گئے تھے۔ اور بالآخر خود اُس کو اور اُس کی اولاد کو اِن مفاسد کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھنا پڑا *

نوشیرواں کے پوتے خسرو پرویز کو ایک سیاسی انقلاب نے جس کی تفصیل کسی دُوسرے مقام پر درج ہے۔ دولت مشرقیہ کی حدُود میں پناہ لینے پر مجبور کیا تھا اور مارس کی مصلحت شناسی نے ایک جرّار رُومی لشکر کی مدد سے اُسے اپنا کھویا ہُوا تاج و تخت ازسرِنو دلوا دیا تھا۔ اس امداد کے معاوضہ میں اگرچہ گراں بہا تحائف و ہدایا کے علاوہ دو مضبُوط سرحدی قلعے عجم کی طرف سے قیصر رُوم کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کئے گئے اور ولایت آرمینیا بھی دولت مشرقیہ کے توابع پر مستزاد کر دی گئی تا آنکہ بازنطینی سلطنت کی حدُود ساحل رُودارس[1] تک وسیع ہو کر بحیرہ خزر کے نواح میں پہنچ گئیں۔ لیکن توسیع سلطنت سے بھی زیادہ نفع رساں شاید مداین و قسطنطنیہ کے وہ مصالحانہ

[1] اے صبا گر بگذری بر ساحل رود ارس۔ حافظ

تعلقات تھے جو خسرو کی احسان پذیری نے قائم کر دئے تھے۔ اور جو مارس کے مرتے دم تک بدستور برقرار رہے۔ انہیں دوستانہ مراسم نے مارس کو عجم کی رقابت کی طرف سے مطمئن کر کے آخر اس قابل بنایا کہ خاقان سے اپنی دہ سالہ رسوائیوں کا بدلہ لینے کا تہیہ کر سکے۔ چنانچہ اُس کے سپہ سالار پرسکس نے ڈینیوب تک پیش قدمی کر کے پانچ میدانوں میں اواروں اور اُن کے حلیفوں کو پے در پے زکیں دیں اور جو نقصان عظیم خاقان کو ان معرکوں میں اُٹھانا پڑا اُن کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ سترہ ہزار اوار قید اور ساٹھ ہزار قتل ہوئے اور خود خاقان کے چار بیٹے بھی کھیت رہے۔ لیکن پرسکس کی یہ کامیابیاں نتائج کے لحاظ غیر فیصلہ کن ثابت ہوئیں اور زیادہ مدت گزرنے نہ پائی تھی کہ بایان نے ایک زبردست فوج از سر نو فراہم کر لی اور اُس کی اس دھمکی کی گونج باسفورس کی پہاڑیوں سے ٹکراتی ہوئی سنی گئی کہ میری ہزیمت کا داغ قسطنطنیہ کی شہر پناہ کے سایہ میں دھویا جائیگا۔

فن حرب کے وہ حکیمانہ اصول جن کی گود میں کبھی جولیس سیزر اور ٹریجن کی قواعد دان پلٹنوں نے تربیت پائی تھی اب بھی بازنطینی دنیا میں موجود تھے۔ لیکن اُن کا وجود صرف لاطینی و یونانی کتابوں کے اوراق میں نظر آتا تھا۔ اُن فنونِ قاہرہ کی جگہ جن کی تربیت یافتہ شجاعت کا مقابلہ دنیا کی کوئی جنگی قوت نہ کر سکتی تھی۔ ایسی سپاہ نے لے لی تھی جو حبِ وطن پاس ناموس اور احترام مذہب کے جذبات عالیہ سے معرا ہونے کے علاوہ علم اصول جنگ کے نکات سے مطلقاً بے بہرہ تھی۔ سردار فوج کی اطاعت سے جس کے

بغیر حیات عسکری ایک جملہ بے معنی ہے۔ فوج کے سپاہیوں کو بہت کم سروکار تھا۔ اور اُن کی شورہ پشتی کا خمیازہ سلطنت کو آئے دن کے باغیانہ مظاہروں کی شکل میں کھینچنا پڑتا تھا۔ ایک مطلق العنان تاجدار ہونے کی حیثیت سے قیصر رُوم کے احکام کا ادب سب سے زیادہ لشکرگاہ میں سخت لازمی تھا۔ لیکن نافرمانی کا سب سے بڑا مرکز یہی خیرہ سر حلقہ تھا۔ اور قیصر کو اپنے شوخ چشم لشکریوں کے طغیان کا مُنہ سونے چاندی کے لقموں سے بھرنا پڑتا تھا۔ بلی سیریس اور نرسکس جیسے بیدار مغز سپہ سالاروں کی زبردست فوجی شخصیتیں سلطنت کی ہمہ گیر بے عنوانیوں کے کلیہ کے لئے استثنا کا حکم رکھتی تھیں اور دولت مشرقیہ کی فتوحات محض بخت واتفاق کا نتیجہ تھیں ورنہ حکومت کا فوجی نظام سر سے لیکر پاؤں تک بوسیدہ ہو چکا تھا*

ماریس نے اِن مفاسد کی صلاح کا بیڑا اُس وقت اُٹھایا جب پانی سر سے گزر چکا تھا۔ سلطنت کے محاصل سالہا سال سے فوج کی دلداری کیلئے وقف تھے اور فوجی اخراجات کے بار گراں سے خزانہ عامرہ کی کمر دُہری ہو رہی تھی۔ آخر ماریس نے اس مضمون کا فرمان صادر کیا کہ فوج کے ساز و سلاح اور وردیوں کی لاگت فوج کی تنخواہ میں سے وضع کر لی جایا کرے۔ ان احکام کا جاری ہونا تھا۔ کہ ایشیائی اور یورپین افواج کے حلقوں میں ایک خطرناک جوش پیدا ہو گیا۔ غیظ آلودہ سپاہ اپنے لرزتے ہوئے افسروں پر پل پڑی۔ کئی جرنیل زخمی ہوئے۔ کئی بصد ذلت اپنے صدر مقام سے نکال دئیے گئے قیصر کے یادگاری مجسمے توڑ ڈالے گئے۔ مسیح کے بُت پر پتھر برسائے گئے دیوانی

اور فوجی قوانین کے پرزے اُڑا دئے گئے اور ملک بھر میں ایک طوفان بے تمیزی مچ گیا۔ آخر مارس کو اپنا حکم واپس لینا پڑا اور ایک نیا فرمان جاری کیا گیا جس کی رُو سے فوج کی ان خطاؤں پر اغماض کا پردہ ہی نہیں ڈالا گیا بلکہ فتنہ پردازوں کو انعام واکرام سے مالا مال کردیا گیا۔ لیکن اس درگزر کی قدر کرنے اور اس فیاضی کی شکر گزار ہونے کی بجائے بگڑی ہوئی فوج اور زیادہ دیدہ دلیر ہوگئی۔ اور جب کچھ عرصہ کے بعد مغربی سپاہ کے اس حصے کو جو سرحد ڈینیوب کی حفاظت پر مامور تھی یہ ہدایت موصول ہوئی کہ موسم سرما کے ایام آواروں کی سرگرمی کا سدباب کرنے کی غرض سے دُشمن کے علاقہ میں بسر کرے تو مفسدہ پردازوں کی سرکشی کا پیالہ جو لبریز ہوچکا تھا بالکل ہی چھلک گیا۔ اُنہوں نے صاف اعلان کردیا کہ مارس میں قسطنطین اعظم کی جانشینی کی اہلیت ہرگز باقی نہیں رہی۔ ایک فوجی افسر فوکاس نے علم بغاوت بلند کیا اور مفسدوں کا گروہ اس کے معدودے چند ہوا خواہوں کے خون سے ہاتھ رنگ کر اس جھنڈے کے نیچے سیدھا قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہُوا۔

پایہ تخت کی آبادی کے پائے وفا کو اگر لغزش کا خوف نہ ہوتا تو مارس کو فوکاس کے خروج سے ہراساں ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی باغی فوج قسطنطنیہ کی فصیلوں سے ٹکرا ٹکرا کر مرجاتی مگر شہر کے اندر نہ داخل ہوسکتی۔ لیکن اُس عروس ہزار داماد نے جس کا نام دولت ہے۔ اب مارس کے آغوش کی بجائے اُس کے رقیب کے شبستاں کو اپنی رعنائیوں کی جلوہ گاہ بنانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ شومی

Marfat.com

تقدیر اسے کہتے ہیں۔ کہ مارس کی کفایت شعاری بھی اُس کی رعایا کو بخل بن کر نظر آنے لگی تھی۔ اور ہر چھوٹا بڑا مدّت سے اُس کا مخالف ہو چکا تھا۔ فوکاس کی باغیانہ پیش قدمی نے اس چھپی بددلی کو کھلی ہوئی مفسدہ پردازی سے بدل دیا اور دشمنوں کے حوصلے یہاں تک بڑھ گئے کہ قیصر کی سواری پر ارازل و انفار روز روشن میں اینٹ پتھر برسانے لگے۔ آخر جب برگشتہ بخت مارس کو جان کے بھی لالے پڑ گئے تو وہ اپنی بی بی اور نو بچوں سمیت ایک چھوٹی سی کشتی میں سوار ہو کر ایشیائی ساحل پر جا اُترا اور ایک گرجا کی چار دیواری نے قسمت کے اِن ستائے ہوؤں کو پناہ دی۔ چاروں طرف سے مایوس ہو کر اُس کی نگاہ اُس وقت خسرو پرویز تاجدار ایران کی طرف اُٹھی جس کا اُس نے اڑے وقت میں ساتھ دیا تھا۔ چنانچہ اپنے بڑے بیٹے تھیوڈوسیُس کو التجائے استعانت کی غرض سے مداین روانہ کر کے اُس نے اپنے آپ کو حوالۂ تقدیر کر دیا۔

مارس کے فرار نے جب تخت سلطنت خالی کر دیا۔ تو نئے قیصر کے انتخاب کا سوال پیش ہوا۔ فوکاس اُس وقت ایک زبردست فوجی جمعیت کا سرکردہ تھا۔ اور قسطنطنیہ کی انقلاب پسند آبادی جس کے نزدیک فوجی طاقت کے آگے سر جھکا دینا وفاداری کا دوسرا نام تھا۔ اُس کا دم بھرنے لگی تھی۔ اِن حالات میں اُمیدواران تخت و تاج میں سے کسی کو اُس کے مقابل بننے کی جرات نہ ہو سکتی تھی۔ اراکین سلطنت اور اعضائے کلیسا کی ابن الوقتی نے ہوا کا رخ پہچان کر تاج قیصری اُس کے سر پر رکھ دیا۔ اور

ایک مجہول الحسب غاصب دولت مشرقیہ کی جلالت اندوز مسند پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔

عنان حکومت ہاتھ میں لے کر سب سے پہلا فرمان جو فوکاس نے جاری کیا مارس اور اس کی اولاد ذکور کا قتل نامہ تھا۔ شاہی جلادوں کی ایک خونخوار ٹولی مارس اور اس کے اہل و عیال کی جائے پناہ کی طرف روانہ ہوئی۔ اور گرجا میں گھس کر بدنصیب قیصر اور اس کے پانچ بیٹوں کو گھسیٹتی ہوئی باہر نکال لائی۔ فوکاس کی وحشیانہ سنگدلی کا اندازہ اس کی اس ہدایت سے کیا جا سکتا ہے کہ باپ کے قتل سے پہلے بیٹے اس کی آنکھوں کے سامنے تہ تیغ کئے جائیں۔ تیغ جلاد کی ہر جانستان ضرب پر جو دنیا کو مارس کی آنکھوں میں سیاہ کرتی ہوئی خود اس کے اپنے قلب کو چرکا دیتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اس کی قوت ایمانی اس کی لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے یہ فقرہ کہلواتی جاتی تھی کہ الٰہی تو عادل ہے اور میرے حق میں تیرا فیصلہ برحق ہے درد و کرب اور عذاب و عقوبت کی اس آخری جاں گسل ساعت میں حق و انصاف کی ملکوتی قوتوں نے اس کا ایمان اس درجہ مضبوط کر دیا تھا۔ کہ جب ایک آنا نے جان نثاری کی راہ سے اس کے دودھ پیتے بچے کی جگہ اپنے بچے کی گردن جلاد کی چھری کے نیچے رکھ دی تو اس نے موت کے بیرحم گماشتوں کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ آخر اس دردناک منظر پر خود شہنشاہ کے قتل نے اپنا خونچکان پردہ ڈال دیا۔ باپ بیٹوں کے دھڑ باسفورس کی موجوں میں پھینک دئے گئے اور ان کے کٹے ہوئے سر قسطنطنیہ کے دروازوں پر لٹکا

دے گئے۔ تھیوڈوسیس بھی جو اپنے مظلوم باپ کا پیغام لے کر عازم مداین ہوا تھا اپنے خاندان کے اس عبرتناک انجام میں حصہ لینے سے نہ بچ سکا۔ ابھی وہ عجمی سرحد میں داخل بھی نہ ہونے پایا تھا۔ کہ فوکاس کے سپاہیوں کی دوڑنے اُسے رستے ہی میں آلیا اور طرفۃ العین میں اُس کا کام تمام کر دیا۔ ماریس کے اہل وعیال میں اب صرف اُس کی ملکہ کانسٹنشیا اور تین بیٹیاں باقی رہ گئی تھیں۔ لیکن بہائم صفت فوکاس کی قساوت کے ہاتھوں جو حشر ان بیچاریوں کا ہُوا اُس کے تصوّر سے بھی انسانیت لرزہ براندام ہوئی جاتی ہے۔ ایک ظاہر پرست دنیا کو حکومت وقت کی کریم النفسی کا نظر فریب تماشہ دکھانے کے لئے پہلے تو ماں بیٹیاں ایک صومعہ میں نظر بند کر دی گئیں لیکن کچھ دن بعد ان کی نسبت سازش کا شبہ ہُوا۔ ظالم حکومتوں کی لغات میں شبہ ہمیشہ سے یقین کا مرادف چلا آیا ہے اور ملزم سے مجرم مراد لی جاتی رہی ہے۔ محض ایک شبہ کی علّت ایک خیالی الزام کی پاداش میں کسی قسم کی عدالتی تحقیقات کے بغیر کانسٹنشیا اور اُس کی تینوں بیٹیوں کے حق میں سزائے موت تجویز کی گئی لیکن سزادہی کا جو طریقہ اختیار کیا گیا اُس پر شاید ابلیس لعین کی جدت پسندی کو بھی رشک آتا ہوگا۔ پہلے تو ان نازک اندام ناز پروردہ خاتونوں کی آنکھیں نکلوں سے چھیدی گئیں اور پھر اُن کی زبانیں گُدی سے کھینچ کر قاتلوں کے پاؤں میں مسلی گئیں۔ پھر یکے بعد دیگرے اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے۔ پھر اُن کے برہنہ جسموں پر تازیانے برسائے گئے۔ پھر اُن کو نیزوں سے چھلنی کیا گیا پھر اُنہیں جلتے الاؤ میں جھونک دیا گیا۔

پطرس کی مسند تقدس پر ان دونوں پاپائے گریگوری جنہوں نے مسیحیت کی بارگاہ سے ولایت کے منصب کے علاوہ اعظم کا لقب بھی حاصل کیا ہے رُوح القدس کے ہمزبان تھے۔ حضرت پاپا نے فوکاس کے خونفشاں کارناموں کی یاد میں جو قصیدہ تصنیف فرمایا ہے وہ سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس ناپاک قاتل کو اپنی بدکرداریوں پر پشیماں ہونے کا درس دینے کی بجائے مسیحیت کے پیشوائے اعظم نے اس امر پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا ہے کہ خدائے تعالٰے نے فوکاس کو اُس کے زہد و اتقا اور جود وکرم کا صلہ تخت سلطنت کی شکل میں مرحمت فرمایا اور پھر دعا مانگی ہے۔ کہ فوکاس کو ایک طویل اور بامراد عہد حکومت عطا ہو جس کے خاتمہ پر دنیوی شان و شکوہ کی طرح وہ اخروی فوز و فلاح سے بھی بہرہ ور ہو۔

پاپائے گریگوری کی اس قصیدہ خوانی پر گبن نے بگڑ کر دو چار جلے کٹے جملوں سے اُس کی یاد کی تواضع کی ہے۔ لیکن گبن کے بگڑنے سے کیا ہوتا ہے۔ مسیحیت پاپا کو معصوم سمجھتی ہے جس سے کوئی خطا سرزد نہیں ہو سکتی۔ اس سے فوکاس کی نجات میں شک کرنے کی مجال کس کافر کو ہو سکتی ہے۔

سیاسیات کی انوکھی سرزمین میں نیکی اور بدی کی حد فاصل ایک خط موہوم ہے جس کا وجود نقطۂ اقلیدس کی طرح نمود بے بود کا حکم رکھتا ہے۔ ایک شخص کا ایک ہی فعل اُس کے لئے موجب تحسین بھی ہو سکتا ہے اور باعث نفرین بھی۔ اخلاقی اعتبار سے اگر دیکھا جائے۔ تو پرائے مال پر دست تصرف دراز کرنا ایک فعل ناجائز ہے۔ جس کا مرتکب کسی حالت میں بھی اپنے

اقران و اماثل کے لئے وجہ تقلید نہیں بن سکتا۔ لیکن فلسفہ سیاست کے رمز شناسوں کی رائے ہیں ایک دل گردے والا لٹیرا اپنے ہی جیسے ڈاکوؤں کی ایک جمعیّت کے ساتھ اپنے ہمسایوں کو حوالہ تیغ و آتش کرتا ہوا تاج خسروی سر پر رکھ کر ساری دُنیا کی مدح و ستائش کا سزاوار بن سکتا ہے اور بصورت ناکامی سولی پر لٹک کر دنیا جہان کی لعنت کا طوق بھی اپنی گردن میں ڈلوا سکتا ہے۔ غرض سیاسیات میں حسنات کا اطلاق اُن افعال پر ہوتا ہے جن میں فاعل کو کامیابی حاصل ہو اور سیّئات سے انہیں افعال کی وہ صورت مراد ہے جو منجر بہ ناکامی ہو۔ ایک کامیاب لٹیرے کو جس کا ہاتھ اپنے ہزار ہا ابنائے جنس کے خون سے رنگین ہے۔ اسکندر اعظم کہتے ہیں اور اُس کا ایک ہم پیشہ معاصر صرف اتنی سی خطا پر کہ اُس کی تاخت و تاراج اور غارتگرانہ سرگرمیاں ہمہ گیر نہیں ہیں۔ ڈاکو کا ڈاکو ہی رہتا ہے۔ فوکاس جس کی تخت نشینی کی ابتدا مارس کے خاندان کے قتل عام سے ہوئی اور جس کا ہشت سالہ عہد حکومت تباہ کن شکستوں اور ذلت آفرین صلحناموں کا ایک سلسلہ ناکامی ہے اگر مارس کی واژگوں طالعی سے فائدہ نہ اُٹھا سکتا۔ تو تاریخ کے اوراق اُسے زیادہ سے زیادہ ایک کندہ ناتراش باغی کی حیثیت میں دُنیا کے سامنے پیش کرتے۔ لیکن اسباب گرد و پیش کی اُس بعید از فہم سازگاری نے جسے قسمت کی رسائی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اُسے قیصر بھی بنا دیا اور اُسکی وحشیانہ سیہ کاریوں پر مسیحیّت کی بارگاہ اعلےٰ کو "زہد و اتقا" کی پھبتی بھی سجھا دی۔

جس طرح تلوار کا کھیت کسی نے سرسبز ہوتے نہیں دیکھا اسی طرح ظالموں کا پھلنا پھولنا بھی مکافات کی اس لق و دق وادی میں کسی کی نظر سے نہیں گزرا۔ رومیوں کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اُن کا نیا قیصر خدا کی رحمت ہونے کی بجائے اُن کے حق میں خدا کے قہر سے کم نہیں۔ اس زمانے کے ایک مورخ سڈرینیس نے فوکاس کی سیرت کی جو شبیہ پردہ الفاظ پر کھینچی ہے۔ وہ بجائے انسان کے کسی عفریت کی تصویر معلوم ہوتی ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے۔ کہ اُس کا قد ٹھگنا تھا۔ صورت سخت مکروہ تھی۔ سر کے بال سُرخ تھے۔ گھنے ابروؤں کی پیوستگی نے تنگ پیشانی کے ساتھ مکر خباثت فطری کا اجارہ لے رکھا تھا۔ ڈاڑھی مونچھ کا منہ پر نام و نشان تک نہ تھا۔ چہرے پر ایک بہت بڑا داغ تھا جس نے صورت اور بھی بگاڑ رکھی تھی نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ اور ضابطہ و قانون سے مطلقاً عاری تھا۔ اور نہ اور فن سپہگری سے بھی جس میں اُسے کچھ نہ کچھ درخور ضرور ہونا چاہئے تھا۔ اُسے کوئی حصہ نہ ملا تھا۔ تخت سلطنت پر بیٹھ کر اُس کی عیش پرستی اور شرابخوری کی کوئی حد نہ رہی۔ غصہ کی حالت میں اُس کی وحشی طبیعت قابو سے باہر ہو جاتی تھی اور مخالفت یا نکتہ چینی اُسے دیوانہ بنا دیتی تھی ٭

ممکن نہ تھا کہ اس وضع و قماش کے حکمران سے رعایا کا کوئی طبقہ بھی خوش ہو۔ اُس کے گوناگوں مظالم سے اُمرا الگ نالاں تھے اساقف الگ بیزار تھے۔ غربا الگ تنگ آ گئے تھے۔ ملک بھر میں بددلی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ جو نفرت اور عداوت کی دوگونہ منازل طے کرتی ہوئی بغاوت کی حد تک

پہنچ گئی۔ ہرقل صوبہ دار افریقہ نے خود مختارانہ روش اختیار کر کے خراج بھیجنا موقوف کر دیا۔ اور صاف کہہ دیا کہ میں ایسے شخص کا محکوم ہو کر رہنا پسند نہیں کرتا۔ جس کا وجود تخت قسطنطنیہ کے لئے باعث صد ننگ و عار ہے۔

ہندوستان جدید کے نرم و گرم فریقوں کی مانند جنہیں انگریزوں کی اصطلاح میں اعتدال پسند اور انتہا پسند کے امتیازی القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ یا انگلستان کی اُن مشہور جماعتوں کی طرح جو کبھی وِہگ اور ٹوری کہلاتی تھیں اور آج لبرل و کنسرویٹو کے نام سے موسوم ہیں دولت روما کے نظام سیاست میں بھی قدیم الایام سے دو حریف عناصر سرگرم مسابقت چلے آتے تھے۔ ایک فریق نے اپنے لئے نیلا رنگ تجویز کیا تھا۔ اور دوسرے نے ہرے رنگ کو اپنی شناخت کی علامت قرار دیا تھا۔ انہیں الوان مختلفہ کی مناسبت سے یہ جماعتیں ازرقی اور اخضری کہلاتی تھیں۔ قیصری دنگلوں کے کھیل تماشوں میں گلی کوچوں کے بلووں اور ہنگاموں میں۔ سیاسی انقلابات کے فتنوں اور سازشوں میں غرض ہر موقع اور ہر محل پر ان دو نو جماعتوں کے باہمی رقابتیں ہمیں دولت روما کی اندرونی زندگی کی میزان کے پلوں کی شکل میں نظر آتی ہیں۔ خود قیصر روم ان میں سے کسی ایک فریق کی طرفداری اور سرپرستی کو اپنی شہنشاہانہ حیثیت کے لئے وجہ تقویت سمجھتا تھا اور فریق مخالف حکومت وقت کے مایدۂ لطف کی ریزہ چینی سے محروم ہو کر اُن خفیہ ریشہ دوانیوں کو اپنی سیاسی زندگی کے برقرار رکھنے کا ذریعہ واحد سمجھنے پر مجبور ہو جاتا تھا جو ہر مسلوب الاقتدار جماعت کی سرگرمیوں کی خصوصیات میں

شامل ہیں۔ ملکہ تھیوڈورا کو جسٹینین کے حبالۂ عقد میں آنے سے پیشتر ایک مشہور فاحشہ تھی اور تھیٹر میں اپنے رقص عریاں سے قسطنطنیہ کی رنگین مزاج آبادی کا دل لبھایا کرتی تھی اپنے شوہر کی طرح ارزقیوں سے انس اور اخضریوں سے عناد تھا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ بیسواپن کے ایام میں ایک مرتبہ جب وہ تماشا گاہ میں ناچنے کے لئے آئی تو اخضری فریق نے اس کی بے حیائی پر نفرین کا تار باندھ دیا تھا۔ لیکن ارزقی جماعت نے اس کی کافر ادائی پر پھول برسائے تھے۔ اخضریوں کے اس مخالفانہ طرز عمل کی یاد اس کے دل سے مرتے دم تک محو نہ ہونے پائی۔ چنانچہ جب اسکے حسن گلو سوز نے جسٹینین کے الفت پذیر دل پر جادو کے ڈورے ڈال کر اسے دولت مشرقیہ کی مسند پر قیصرہ کی حیثیت سے جسٹینین کے پہلو میں بٹھایا تو پرانے کینے تازہ ہو گئے اور اس کی حنا بندی کے لئے ہزارہا اخضریوں کا خون بھی کافی سرخی فراہم نہ کر سکا۔

فوکاس کی کامیابی میں اخضریوں کی خفیہ امداد نے بہت بڑا حصہ لیا تھا لیکن فوکاس نے جو یگانوں کو بیگانہ بنانے کے فن میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اپنی مجنونانہ بدتمیزی سے ذرا سی بات میں ان مخلص ہوا خواہوں کو بھی اپنا بدترین دشمن بنا لیا۔ فوکاس کی اکلوتی بیٹی امیر کبیر کریس سے بیاہی گئی تھی۔ ایک شاہانہ جشن کے موقع پر اخضری جماعت نے دولھا اور دلہن کے مرمری مجسمے تخت قیصری پر شہنشاہ کی نشست کے برابر رکھوا دئیے۔ فوکاس جیسے تو دوتے کے لئے شان قیصری کی اس سے بڑھ کر توہین نہ ہو سکتی تھی۔ غضبناک ہو کر پوچھا کہ

Marfat.com

یہ کس گستاخ شخص کی حرکت ہے۔ غریب اخضریوں نے جب ڈرتے ڈرتے اپنا الزام ناکردہ گناہ سنگتراشوں کی بے احتیاطی پر تھوپنا چاہا تو فوکاس نے حکم دیا۔ کہ ان سب کی گردن اُڑا دی جائے۔ یہ قہرمانی فرمان سن کر سارا دربار تھرا اُٹھا۔ سب کے سب سجدے میں گر پڑے اور کہیں ہزاروں منتوں سماجتوں کے بعد ظالم نے ٹھنڈے ہو کر اپنا ناشدنی حکم واپس لیا۔ لیکن اس کی اس ایک حرکت نے اخضریوں کے ساتھ اُس کے داماد کے دل میں بھی اُس کی بدخواہی کا بس بو دیا۔

آخر کرسپس نے اعیان دولت سے مشورہ کر کے ایک خفیہ وفد افریقہ کے خود مختار صوبہ دار ہرقل کی طرف اس استدعا کے ساتھ روانہ کیا کہ ایک فوج جرار لے کر آئے۔ اور سلطنت کو ایک خونخوار ظالم کے پنجہ سے چھڑا کر عنان نظم و نسق خود اپنے ہاتھ میں لے۔ ہرقل کی پیرانہ سری اس دور دراز مہم کے خطروں اور صعوبتوں کی متحمل ہونے سے قاصر تھی۔ اس کام کے لئے اُس نے اپنے بیٹے کو تجویز کیا کہ وہ بھی ہرقل ہی کے نام سے موسوم تھا جواں سال ہرقل ایک زبردست بیڑا لے کر کارتھیج کی بندرگاہ سے روانہ ہوا اور اُس کے لنگر اٹھاتے ہی کاتب تقدیر کا قلم دولت مشرقیہ کے ایوان کی آرائش کی غرض سے ایک نئے صفحے کی نگارش کے لئے وقف ہو گیا۔

اس اُٹھتے ہوئے طوفان کی اُڑتی سی خبر فوکاس کے کانوں تک بھی پہنچ گئی تھی۔ لیکن کرسپس کی غداری نے اُس کے نوخاستہ اندیشوں کو اس دل خوش کن منطق کا بڑھاوا دے کر زائل کر دیا۔ کہ یہ سب افواہیں

سلطنت کے بدخواہوں کی پھیلائی ہوئی ہیں۔ صوبہ دار افریقہ کو جو کالے کوسوں دور ہے دولت روما کے قلب پر حملہ کرنے کا حوصلہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس خیالی مُہم کی کوئی اصلیت بھی ہو۔ تو قیصر کا اقبال دنیا جہان کے سرکشوں کی سرکوبی کے لئے ہر وقت طیار ہے۔ اس تشفی خوشامد نے فوکاس کی آنکھوں پر غفلت کی پٹی باندھ دی تا آنکہ ہرقل کا بیڑا موافق ہواؤں کی مساعدت سے کھلے بندوں دردانیال میں داخل ہو گیا اور حکومت وقت کی تمام وہ مخالف قوتیں جو اس دن کے لئے دن گن رہی تھیں چاروں طرف سے جوق جوق اُس کے خیر مقدم کے لئے آموجود ہوئیں۔ اب فوکاس کی آنکھیں کھلیں اور اُس کا نشۂ پندار ہرن ہُوا۔ لیکن تقدیر کا گھڑیال بارہ بجا چکا تھا اور آفتاب دولت کے زوال کو زمین کی کوئی قوت ایک لمحہ کے لئے بھی نہ ٹال سکتی تھی۔ قسطنطنیہ کی تمام آبادی اور تمام مقامی فوج عروس بخت کے نئے نوشہ کا ترانہ تہنیت گانے کے لئے سمندر کے ساحل پر کھڑی تھی اور بے یارو مددگار فوکاس اپنے سُنسان محل کے ایک دریچے میں بیٹھا ہُوا حسرت بھری نگاہوں سے رقیب کے بیڑے کو دیکھ رہا تھا جس کے شاندار استولوں کو باسفورس کی فضا بوسہ دے رہی تھی۔ ایک گزند خوردہ دشمن جس کی دیرینہ خواہش انتقام سالہا سال سے اس ساعت کے لئے چشم براہ تھی محل سرا میں گھُس کر فوکاس کو کشاں کشاں باہر لے آیا۔ تاج قیصری کی جگہ کسی بھانڈ کی ٹوپی اُسے اُڑھا دی گئی اور قبائے خسروی کے بجائے کسی مسخرے کی مضحکہ خیز گدڑی سے اُس کا جسم ڈھانپا

گیا۔ پھر ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر ذلت و رسوائی کے اس پیکر متحرک کو ہرقل کے جہاز پر پہنچا دیا گیا۔ ہرقل نے جب خشمگین لہجہ میں اُس کے ناپاک عہد حکومت کی فہرست جرائم کھول کر اُس کے ضمیر کو تازیانہ لگانا چاہا۔ تو اُس کی نا اُمیدی کا آخری حربہ یہ جسارت اندوز فقرہ تھا کہ تو کب مجھ سے بہتر حکومت کر سکیگا۔

فوکاس کے عبرتناک انجام نے اس حقیقت ثابتہ کو ایک مرتبہ پھر عالم آشکار کر دیا۔ کہ مکافات عمل سے کسی انسان کو مفر نہیں۔ پایہ تخت کی غضبناک آبادی نے رنگ رنگ کی ذلتیں اور طرح طرح کی عقوبتیں دے کر اُس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ پھر اس سر کو تو اُسی منظر عام پر لٹکا دیا جہاں کبھی اس اور اُس کے معصوم بیٹوں کے سروں کی نمائش ہوئی تھی اور اُس کا دھڑ ایک دہکتے ہوئے الاؤ کے لپکتے ہوئے شعلوں کو حوالے کر دیا ؎

تو ہم شب را بسر کے مے بری اے شمع کم فرصت
گرفتم سوختی پروانۂ آتش بجانے را

دولت مشرقیہ کا تاج اب اجماع ملت نے ہرقل کے سر پر رکھا اور ایک نازک مگر مبارک ساعت میں اُس شہنشاہ کا طویل عہد سلطنت شروع ہوا جس کے حصے میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی الہامی بشارت کے مصداق ہونے کا فخر ازل سے آچکا تھا۔

ایران

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

ہندوستان اور مصر کی طرح ایران کے ایام قدیم پر ایسی گہری تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ کہ تاریخ کا روشن ہاتھ اس کا ایک سرا بھی پوری طرح الٹ نہیں سکا۔ واقعات کی جستجو میں درایت کو قدم قدم پر ٹھوکر کھانی پڑتی ہے اور روایت بھی جو قیاسات سے حقائق نفس الامری کا کام لینے کی خوگر ہے۔ قوت متخیلہ کی مدد سے ایک خاص حد تک پہنچ کر عاجز ہو جاتی ہے۔ کہ اس سے آگے اسے بھی کچھ نظر نہیں آتا۔

ایران قدیم کے متعلق ہماری معلومات کا ماخذ کچھ تو ان سنگین عمارتوں کے کتبے ہیں جن کے کھنڈر دستبرد روزگار سے بچ کر ایک مٹی ہوئی عظمت ایک گزرے ہوئے تجمل کا افسانہ سنانے کے لئے آج بھی موجود ہیں کچھ ہیرودوطس زنوفن اور دوسرے یونانی مورخین کی تصنیفات ہیں جن سے ایران کی قدامت پر خارجی روشنی پڑتی ہے۔ کچھ مجوسیوں کی مشہور مذہبی کتاب ژند اوستا اور پہلوی زبان کی متعدد تصانیف ہیں جو ساسانیوں کے عہد دولت میں سپرد قلم ہوئیں۔ اس سلسلہ میں ممتاز ترین تصنیف کارنامک ارتخشتر پاپکاں" (کارنامہ اردشیر بابکاں) ہے جو بانئے دولت ساسانیہ کے

حالات میں چھٹی صدی عیسوی کے خاتمہ پر یعہد یزد جرد ثالث مرتب ہوئی۔ فردوسی نے اسی کارنامہ پر اپنی معرکتہ الآرا کتاب شاہنامہ کی بنیاد رکھ کر دنیا کو شاعرانہ تخییل اور مورخانہ وقائع نگاری کے ایک دل آویز امتزاج سے روشناس کرتے ہوئے سخنوران عجم سے نہ صرف اپنے سامنے زانو تلمذ تہ کرایا ہے۔ بلکہ اپنی خدایگانی پر بھی ان مشہور الفاظ میں بیعت لی ہے:

آفریں بر روان فردوسی　　　آں ہمایوں نژاد فرخندہ

او نہ استاد بود و ما شاگرد　　　او خداوند بود و ما بندہ

لیکن اس گوناگوں مواد کے موجود ہونے پر بھی مستشرقین فرنگ کی ناقدانہ ژرف نگاہی کو آج تک زردشت کا زمانہ تحقیق نہیں ہو سکا۔ کوئی اس پیشوائے مذہب کا سن ظہور مسیح علیہ السلام سے پانسو ساٹھ سال قبل قرار دیتا ہے۔ کسی کے نزدیک یہ زمانہ ششصد قبل از مسیح ہے۔ اور کسی کی رائے میں اس سے بھی چار صدی پیشتر۔ اگر یہ آخری قیاس صحیح ہو۔ تو روایتی تاجدار گشتاسپ جس نے زردشت کی دعوت پر آئین ثنویت قبول کیا۔ آج سے ساڑھے تین ہزار سال پہلے ایک ایسی مشرقی تہذیب کا علم بردار نظر آتا ہے جو نہ معلوم کتنے قرنوں کے ارتقا سے اسے ترکہ میں ملی تھی۔ اس سے کم از کم اتنا تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ رومتہ الکبرے کی آبادی سے مدتوں پہلے جب اہرام مصر کی سلیں تراشی جا رہی تھیں۔ جب بابل اور نینوہ کے کاہن ثابت و سیار کی رصد بندی کر رہے تھے جب آریہ ورت کے رشی ویدانت کے ناخن سے اسرار کائنات کی گرہ کھولنے میں مصروف تھے ایران میں ایک شاندار

تمدن کی بنیاد قائم ہو چکی تھی ٭

فردوسی نے قدیم سلاطین عجم کو چار سلسلوں میں تقسیم کیا ہے :-

(۱) پیشدادی ٭

(۲) کیانی ٭

(۳) اشکانی ٭

(۴) ساسانی ٭

پہلا سلسلہ کوئی تاریخی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیومرث۔ طہمورث دیوبند جمشید۔ ضحاک۔ آفریدوں سب کے سب محض روایتی شخصیتیں ہیں جن کی مافوق الفطرت خصوصیات زمانہ ماقبل تاریخ کے اُس دور کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ جب انسانی معاشرت جنوں اور پریوں کی آئینہ داری کی محتاج تھی ٭

دُوسرا سلسلہ بھی جس میں فردوسی کے زور قلم نے رستم وستاں اور اسفندیار روئیں تن کی صدہا سالہ معرکہ آرائیوں کی تفصیل سے حیات ابدی پھونک دی ہے۔ ایک دلفریب افسانہ ہے۔ جس سے عجمی عظمت کی مجوسی روایات کا زندہ رکھنا مقصود ہے۔ ان روایات پر اگر ہیرودوطس کی تاریخی شہادت کی روشنی میں نظر ڈالی جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۵۵۹؁ قبل مسیح میں ایران کا فرمانروا سائرس (گرش یا کیخسرو) تھا جس سے پہلے تین تاجدار گزر چکے تھے۔ اسی سلسلہ میں دارائے اوّل نے ۵۲۱؁ ق۔م سے ۴۸۵؁ ق۔م تک حکومت کی۔ یہ تاجدار اُسی دارا کا پیشرو ہے۔ جس کا مقابلہ سکندر سے ہُوا۔ پس تاریخی حیثیت سے کیانیوں کی اگر کوئی اصلیت ہے تو وہ یہی فرمانروا ہیں۔

Marfat.com

۳۳۱ق م میں اسکندر اعظم کا کشور کشایانہ خروج کیانی سطوت وجبروت کا خاتمہ کر دیتا ہے اور مقدونوی فاتح کی وفات پر وہ شاندار سلطنت جس پر کبھی درفش کاویانی لہراتا تھا۔ اُس کے جرنیلوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ کچھ مدت ایران میں یونانیوں کا سکہ چلتا ہے لیکن اپنے وقت پر انہیں بھی تخت و تاج سے تورانیوں کے حق میں دست بردار ہونا پڑتا ہے جو ہندوستان سے لے کر شام تک ایک زبردست سلطنت قائم کر لیتے ہیں۔ فردوسی کی تقسیم کو اگر تاریخی مصطلحات کا درجہ دیا جائے تو اشکانیوں کا اطلاق یونانیوں اور تورانیوں پر ایک ساتھ ہوگا۔ جن کا مجموعی دور حکومت ساڑھے پانچ سو سال ہوتا ہے۔ مؤرخین عرب نے اشکانیوں کو ملوک الطوایف کہا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ تورانی دور میں سلطنت ایران مرکزی حیثیت سے ایک تاجدار کے زیر نگین تھی لیکن سلطنت کے مختلف صوبوں نے خود مختارانہ اور شاہانہ حیثیت قائم کر لی تھی۔ ملوک الطوایف جب ایک طویل کشمکش میں رومیوں کا مقابلہ کرتے کرتے کمزور ہو جاتے ہیں تو اردشیر بابکان بانئے دولت ساسانیہ کا اقبال ۲۲۶ء میں انہیں مٹا دیتا ہے۔ اور یہی وہ زمانہ ہے جب تاریخ کی پوری روشنی ایران پر پڑنی شروع ہوتی ہے۔ نویں صدی عیسوی کے خاتمہ پر اسلامی مؤرخ یعقوبی نے اپنے انداز بلیغ میں یہی نکتہ اس طرح بیان کیا ہے:۔

"ملوک عجم سے بہت سی فوق العادت اور بعید از قیاس خصوصیات منسوب کی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ایک بادشاہ کے کئی منہ اور متعدد آنکھیں تھیں۔ ایک

کا چہرہ تانبے کا تھا۔ ایک کے دونو شانوں سے دو سانپ نکل کر انسان کا مغز کھایا کرتے تھے۔ ان بادشاہوں کی عمریں بہت طویل ہوئی تھیں اور ان کے تصرف نے موت کو بنی آدم سے ٹال دیا تھا یہ اور اسی قسم کی دوسری روایات جنہیں عقل قبول نہیں کر سکتی۔ اُن خیالی قصوں اور فرضی افسانوں کی ذیل میں شمار ہونے کے قابل ہیں جو واقعیت اور حقیقت نفس الامری سے قطعاً معرا ہیں۔ لیکن وہ اہل عجم جو صاحب فہم و علم ہیں اور نیز ہر طبقے کے وضیع و شریف رؤسا و دہاقین ناقلان روایات و ارباب حکمت ان باتوں کو نہ تو مانتے ہیں نہ ان کا دعوے کرتے ہیں اور نہ ان کا ذکر کرتے ہوئے سُنے جاتے ہیں۔ بلکہ اُن کی رائے میں سلطنت ایران کا تاریخی دور صرف اردشیر بابکاں کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ان تمام روایتی افسانوں سے اعتنا نہیں کیا۔ ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جو امور عقل و قیاس سے بون بعید رکھتے ہوں اُن سے کوئی سروکار نہ رکھیں"۔

اِس کتاب کے موضوع سے بھی دولت ساسانیہ ہی تعلق رکھتی ہے۔ اور اس لئے عجم کے قدیم تر عہد کا تفحص ہمارے مقصد سے خارج ہے۔ البتہ یہ دیکھنا ضرور ہے کہ وہ بدیع الشان سلطنت جس کی بنا اردشیر بابکاں نے ڈالی کیانیوں کے زمانہ میں اسکندر سے پہلے کس قدر وسعت رکھتی تھی اور دارا جو میدان جنگ میں شکست کھا کر اور زخموں سے چور ہو کر بھی

مجنباں سرِ تاج جنبد زمیں

کی جلال آفریں تہدید سے سکندر کو اپنے مرتبہ کی بلندی کی حسرتناک

یاد دلاتا ہے۔ جہاں کشائی و جہانبانی کی کن شاندار روایات کا حامل تھا۔ یہ عقدہ اُس کتبہ نے حل کر دیا ہے جو دارا ے اوّل نے بمقام اصطخر کندہ کرایا تھا

ایران کے مقبوضات کی جو تفصیل اس کتبہ میں درج ہے اگرچہ اُس کے بعض اجزا کی صحیح صحیح جغرافی تعیین مشکل ہے اور زمانہ حال کی جغرافی حدود کے لحاظ سے بظاہر بعض ممالک کے جزو پر بھی کل کا اطلاق کیا گیا ہے مثلاً پنجاب اور سندھ کو کہ اُس زمانہ میں غالبًا یہی علاقے ایران کے باج گزار تھے ہندوستان کہا گیا ہے اور یہی قول عرب پر صادق آتا ہے۔ جس کے اندرونی ریگستانوں پر کبھی اغیار و اجانب مسلط نہیں ہونے پائے پھر بھی اس تفصیل سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت مسیح سے چھ صدی پہلے کے ایران کی سیاسی حدود پنجاب سے لے کر یونان اور ترکستان سے چل کر مصر تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یونانی مؤرخین (ہیرودوطس و زنوفن) بیانات بھی اس حقیقت کی تائید کرتے ہیں اور اردشیر بابکاں کے دعوے سے بھی جس کی تفصیل آگے آئیگی۔ اِس کی مزید توثیق ہوتی ہے۔

ساسانیوں نے جب ملوک الطوایف کے اقتدار کا خاتمہ کر کے اپنی چہار صد سالہ حکومت کی بنیاد استوار کی تو قدیم کیانی عظمت کا احیا اُن کا نصب العین تھا۔ اور وہ دیرینہ حقوق کی بنا پر مصر و یونان کو اپنی سلطنت کی مغربی حدود میں شامل کر لینے کے متمنی رہتے تھے۔ لیکن اس درمیان میں مغرب کی ہمہ گیر طاقت رومتہ الکبرے پوری طرح نشو و نما پا چکی تھی اور یونان قدیم کو اُسی طرح پامال کر کے جس طرح اسکندر نے ایران کو اپنے قدموں تلے روندا تھا۔ شمال

جنوب مغرب مشرق ہر طرف بڑھتی چلی جاتی تھی۔ اور مشرق میں اُس کی فاتحانہ پیش قدمی کا سیلاب دجلہ و فرات کے کناروں تک پہنچ گیا تھا۔ ایسی حالت میں ساسانیوں اور رُومیوں کا تصادم ناگزیر تھا۔ مغرب و مشرق کی یہ دونو زبردست طاقتیں جن کا اپنی اپنی جگہ روئے زمین پر جواب نہ تھا۔ آپس میں ٹکرا گئیں اور چار سو سال تک ان کا سلسلہ کشاکش جاری رہا تاآنکہ عرب سے ایک نئی قوت نمودار ہوئی جو ان دونو کو فنا کر کے تمام عالم پر چھا گئی ؛

اردشیر بابکاں

دولت ساسانیہ کے بانی اردشیر بابکاں کا شمار اپنے حیرت انگیز فاتحانہ کارناموں کے لحاظ سے تاریخ عالم کے اُن چیدہ چیدہ اشخاص میں ہے۔ جو اپنی ہمت کی بلندی ارادہ کی استقامت اور تدبیر کی اصابت سے ہر قسم کی مشکلات پر غالب آکر اپنے جانشینوں کے لئے اپنی بدیع المثال کامیابیوں کی ایک دائمی یادگار چھوڑ جاتے ہیں۔ اس کی زندگی کے واقعات اس قدر دلچسپ ہیں۔ کہ ہم اُن پر یہاں ایک اجمالی نظر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتے ؛

اردشیر کے حسب و نسب کے متعلق جو تفصیل "کارنامک" اور "شاہنامہ" میں درج ہے۔ اُس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب اسکندر مقدونوی کے اقبال کی آندھی نے دارا کا چراغ دولت گل کیا۔ تو دارا

کا ایک بیٹا جس کا نام ساسان تھا جان بچا کر ہندوستان کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی پانچویں پشت میں ایک نوجوان نے کہ اُس کا نام بھی ساسان ہی تھا آخری اشکانی تاجدار اردوان کے زمانے میں فارس کے صُوبہ دار بابک کی ملازمت اختیار کر لی۔ ساسان بابک کے گلّوں کا چوپان تھا۔ اور اس خوف سے کہ مبادا انکشاف حقیقت بلائے جان بن جائے اپنے شاہی نسب کا حال کسی پر ظاہر نہ کرتا تھا +

ایک رات بابک نے خواب دیکھا۔ کہ اُس کے چرواہے ساسان کے سر پر آفتاب کا تاج ہے جس کی تجلّی سے تمام دُنیا میں روشنی پھیل رہی ہے۔ دوسری رات عالم رویا میں اُس کی نظر سے یہ کیفیّت گزری۔ کہ ساسان ایک سفید ہاتھی پر جو زربفت کی جھولوں سے آراستہ ہے ہاتھ میں تیغ ہندی لئے بیٹھا ہے۔ اور ساری کشور کی مخلوق اُس کے سامنے مودبانہ جھکی ہوئی اُس کی مدح وثنا کر رہی ہے تیسری رات اُسے نظر آیا۔ کہ آتشہائے ثلثہ یعنی خرّاد برجین مہر اور آذر گشاسپ ساسان کے گھر میں روشن ہیں۔ جن کے فروغ سے سارے جہان میں اُجالا ہو رہا ہے۔ متواتر تین رات یہ ہم جنس رویا دیکھ کر بابک کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ ضرور کوئی اشارۂ غیبی ہے۔ چنانچہ اُس نے بڑے بڑے بلند پایہ موبدوں کو جو فن تعبیر کے ماہر تھے بلا کر کل واقعہ بیان کیا۔ اُنہوں نے متفق البیان ہو کر جواب دیا۔ کہ یا تو خود وہ شخص جس کے متعلق یہ خواب ہے یا اُس کی اولاد میں سے کوئی شخص اس دُنیا کی

Marfat.com

ایک عظیم الشان سلطنت کا مالک ہوگا۔ اس لئے کہ آفتاب اور فیل سفید طاقت و عظمت و نصرت کی غیبی علامتیں ہیں۔ آتش خراد سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں مذہبی حقائق میں دستگاہ کامل اور اپنے اقران و اماثل پر تفوق حاصل ہو۔ آتش آذرگشاسپ خیل و حشم جاہ وحشم سے عبارت ہے اور آتش برجیں مہر تمثیلی رنگ میں دنیا کے دہقانوں اور کسانوں کی قایم مقام ہے۔ پس یہ شخص اور اس کی آل و اولاد ایک ایسی حکومت حاصل کریگی جس میں یہ تمام خصوصیات موجود ہونگی +

موبدوں کو رخصت کرکے بابک نے ساسان کو طلب کیا اور اُس سے اُس کا حسب نسب دریافت کیا۔ ساسان نے جب ڈرتے ڈرتے اپنے شاہی نسب کی کیفیت بیان کی تو بابک نے اُسے خلعت فاخرہ سے سرافراز کرکے اپنے مقربین خاص میں داخل کر لیا اور کچھ عرصے کے بعد اپنی بیٹی اُسے بیاہ دی اردشیر اسی کے بطن سے ہے۔ اور چونکہ بابک نے اُسے اپنی تبنیت میں لے لیا تھا۔ اِس لئے اردشیر بابکاں کہلاتا ہے +

گبن اردشیر کو مجہول النسب قرار دے کر لکھتا ہے۔ کہ اس تاریکی کے پردہ نے جو اُس کی ولادت پر پڑا ہوا ہے اُس کے بدخواہوں اور ہواخواہوں کے لئے قدح و مدح کی یکساں آسانیاں پیدا کردی ہیں۔ دشمن کہتے ہیں کہ اردشیر بابک نامی ایک موچی کی بی بی اور ایک معمولی

Marfat.com

سپاہی ساسان کے ناجائز تعلق کا نتیجہ تھا۔ دوستوں کا دعوے ہے۔ کہ اُس کا سلسلہ نسب ایران کے سلاطین قدیم سے ملتا ہے۔ جن کی اولاد کو زمانہ کی گردش نے مفلوک و تبہ حال کر دیا تھا اور اسلئے اُس کی شرافت نسبی پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ موچی والی روایت صریحاً دشمنوں کا افترا و بہتان ہے۔ رہا اردشیر کے معروف الاصل ہونے کا سوال سو "تاریخ زوال و ہبوط روما" کے مصنف نے کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کی جس سے اس تاریخی روایت کے تواتر کی تضعیف یا تغلیط ہوتی ہو کہ بابک فرمانروائے فارس کی بیٹی ساسان کے حبالہ عقد میں آئی تھی۔ کسی تائیدی شہادت کے موجود نہ ہونے کی بنا پر ساسان کا یہ دعوے کہ اُس کا جد امجد دارائے کیانی تھا۔ البتہ مورد اشتباہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اردشیر کیانی نژاد نہ تھا تو خود اُس کے کارنامے ایسے عظیم الشان ہیں کہ اُسے اپنی روشنی بزم کے لئے دارا و بہمن سے چراغ مستعار لینے کی کوئی حاجت نہیں ۰

اردشیر معروف النسب ہو یا مجہول الاصل لیکن یہ واقعہ متفق علیہ ہے۔ کہ اُس کی ابتدائی تعلیم و تربیت اُس اہتمام بلیغ کے ساتھ ہوئی جو شرفا کے لئے مخصوص تھا۔ چنانچہ جب اُس نے طفولیت کے مدارج طے کر کے سر منزل شباب میں قدم رکھا تو اُس کی شہسواری و تیراندازی کی ملک بھر میں دھوم پڑ گئی اور اُس کے ان کمالات کی شہرت نے اُسے اردوان کے دربار تک پہنچا دیا۔ رے میں جو اشکانیوں کی مرکزی طاقت

Marfat.com

کا صدر مقام تھا۔ اردشیر کے قیام شہنشاہ کے مزاج میں اُس کے درخور پھر اردوان کے ساتھ اُس کی آن بن اور وہاں سے اُس کے فرار کی داستان کو روایت نے اپنے انداز خاص میں طرح طرح کی تخیلانہ رنگ آمیزیوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ ایک دن جب اثنائے شکار میں اُس نے ولیعہد سلطنت کے ادعاے خدنگ افگنی کو یہ کہہ کر باطل کیا کہ جو تیر نشانے پر بیٹھا تھا وہ خود اُس کی اپنی کمان سے نکلا تھا۔ تو ولیعہد کے لگانے بجھانے سے اردوان اُس کا دشمن ہوگیا۔ یہ دشمنی یہاں تک بڑھی کہ اُسے قصر شاہی کی ایک حسینہ کے ساتھ جو "شاہنامہ" میں گلنار کے نام سے موسوم ہے۔ شبا شب صبا رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر فرار ہو جانا پڑا۔ اردوان نے ایک فوج جرّار کے ساتھ اُس کا پیچھا کیا۔ لیکن جب اثنائے تعاقب میں اُسے معلوم ہوا۔ کہ "فرکیانی" ایک مینڈھے کی شکل میں اُس کے جلو میں ہے تو وہ تعاقب کو بے سود سمجھ کر خایب و خاسر واپس لوٹ آیا۔ ان تمام باتوں کی تاریخی اصلیت گبن کے الفاظ میں صرف اس قدر ہے "کہ اردشیر نے اردوان کی افواج میں قیمتی خدمات انجام دے کر اپنی نمایاں قابلیت کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن عام قاعدہ کے مطابق شاہی احسان فراموشی نے ان خدمات کا صلہ اُسے جلاوطنی کی شکل میں دیا جس پر اُسے مجبوراً علم بغاوت بلند کرنا پڑا"[1]۔

[1] گبن جلد اوّل صفحہ ۱۹۰۔

Marfat.com

ساڑھے پانچ سو سال کی طویل غلامی سے اگرچہ ایرانی قومیت پر مردنی چھا گئی تھی۔ لیکن موت کی راکھ میں زندگی کی کچھ چنگاریاں ابھی تک دبی ہوئی تھیں جنہیں ہوائے انقلاب کا ایک جھونکا بھڑکتے ہوئے شعلوں کی شکل میں بدل کر سکتا تھا۔ اسی لئے جب اردشیر بابکان نے ایران کو اشکانیوں کی بدیسی حکومت سے آزادی دلانے کے اعلان کے ساتھ آبائی حقوق کی بنا پر تخت سلطنت کا دعوے کیا تو حب وطن کی تمام چھپی ہوئی قوتیں یک بیک نمودار ہو گئیں سارا ایران اُس کے جھنڈے تلے آ جمع ہوا اور دست تقدیر نے دولت اردوان کا کوس رحلت بجا دیا۔ تین زبردست معرکوں میں اشکانی افواج کو پے درپے شکستیں ہوئیں۔ آخری جنگ میں اردوان مارا گیا اور اشکانیوں کی شمع دولت ہمیشہ کے لئے بجھ گئی۔ بلخ میں ایک بہت بڑا قومی اجتماع ہوا جس نے تاج سلطنت اردشیر بابکان کے سر پر رکھ کر اُسے شہنشاہ ایران تسلیم کیا اور نئے شہنشاہ نے آئین زردشتی کی تجدید اور صولت دارائی کے احیا کے عہد کے ساتھ ایک شاندار دور حکومت کا آغاز کرتے ہوئے اُس خواب کو پورا کر دکھایا۔ جو اُس کے باپ ساسان نے دیکھا تھا۔

اُن تمام صوبوں کو جنہیں اشکانی فرمانرواؤں کی مرکزی کمزوری نے باجگزاری سے خود مختاری کی حیثیت تک پہنچا دیا تھا۔ پوری طرح مطیع و منقاد بنا کر اردشیر نے زمام حکومت براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لی اور مطلق العنان اقتدار کے تمام وہ حجاب جو تخت سلطنت اور رعایا کے

Marfat.com

درمیان حائل تھے۔ اپنے دست سطوت سے اُٹھا دئے۔ جو وسیع سلطنت اس طور پر اُس کے قبضے میں آئی اُس کی مغربی حدود دریائے دجلہ سے منتہی تھیں۔ شمال میں دریائے ارس اور بحیرہ خزر تھا۔ مشرقی سرحد دریائے اٹک کا ساحل تھا اور جنوب میں خلیج فارس پھیلی ہوئی تھی۔ اس وسیع الذیل مملکت میں امن و امان قائم کرنے اور اُس کے اندرونی انتظام سے فارغ ہونے کے بعد اردشیر نے ہمسایہ طاقتوں کو دھمکانا شروع کیا جنہوں نے ایران کی گزشتہ کمزوریوں سے فائدہ اُٹھا کر اسے گوناگوں ذلتیں پہنچائیں تھیں۔ شمال میں وحشی روسیوں اور مشرق میں ہندوستانیوں کو شکست دے لینا آسان تھا۔ لیکن مغربی سرحد پر رومیوں سے عہدہ برا ہونا ذرا ٹیڑھی کھیر تھی جن کی فاتحانہ تاخت نے ایران کے مغربی صوبوں (آرمینیا عراق اور کردستان) میں متعدد مستحکم یادگاریں قائم کر لی تھیں اور جن کی زبردست قوت کے مقابلہ کے لئے اردشیر اپنی مجموعی طاقت اور ہمت کا محتاج تھا۔

اگر ایران کی مغربی سرحد کا استحکام اور رومیوں کی فوجی دستبرد سے اس محاذ کا تحفظ ہی مقصود ہوتا تو اردشیر کی رومی مہم ہر طرح سے حق بجانب سمجھی جاتی لیکن اُس کی جواں دولتی جو نوبر تو کئی طاقتوں کو نیچا دکھا چکی تھی محض مدافعتی سرگرمیوں پر قانع نہ ہو سکتی تھی۔ سارا مغربی ایشیا اُس کا آبائی ورثہ تھا۔ جس پر رومی غاصبانہ طور سے قابض ہو گئے تھے۔ کیخسرو کے زمانہ میں ایران کے ڈانڈے یونان سے جا ملے تھے۔ اور حبش کی سرحد تک سارا مصر بھی کیانیوں ہی کے زیر نگیں تھا۔ اس بنا پر اُس کی ہمت بلند کو اصرار تھا۔

کہ اِس تمام کھوئی ہوئی پشتینی املاک کو اپنی قوت بازو سے از سرنو حاصل کرے
چنانچہ تاج شہنشاہی سر پر رکھتے ہی اُس نے سلطنت ایران کو اس کی قدیم
حدود تک وسعت دینے کا ارادہ کرلیا ⁂

۲۳۰ء میں ایک باتجمل ایرانی سفارت نے قیصر روم اسکندر سیورس کے دربار میں پہنچ کر شہنشاہ ایران کے مطالبات پیش کئے۔ سفیر ایران کا لہجہ اپنے آقا کی نخوت میں ڈوبا ہوا تھا۔ اردشیر کی ہدایت کے بموجب اُس نے رومیوں کو حکم دیا کہ کسریٰ کے آبائی علاقوں سے فوراً رخصت ہوجائیں اور ایشیا کی سلطنت ایرانیوں کے حوالے کرکے یورپ کے مقبوضات پر قناعت کریں۔ یہ رعونت آفرین مطالبہ ایک کھلے ہوئے پیغام جنگ کا حکم رکھتا تھا اور اسکندر سیورس جیسے اولوالعزم تاجدار کے لئے جس کی پشت پر روما جیسی باجبروت سلطنت کی قوت قاہرہ موجود تھی بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ تلوار کی جھنکار کا جواب تلوار ہی سے دے۔ روما اور ایران کی فوجی طاقتیں اس زبردست آویزش کے لئے بڑے سازوسامان سے فراہم کی گئیں اور اسکندر و اردشیر کی قیادت میں مقابلہ کے لئے بڑھیں ⁂

اسکندر نے اپنی فوج جرار کو تین بڑے لشکروں میں تقسیم کرکے ایران پر تین مختلف سمتوں سے حملہ کیا۔ معرکہ کا اسلوب یہ تھا۔ کہ ایک لشکر آذربائیجان میں داخل ہوکر ایران کے شمالی صوبوں پر قبضہ کرے۔ دوسرا عراق کی طرف غنیم کے جنوبی و مغربی علاقوں پر حملہ آور ہو اور تیسرا لشکر جو خود قیصر کی کمان میں تھا۔ قلب میں رہ کر ان دونو جناحی یلغاروں کو تائیدی حملوں

سے تقویت دے۔ اس زبردست مصافی تدبیر کو اردشیر بابکاں کی ان تھک مستعدی اور غیر معمولی سپہگرانہ قابلیت نے الٹ دیا۔ ایک لاکھ بیس ہزار غرق آہن سواروں اٹھارہ سو جنگی رتھوں اور سات سو ہاتھیوں کے ساتھ جن کے ہودج نشین جنگ آزمودہ قادر انداز تھے وہ ہر محاذ پر مقابلہ کے لئے خود پہنچ جاتا تھا اور حریف کی ایک پیش نہ جانے دیتا تھا۔ رومیوں کا جنوبی لشکر جس نے عراق کی طرف سے پیش قدمی کی تھی۔ ایرانیوں کے ٹڈی دل سے گھر کر فنا ہو گیا۔ البتہ اس اثنا میں میدان خالی پاکر شمالی لشکر آذربایجان کے قلب میں گھس آیا اور اس سارے علاقہ میں قتل وغارت کا بازار گرم کر دیا۔ لیکن اردشیر فرات کے کنارہ پر غنیم کا تیا پانچا کر کے بجلی کی سرعت کے ساتھ آذربایجان کی طرف جھپٹا اور اس کے ایک ہی جاں گسل حملے میں رومیوں کے قدم اکھڑ گئے جنہوں نے بصد اضطراب وسراسیمگی پسپا ہو کر آرمینیا کے کوہستانوں میں پناہ لینی چاہی۔ مگر ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے۔ ان دو لو شکستوں نے اسکندر سیویرس کی ہمت پست کر دی۔ وہ اپنے دستہ فوج کے ساتھ انطاکیہ لوٹ گیا*

اردشیر بابکاں کو اگرچہ معرکہ ہائے میوں پر شاندار فتوحات حاصل ہوئیں لیکن فتوحات فیصلہ کن نہ تھیں۔ اُس کی فوج کا بڑا حصہ ان لڑائیوں میں کام آچکا تھا اور اب اُس میں سکت نہ تھی۔ کہ رومیوں کو جن کی طاقت اِن معرکہ آرائیوں سے کمزور تو ہو گئی تھی۔ مگر ٹوٹنے نہ پائی تھی۔ آگے بڑھ کر ایشیا سے نکال دے۔ خاتمہ جنگ پر ساسانی سلطنت کی حدود وہی رہیں جو جنگ سے پہلے

تھیں اور رومی گرفت عراق کے صوبہ پر بھی ڈھیلی نہ ہونے پائی۔ توسیع حدود سلطنت کے منصوبہ کی تکمیل اردشیر نے اپنے جانشینوں کے لئے چھوڑی جن کے عہد میں روما و ایران کی روایتی آویزش کا نباہ کُن سلسلہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ برابر جاری رہا۔

زردشتی کیش و آئین کی تجدید کے ساتھ دولت ساسانیہ کی تدابیر بقا کی ذیل میں اردشیر نے حکم دیا کہ زردشت کے ظہور سے لے کر اُس کے عہد دولت تک جس قدر زمانہ منقضی ہوا تھا اس میں سے تین صدی کی مدت یک قلم خارج کردی جائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکندر اعظم کی وفات اور اردشیر بابکاں کی تاج پوشی کی درمیانی مدت ساڑھے پانچ سو سال سے گھٹ کر صرف دو سو چھیاسٹھ سال رہ گئی اور چونکہ ایرانی روایات کے رو سے زردشت کا ظہور سکندر سے تقریباً تین سو سال پیشتر ہوا تھا۔ اس سے زردشت اور اردشیر کا درمیانی زمانہ بجائے ساڑھے آٹھ سو سال کے پانچ سو چھیاسٹھ سال رہ گیا دور آسمانی کے مقررہ اندازہ میں ساسانیوں کے اس انوکھے تصرف کی وجہ علامۂ مسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف میں بالتفصیل بیان کی ہے اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۲۲۶ء میں جب ساسانی حکومت کی بنیاد رکھی گئی تو اس مضمون کی پیشینگوئی زبان زد خلائق تھی۔ کہ زردشت سے ایک ہزار سال بعد دین زردشتی فنا ہو جائیگا اور اس کے ساتھ سلطنت ایران بھی مٹ جائیگی۔ اردشیر بابکاں نے یہ دیکھ کر کہ پیشینگوئی کی میعاد کے انقضا میں کم و بیش ڈیڑھ سو سال باقی رہ گئے ہیں اصلی مدت میں سے تین صدیاں

گھٹادیں۔ اس تدبیبی عمل سے ظاہر بینوں کو نظر آنے لگا۔ کہ زردشت گو گزرے پانچ سو چھیاسٹھ سال ہی منقضی ہوئے ہیں۔ اور اردشیر نے یہ سمجھ کر دل خوش کر لیا۔ کہ اُس کے خاندان کی مدت حیات بقدر تین صدی کے بڑھ جائیگی۔ عجیب بات یہ ہے کہ اردشیر کا یہ داؤ چل گیا اور حکومت اُس کے خاندان میں چار سو چونتیس سال رہ کر آخری ساسانی تاجدار یزدجرد ثالث پر ختم ہوئی جو بعہد خلافت حضرت عثمان ؓ ۶۵۱ء میں قتل ہوا۔

حقائق غیبیہ کے مغربی منکر تاریخی پیشینگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھ کر ان کی ناقابل انکار ملہمانہ صداقتوں کی تاویل اپنے اس پیش پا اُفتادہ فلسفہ سے کرنے کے خوگر ہیں کہ ہر پیشینگوئی کے اندر خواہ وہ کیسی ہی مہمل اور لغو کیوں نہ ہو اپنی تکمیل کی طبیعی استعداد موجود ہوتی ہے۔ اس لئے کہ خوش اعتقاد لوگ جن کا اس پر ایمان ہوتا ہے اپنی متفقہ مساعی سے اس کی تصدیق کے سامان خود پیدا کر دیتے ہیں اردشیر کا مخادعانہ التباس بظاہر اس فلسفیانہ استدلال کا موید معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ معاملات انسانی میں تصرفات یزدانی کے قایل ہیں۔ جنہیں بصارت کے ساتھ بصیرت بھی دی گئی ہے خوب جانتے ہیں کہ خاصانِ خدا کی بشارتیں از قبیل مقدرات ہیں جو کسی طرح ٹل نہیں سکتیں کارفرمایان قضا و قدر انسانی جد و جہد کو ان کی تکمیل کا ذریعہ ضرور قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ جد و جہد اپنی نوعیت کے لحاظ سے اضطراری ہوتی ہے اور صرف اُسی حالت میں بروے کار آتی ہے۔ جبکہ پیشینگوئی الہامی الاصل ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی یزدان نشناس

Marfat.com

مدعی صداقت کوئی پیشینگوئی تصنیف کر دے اور اس من گھڑت ڈھکوسلے کے سچ کر دکھانے کے لئے ایک قوم کی قوم اُٹھ کھڑی ہو۔ اگر ایسا ہو گا۔ تو تاریخ عالم شاہد ہے۔ کہ ایسی قوم کبھی کامیاب نہ ہو گی +

جس پیشینگوئی کا حوالہ علامہ مسعودی نے دیا ہے۔ اس کی تاریخی اور الہامی اصلیت کے آگے ہمیں بے اختیار سر تسلیم جھکانا پڑتا ہے اُس کے تاریخی الاصل ہونے پر تو خود اردشیر کی تحریف گواہ ہے۔ اگر ایسی کوئی عام پیشینگوئی موجود نہ ہوتی تو وہ اس کی میعاد میں تصرف بھی کیوں کرتا۔ رہا اُس کے ماخذ کا الہامی ہونا۔ سو اس کا ثبوت اس کی حیرت انگیز تکمیل میں موجود ہے۔ سوال صرف اتنا رہ جاتا ہے۔ کہ اِس کی تصدیق کو اردشیر کے تصرف کی احتیاج کیوں ہوئی۔ اس کا جواب اِس آسمانی فقرہ میں موجود ہے مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ (اُنہوں نے اللہ سے داؤں کیا اور اللہ نے اُن سے داؤں کیا۔ (وہ یہ نہیں جانتے کہ) اللہ کے حیلے سب حیلوں سے بڑھ کر ہیں)۔ ضرور ہے۔ کہ اصل پیشینگوئی کا زمانہ ہزار سال کے بجائے وہی رہا ہو جس کے انقضا پر اس کی تصدیق ہوئی لیکن بمرور زماں لوگوں کی زبان پر آسانی کے خیال سے ہزار کا لفظ رہ گیا ہو۔ اور اردشیر نے اِس مدت میں قطع و برید کر کے نادانستہ طور پر منشاء آسمانی پورا کر دیا ہو +

حضور سرورِ کائنات کی ولادت باسعادت کی کیفیت سپرد قلم کرتے ہوئے اسلامی سیرت نگاروں نے جن آسمانی نشانات کے ظہور کا ذکر کیا ہے۔ وہ

Marfat.com

بھی اگر ذرا غور سے دیکھا جائے۔ تو اسی پرانی پیشینگوئی کے سلسلہ دراز کے آخری حلقے ہیں۔ مشہور ہے کہ جس رات پہلوئے آمنہ سے وہ نور قدسی ہویدا ہوا جس کی عالم تاب تجلیاں عرب و عجم کی ظلمتوں کو بکھیرنے والی تھیں تو نوشیرواں کے محل کے چودہ کنگرے ایک زلزلے کے آنے سے گر پڑے۔ آتشکدۂ فارس جو برابر ایک ہزار سال سے روشن چلا آتا تھا۔ یک بیک بجھ گیا، ساوا کی جھیل جو رے اور ہمدان کے درمیان واقع ہے خود بخود خشک ہو گئی اور مجوسیوں کے دستور اعظم نے خواب میں دیکھا کہ عربی اونٹ اور عربی گھوڑے دجلہ کے پار اتر اتر کر ایران کی مغربی سرزمین کو اپنے سموں اور ٹاپوں سے پامال کر رہے ہیں۔ نوشیروان نے ان خوق العادہ نشانات سے خوفزدہ ہو کر جب ایک کہن سال مسیحی راہب سے جو بادیہ شام کے کنارے رہتا تھا۔ ان نشانات کی تعبیر پوچھی تو اُسے یہ پریشان کن جواب ملا۔ کہ جب لکھے پڑھوں کی کثرت ہو جائیگی۔ اور وہ شخص آ جائیگا۔ جس کے ہاتھ میں عصا ہوگا (حضرت فاروق اعظم سے مراد ہے جن کے عہد میں ایران فتح ہوا) تو وادی سماوا میں حملہ آور افواج کا ہجوم ہوگا۔ دریائے ساوا سوکھ جائیگا۔ اور مقدس آتش بہرام بجھ جائیگی۔ البتہ اُن کنگروں کی تعداد کے لحاظ سے جو کسرے کے محل سے گر پڑے ہیں چودہ تاجدار ایران پر حکومت کرینگے۔ جس کے بعد اس کی حکومت کا خاتمہ ہو جائیگا[۱]"

ارباب سیر نے ان نشانیوں کو عالم محسوسات کے بدیہیات قرار دیکر

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام +

اُن لوگوں کے لئے جو اس دنیا کے ہر حادثہ کی اصلیت کو اپنی محدود عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کے خوگر ہیں شک و شبہ کا سامان پیدا کر دیا ہے اور اُن کے نزدیک یہ نشانات سریع الاعتقاد مسلمانوں کی خوش عقیدگی سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتے یہاں تک کہ علامہ شبلی مرحوم جیسا دقیقہ سنج بزرگ بھی اپنی معرکۃ الآرا تصنیف سیرت نبوی میں ان نکتہ چینیوں کے پاس خاطر سے حسب ذیل اعتراف پر مجبور ہوا ہے:-

"ارباب سیر اپنے محدود پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں۔ کہ آج کی رات کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے۔ آتشکدہ فارس بجھ گیا۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں بلکہ شان عجم شوکت روم اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے آتش فارس نہیں۔ بلکہ جحیم شر آتشکدہ کفر آذر کدہ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اُڑنے لگی۔ بت کدے خاک میں مل گئے۔ شیرازہ مجوسیت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے[سلہ]"

جو خدا انیس سال تک رُوح القدس کو اپنے سب سے زیادہ برگزیدہ بندے کے پاس بھیج کر امور انسانی میں اپنی مداخلت کا بدیہی ثبوت دے چکا ہو۔ جس کی قدرت نے سفر ہجرت میں محمد مصطفٰے کے دشمن کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنسا دئیے ہوں۔ جس نے میدان بدر میں خیل ملائکہ بھیج کر مٹھی بھر ناتواں اور بے سروسامان مسلمانوں کو کفار کی زبردست طاقت پر وہ غلبہ عطا کیا ہو جو رہتی دنیا تک طواغیت عالم کی رُسوائی اور نامرادی

سلہ سیرت نبوی جلد اوّل صفحہ

کارزار فاش کرتا رہیگا۔ جس نے جنگ احزاب میں اپنے فرشتوں کی آندھیوں سے رسول اللہ کے اعدا کے خیمے اکھڑوا دئیے ہوں۔ جس نے ابتدا سے لیکر آخر تک قدم قدم پر اپنے نبی کی تائید کرتے ہوئے اس ناقابل انکار صداقت پر مہر استدام لگادی ہو کہ اس کائنات کی ساری قوتیں عبداللہ کے یتیم بیٹے کی خدمت گزاری کے لئے وقف کردی گئی نہیں۔ اُس خدا کے حکم سے ظاہر بینوں کی عبرت کے لئے ایک عظیم الشان دنیاوی انقلاب کی تمہید کے طور پر قصر کسریٰ کے کنگروں کا گر پڑنا یا کسی قطعہ آب کا سوکھ جانا یا کسی آگ کا بجھ جانا بجائے خود کوئی ایسا نرالا واقعہ نہیں جو عقل سے مستبعد ہو زلزلے دُنیا میں آیا ہی کرتے ہیں۔ سر بفلک عمارتیں ان کے جھٹکے سے سرنگوں ہُوا ہی کرتی ہیں۔ دریا بھی خشک ہوتے دیکھے گئے ہیں۔ اور آتشکدے بھی خاموش ہوتے ہی رہے ہیں۔ لیکن اگر باتباع علامہ شبلی مغفور یہ تسلیم کر بھی لیا جائے۔ کہ یہ نشانات مرئیات و محسوسات سے تعلق نہ رکھتے تھے تو انہیں از قبیل رویا سمجھ کر رسول اللہ صلعم کی ولادت کا پیش خیمہ قرار دینے میں کوئی تاریخی یا عقلی مشکل سنگ راہ نہیں ہوتی اور اسلام کے مغربی نکتہ چینوں کا یہ اعتراض بھی اُٹھ جاتا ہے۔ کہ یہ سارے آسمانی نشانات زمانہ مابعد کے مسلمانوں کی خوش اعتقادی کے کرشمے ہیں[1]"+

جب خودار وشیر بابکاں کے زمانہ میں اس پیشینگوئی کا عام چرچا ہو زردشت سے ایک ہزار سال بعد دین زردشتی فنا ہو جائیگا۔ اور ایرانیوں

[1] لٹریری ہسٹری آف پرشیا مصنفہ پروفیسر براؤن +

کی سلطنت بھی پارہ پارہ ہو جائیگی تو ظاہر ہے کہ نوشیرواں کے زمانہ میں بھی جو ۵۳۱ء سے لیکر ۵۷۹ء تک برسر اقتدار رہا۔ اس پیشینگوئی کی شہرت ہوگی پس اگر ۵۷۲ء میں جو رسول اللہ صلعم کا سن ولادت ہے نوشیروان یا آتشکدہ فارس کے دستور اعظم نے خواب میں ایوان شاہی کے کنگروں کو گرتا دریائے ساوا کو سوکھتے آتش بہرام کو بجھتے اور عربی اونٹوں اور گھوڑوں کو خاک ایران پامال کرتے دیکھا ہو۔ تو نفسیات کے نکتہ سنجوں کے نزدیک اس میں ایک بات بھی ایسی نہیں جس پر عقلی گرفت ہو سکتی ہو +

باایں ہمہ ایسے تاریخی قرائن بھی موجود ہیں۔ جن سے اس گمان کو تقویت ہوتی ہے۔ کہ یہ نشانات عالم رویا کی بجائے عالم محسوسات میں ظاہر ہوئے تھے۔ یہ ایک عجیب و غریب تاریخی واقعہ ہے کہ رسول اللہ کے ظہور سے کچھ مدت پہلے روئے زمین پر ایسے خوفناک زلزلے آنے شروع ہو گئے۔ اور مدت دراز تک اس تواتر سے آتے رہے کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی دوسری کوئی مثال نہیں ملتی جسٹینین قیصر روم نے ۵۲۷ء سے لیکر ۵۶۵ء تک کا طویل زمانہ پایا ہے۔ اس لحاظ سے نوشیرواں کے معاصر ہونے کے ساتھ اس کا عہد سلطنت رسول اللہ کی ولادت مبارک سے تیس سال پہلے شروع ہوتا ہے۔ دنیا اس طویل مدت میں بھونچال کے سخت جھٹکوں سے برابر تہ و بالا ہوتی رہی۔ بڑے بڑے پہاڑ سرنگوں ہو کر پیوند آب ہوتے رہے۔ بڑے بڑے آباد شہر طرفۃ العین میں برباد ہوتے ہوئے دیکھے گئے سمندر خشک ہو گئے اور خشکی کی جگہ تری نے لے لی۔ گبن نے ان واقعات کی تصویر اپنے معمولی

معجزانہ انداز میں اس طرح کھینچی ہے :-

"تاریخ کا یہ منصب نہیں کہ زلزلوں کے طبعی اسباب و علل پر بحث کرے لیکن وہ اُن ادوار کی تفریق اور اُن زمانوں کی تعیین کر سکتی ہے۔ جن میں ان مصیبت خیز حوادث کا ظہور قلت یا کثرت سے ہوا اور بتا سکتی ہے کہ جسٹینین کے عہد میں یہ لرزہ آور بخار اندام زمین پر غیر معمولی شدت کے ساتھ طاری رہا۔ اس عہد طویل کا کوئی سال ایسا نہیں جس میں زلزلے بحرات و مرات نہ آئے ہوں اور تواتر کے ساتھ ان کے زلزالی تسلسل کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ قسطنطنیہ برابر چالیس دن تک ہچکولے کھاتا رہا۔ اسی کے ساتھ ان کی وسعت کی یہ کیفیت تھی۔ کہ تمام کرہ زمین یا کم از کم سلطنت رُوم تزلزل میں آگئی۔ لوگوں کو محسوس ہوتا تھا۔ کہ ایک اہتزازی یا ارتعاشی حرکت زمین کے رگ و پے کو جھنجوڑ رہی ہے۔ سطح زمین کے پھٹنے سے بڑے بڑے شگاف نمودار ہو جاتے تھے بڑی بڑی بھاری چٹانیں ہوا میں اڑتی پھرتی تھیں۔ سمندر کبھی ساحل سے آگے بڑھ جاتا تھا اور کبھی بہت پیچھے ہٹ آتا تھا۔ کہسار لائی ہینس کے پہلو سے ایک پہاڑ اکھڑ کر سمندر میں جا پڑا اور فنیقیہ کے نئے بندرگاہ بطریس کا پشتہ بن گیا۔... انطاکیہ کے زلزلے میں اڑھائی لاکھ نفوس جن کی مقامی تعداد کو صعودِ مسیح کے میلے کی تقریب نے اور بھی زیادہ بڑھا دیا تھا۔ تباہ ہو گئے[۱]۔"

اس مسلمہ تاریخی شہادت کے موجود ہوتے ہوئے کس کو انکار کر سکتا ہے کہ مدائن میں جو قیصر رُوم کی مشرقی سرحد سے ملا ہوا تھا۔ ایوان کسریٰ کے کنگروں کا گرنا آتشکدہ فارس کا بجھنا اور دریائے ساوا کا سوکھنا کسی ایسے

[۱] گبن جلد چہارم صفحہ ۳۶۹

ہی زلزلہ کا قدرتی نتیجہ تھا۔ اور اسلامی سیرت نگاروں نے ان آسمانی نشانات کی تفصیل میں مبالغہ کی بجائے اصل حقیقت کو بہت گھٹا کر بیان کیا۔ ورنہ وہ بجا طور پر یہ بھی کہہ سکتے تھے۔ کہ حضور محمد مصطفیٰ کی پیدائش نے مجاز حقیقت کو ایک کرکے کسرے ہی کو متزلزل نہیں کیا۔ بلکہ قیصر کی سلطنت کی بنیادیں بھی ہلا دیں۔ وَلَقَدْ تَرَكْنٰهَا اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ +

اردشیر بابکاں اور اس کے بیٹے شاپور کے جانشینوں میں شاپور ثانی نوشیرواں عادل اور خسرو پرویز بڑے جاہ و جلال کے فرمانروا گزرے ہیں جن کے طنطنہ و جبروت کے آگے قیصران روم کے اقبال کو رہ رہ کر سجدہ کرنا پڑا۔ اور دوسرے ساسانی تاجداروں کے عہد میں نامساعدت روزگار سے جو زکیں ایران کو رومیوں کو مقابلے میں اٹھانی پڑیں ان سب کی تلافی ان تینوں فرمانرواؤں کے عظیم الشان فاتحانہ کارناموں نے بوجہ احسن کر دی۔ قیصر ویلیرین کی گرفتاری نے رسوائی کا جو داغ روم کے دامن پر لگایا تھا۔ اسے جب نصف صدی بعد قیصر ڈایوکلیشن کی فیروزمندی نے ایک طویل معرکہ کے دوران میں ایران کی شہنشاہانہ تمناؤں کے خون سے دھو ڈالا اور آذربائیجان آرمینیا کردستان اور عراق ایران کے قبضہ سے نکل کر روم کے حلقہ بگوش ہو گئے تو شاپور ثانی کی عزیمت ساسانی عظمت کی حفاظت کیلئے نمودار ہو گئی اور اس نے اپنے ہفتاد سالہ طویل عہد میں یہ تمام صوبے رقیب کی آہنیں گرفت سے چھڑا کر ساسانی رعب و وقار کا سکہ نہ صرف رومیوں بلکہ تمام ہمسایہ سلطنتوں کے دل پر بٹھا دیا +

Marfat.com

نوشیروان کا چہل وہشت سالہ دور دولت ساسانیہ کی فیروزمندی اور تجمل کا منتہائے عروج ہے۔ وہ اگر صرف ایک بہت بڑا فاتح ہی ہوتا تو اسکندر اور دوسرے اسی پایہ کے کشور کشاؤں کی طرح تاریخ کے دربار سے شاید اعظم کا لقب حاصل کر لیتا۔ لیکن دادگستری نے جو شہنشاہیت کا سب سے بڑا وصف ہے اُس کا درجہ ان جہانگیران تیغ آزما سے بمراتب بڑھا کر اُسے ہمیشہ کے لئے عادل کے لقب سے مشہور کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ خود حضور سرور کون مکان نے ایک موقع پر فخریہ ارشاد فرمایا۔ کہ آپ نوشیرواں جیسے عادل فرمانروا کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔

اردشیر بابکاں کا قول تھا۔ کہ اقتدار حکومت کی بنیاد فوجی طاقت ہے جو صرف سرکاری محاصل کے ذریعہ سے برقرار رکھی جا سکتی ہے۔ اور سرکاری محاصل کا بوجھ بالآخر زمینداروں پر پڑتا ہے اور زمیندار کبھی خوشحال نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ حکومت عادل نہ ہو اور لگان کی تشخیص میں نرمی نہ کرے۔ نوشیرواں کے عہد میں ایران کو جو فرخی و فراخی نصیب ہوئی اُس کا راز صرف اس قدر ہے۔ کہ نوشیرواں نے اپنے جد امجد کے اس کلیہ کو اپنے نظام سلطنت کا آئین اساسی قرار دے کر اپنی ذات کو اس کی تکمیل کے لئے وقف کر دیا تھا۔

حکام عدالت اور ارکان حکومت کے تقرر میں علو نسب یا دوسرے موروثی امتیازات پر دماغی فضائل کو نوشیرواں ہمیشہ ترجیح دیتا تھا۔ سلطنت کے ذمہ دار عہدوں پر ایسے لوگ مقرر کئے جاتے تھے۔ جن کے دل میں غریب رعایا کا درد

ہو جاسوس اس زمانے میں بھی تھے۔ لیکن بے گناہ محبان بنی نوع کے برخلاف جھوٹی مخبریاں کرنے کی بجائے اُن کا فرض یہ تھا کہ سرکاری عہدہ داروں کی بے عنوانیوں کا حال تاجدار وقت کے گوش گذار کرتے رہیں اور انہیں کی پرچہ نویسی کا اثر تھا۔ کہ عدالتوں میں ارتشا اور بے انصافی عنقا کا حکم رکھتی تھی۔ تعلیم اور زراعت کے دو شعبے ایسے تھے جن کے ساتھ نوشیرواں کو خاص شغف تھا۔ یتیموں اور غریبوں کے بچوں کی تربیت سرکاری خرچ سے ہوتی تھی اور اس غرض سے ایران کے ہر شہر میں مدارس اور تربیت گاہیں قائم کی گئی تھیں۔ جندی سابور کا دارالعلم جو آگے چل کر شعر فلسفہ اور ادب کی نکتہ آموزیوں کا ایک شہرہ آفاق مرکز بن گیا نوشیرواں ہی کے عہد کی یادگار ہے اپنے وزیر بزرجمہر کو ہندوستان بھیج کر کلیلہ دمنہ کا نسخہ منگانا اور سنسکرت سے اس کا ترجمہ پہلوی میں کرانا بھی اسی عہد کا ایک روشن کارنامہ ہے۔ دولت ساسانیہ کی ایک تاریخ بھی نوشیرواں کے حکم سے سپرد قلم کی گئی جو شاہنامہ کے نام سے موسوم ہے اور فردوسی کا ماخذ ہے۔ اس کے علاوہ یونان اور ہندوستان کے مشاہیر اہل کمال کی تصانیف بھی پہلوی میں ترجمہ کرائی گئیں۔ افتادہ زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے آب پاشی کا ایک وسیع نظام موجود تھا۔ نادار اور تنگدست کسانوں کو حکومت کی طرف سے مویشی تخم اور آلات کشاورزی کے ساتھ مالی امداد بھی عطیہ کے طور پر ملتی تھی غرض جس پہلو سے بھی دیکھا جائے نوشیروان کے زمانہ کا ایران اُس کے معاصر جسٹنین کے زمانہ کے روم پر پوری فوقیت رکھتا تھا۔ جسٹنین کے

Marfat.com

متعصبانہ تشدد سے تنگ آکر جب سات یونانی فلاسفہ ترک وطن پر مجبور ہوئے تو انہیں مدائن ہی کے معارف نواز دربار کی رواداری نے اپنے ظل عاطفت میں پناہ دی اور نوشیروان کا یہ کارنامہ حمایت آزادی خیال کی تاریخ میں آب زر سے لکھا ہوا ہے۔ کہ جب قیصر روم کو ساسانی سطوت سے دب کر نوشیرواں کی پیش کی ہوئی شرائط پر صلح کرنی پڑی تو صلحنامہ کی ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ ان ساتوں فلاسفہ کو بعزت و احترام اپنے وطن واپس جانے کی اجازت دی جائے اور ان سے مطلق کوئی تعرض نہ کیا جائے ۔

جسٹینین کے عہد پر تبصرہ کرتے ہوئے ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ کہ اپنی افریقی مہم کی ضرورتوں اور مصروفیتوں کی وجہ سے اس نے نوشیروان کی باجگزاری کی ذلت قبول کر لی تھی اور روم و ایران کے درمیان مستقل طور پر صلح ہو گئی تھی۔ اس صلح کی بدولت اپنے مشرقی محاذ کی طرف سے مطمئن ہو کر جسٹینین نے اپنی پوری طاقت افریقہ صقلیہ اور اطالیہ کی تسخیر پر صرف کر دی اور بلی سیریس کے سپہگرانہ کمالات نے ان تمام ولایات کو جو قیصران روم کی گرفت سے نکل کر خود مختار ہو گئی تھیں از سر نو تاجدار قسطنطنیہ کا حلقہ بگوش بنا دیا۔ نوشیرواں کے رقیبانہ مصالح جسٹینین کی قوت کے اس روز افزوں نشو و نما کو گوارا نہ کر سکتے تھے۔ ارکان دولت کی رائے تھی کہ ایسی حالت میں جبکہ قیصر روم کا مشرقی محاذ غیر محفوظ حالت میں ہے بلی سیریس کی توجہ مغربی معرکوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ایک زبردست

ناگہانی تاخت سے حریف کے مشرقی پہلو پر ایک کاری زخم لگا کر اُس کی قوت بڑی آسانی سے توڑی جا سکتی ہے۔ لیکن معاہدہ روم و ایران جس کی ابھی سیاہی بھی اچھی طرح کاغذ پر خشک نہ ہونے پائی تھی۔ ایسے شوخ چشمانہ نقض عہد کا سنگ راہ تھا اور نوشیروان فن تدبیر مملکت کے اِس مغربی اصول سے بے بہرہ تھا۔ کہ بین الاقوامی معاہدوں کی قدر و قیمت ایک "پرزۂ کاغذ" سے زیادہ نہیں جو فریق ثانی کی بے خبری یا کمزوری کی پاداش میں پارہ پارہ کیا جا سکتا ہے۔ آخر بڑی سوچ بچار کے بعد راے یہ قرار پائی۔ کہ بدعہدی کے سنگین الزام سے بچنے کے لئے ایران کے عراقی باجگزار منذر ابن ماء السما تاجدار حیرہ کو در پردہ شہ دی جائے جو رومیوں کے غسانی حلیف حارث کے ساتھ ابھی تک برسر جنگ تھا۔ منذر کی چیرہ دستی نے حارث کو قیصر رُوم سے کمک طلب کرنے پر مجبور کیا۔ جو بآمادگی تمام بہم پہنچائی گئی اور اس طور پر وہ صلح جس نے روم و ایران کی کشمکش کا خاتمہ کر دیا تھا خود بخود ٹوٹ گئی +

ایرانی فوجیں اس معرکہ کے لئے بڑے ساز و سامان کے ساتھ عراق عرب کے میدانوں میں جمع کی گئیں اور خود نوشیرواں کی قیادت میں فرات کے کنارے کنارے شام کی طرف بڑھیں۔ ہیراپولس اپامیا اور حلب جیسے دولتمند اور قلعبند شہروں کا محاصرہ کر کے اُنہیں ہتھیار ڈالنے اور بیش قرار تاوان دینے پر مجبور کیا گیا۔ اُدھر سے فارغ ہو کر نوشیرواں نے انطاکیہ کا رُخ کیا۔ جہاں سے بحر رُوم کا ساحل صرف اٹھارہ میل رہ جاتا ہے۔ جب اس

Marfat.com

شہر کی آبادی نے حملہ آور کی مدافعت کی۔ تو سارا شہر حوالہ تیغ و آتش کر دیا گیا۔
فتح شام کے بعد نوشیروان فلسطین پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا۔ اور اس کے
بعد خود قسطنطنیہ کی تسخیر کوئی ایسی بات نہ معلوم ہوتی تھی جو بعید از قیاس ہو
لیکن جیسا کہ ہم کسی دوسری جگہ بیان کر چکے ہیں نوشیرواں کی
فتوحات نے جسٹینین کو مجبور کر دیا کہ بلی سیریئس کو مغربی محاذ سے واپس بلائے
چنانچہ اس نامور سپہ سالار کے آتے ہی لڑائی کا رنگ بدل گیا اور اگرچہ
حارث کی بے وفائی نے بلی سیریئس کو میدان جنگ سے پسپا کر دیا لیکن
نوشیرواں نے بھی ایسے زبردست اور کار آزمودہ سپہ سالار کو مقابل
پاکر مصلحت اسی میں دیکھی کہ اپنے پایہ تخت کو لوٹ جائے۔ آخر ایک مدت
مدید کی گفت و شنید کے بعد جسٹینین اور نوشیرواں کے درمیان از سر نو
صلح ہو گئی اور دولت ساسانیہ کی مغربی حدود وہی قرار پائیں جو جنگ
سے پہلے تھیں۔ البتہ یمن کا مقبوضات ایران پر اضافہ ہو گیا۔ جس
کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے ٭

نوشیرواں کے عہد کے مجمل حالات بیان کر کے اب ہم اس انقلاب
کی داستان سپرد قلم کرتے ہیں۔ جس نے بہرام چوبین کے خروج کے سلسلہ
میں خسرو پرویز کو تخت مداین پر بٹھا کر روم و ایران کی اُس آخری کشمکش
کے سامان پیدا کئے جو اسلام کے نشو و نما کے لئے ازل سے مقدر ہو چکی
تھی ٭

Marfat.com

بہرام چوبیں کا خروج

نوشیرواں کے انتقال پر اُس کا بڑا بیٹا ہرمز ثالث ایک وسیع سلطنت کا وارث ہُوا۔ جو فرغانہ و کابل سے یمن کی حدود تک پھیلی ہوئی تھی اِس عظیم الشان مملکت کے ساتھ اُسے اپنے زندہ جاوید باپ کی جہاں گرد شہرت خوش تدبیر وزرا کی مدبرانہ قابلیت اور تجربہ کار عمال سلطنت کی کار آگہی بھی میراث میں ملی تھی۔ اور اگر اُس کے حصہ میں اپنے نامور پیشرو کا دل ودماغ بھی آیا ہوتا۔ تو اُس کا عہد فرمانروائی آل ساسان کی کتاب شان و عظمت میں یقیناً ایک نئے باب کا اضافہ کر دیتا۔ لیکن مطلق العنان شخصی حکومتوں کی یہ ایک عبرتناک خصوصیت ہے کہ ایک عالی دماغ اور اولوالعزم تاجدار کی ذاتی قابلیتیں حکومت کے تمام شعبوں کو ترقی دے کر بام عروج تک پہنچا دیتی ہیں۔ پھر ایک ناخلف حکمران کی باری آتی ہے۔ جس کی بےعنوانیاں اور بداعمالیاں جہانبانی و جہانداری کے اس شاندار نظام کو چشم زدن میں ملیا میٹ کرکے رکھ دیتی ہیں ؛

ہرمز کی تخت نشینی پر ایران کا یہی حشر ہُوا۔ اوّل اوّل تو اُس کی روش پسندیدہ رہی اور تین سال تک سلطنت کے نظم و نسق میں کسی قسم کی خرابی رُونما نہ ہونے پائی جس کی یہ وجہ تھی کہ بزرجمہر جیسا سرد و گرم زمانہ چشیدہ مدبر ہرمز کا مدار المہام تھا اور کوئی بات اُس کے مشورہ کے بغیر نہ ہونے پاتی تھی۔ لیکن جب اِس

دانشمند مشیر سلطنت کی پیرانہ سری نے اُسے خانہ نشین کر دیا۔ تو ہرمز کی جبلی کمزوریاں اپنا رنگ لائیں۔ نیک نہاد اور ستودہ صفات ہوا خواہان دولت جو نوشیرواں کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے چُن چُن کر پایہ تخت سے نکال دئے گئے اور اُن کی جگہ اوباش و رند مشرب حواشی نے لے لی۔ جن کی جھوٹی خوشامد نے نوجوان فرمانروا کے دل سے صدق و راستی کے تمام اثرات زائل کر کے دربار مداین کو ظلم و طغیان کا مرکز بنا دیا اور جن کی کاسہ لیسانہ سیہ مستی کی سفارش پر ہرمز کا محل ہر طرح کے فواحش کا گرداب ہو گیا۔ دربار کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر سلطنت کے صوبوں میں عمال حکومت نے بھی اپنا چولا بدل لیا۔ عدل نوشیروانی جس کی اقصائے عالم میں دھوم پڑی ہوئی تھی خواب و خیال ہو گیا۔ جور و استبداد کا اُمڈا ہوا دریا ہر طرف لہریں لینے لگا اور مظلوم رعایا کے نالہ و فریاد سے تمام ملک گونج اُٹھا۔ لیکن ہرمز کے کان ان جاں خراش فریادوں سے نا آشنا تھے۔ اگر اتفاقاً سلطنت کے کسی خیر اندیش کی خیر سگالی کو یہ حالات عرض کرنے کی جرأت بھی ہوتی تھی تو دربار شاہی سے اس ہوا خواہانہ صاف گوئی کی پاداش میں اُس بیچارے کیلئے سزائے موت تجویز کی جاتی تھی۔ ظلم سے تنگ آئی ہوئی رعایا اگر کسی شہر کے حاکم کے خلاف حرف شکایت زبان پر لاتی تھی۔ تو فوج کے نام حکم صادر ہوتا تھا۔ کہ ان باغیوں کی گردن اُڑا دی جائے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں تیرہ ہزار ناکردہ گناہ مظلوموں کی گردنیں نذر تیغہ جلاد ہو گئیں اور اُن کے خون نے دجلہ کی موجوں کو رنگین کر دیا۔ ظالموں کا ہمیشہ سے قاعدہ چلا آیا ہے۔

Marfat.com

کہ پہلے خود ظلم کرتے ہیں کمزور وناتواں انسانوں کے حقوق نہایت سرد مہری سے پامال کرتے ہیں اور جب مظلوموں کی طرف سے ان حق تلفیوں کی شکایت ہوتی ہے۔ تو تلافی مافات کی بجائے اُلٹا اس شکایت کو "بغاوت" قرار دے کر نئے نئے خوفناک مظالم پر اتر آتے ہیں اور اپنے وحشیانہ طرز عمل کو حق بجانب قرار دینے سے اُس وقت تک باز نہیں آتے کہ یا تو ستم رسیدگان ملک کی انتہائی یاس ایک مہیب انقلاب کی شکل پکڑ کر اُن کے جابرانہ اقتدار کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دے اور یا کسی بیرونی غنیم کی مداخلت کا رستہ صاف کر کے اُن کی فرعونیت کو خاک میں ملا دے۔ ہرمز ثالث پر یہی قول صادق آتا ہے۔ اُس کے رہوار جفا کی عنان گسستگی نے جب رعایا کی طاقت بالکل ہی سلب کر دی تو نفرت و حقارت کے وہ چشمے جو سالہا سال سے دلوں میں ابل رہے تھے۔ غیظ و غضب کی ایک سیل جرار کی صورت میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے بہ نکلے۔ بابل سوسا اور کرمان کے صوبوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ جیرہ ترکستان اور ہندوستان نے اپنا مقررہ خراج بھیجنا موقوف کر دیا۔ سلطنت کے طول و عرض میں نظام حکومت درہم و برہم ہو گیا۔ رومیوں نے اس اندرونی افراتفری سے فائدہ اُٹھا کر ایران کے مغربی صوبوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ اور یہ سارا علاقہ اُن کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو گیا۔ اس کے ساتھ دوستانہ مداخلت کی آڑ میں خاقان اتراک چار لاکھ کا ٹڈی دل لئے ہوئے مشرقی صوبوں پر چڑھ دوڑا۔ ہرمز نے جو ہجوم مصائب کے اس ناگہانی نزول سے بدحواس ہو گیا تھا حزم و احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر خاقان کی امداد قبول کر

لی اور حکام خراسان کے نام احکام جاری کر دئیے۔ کہ خاقان کی فوج کا داخلہ نہ روکا جائے۔ لیکن جب اس فوج جرار نے سیدھا مازندران کے کوہستان کا رُخ کیا۔ تو ہرمز کی آنکھیں کھلیں اور اُسے معلوم ہوا کہ ترکوں کی یہ نقل و حرکت رومیوں کے ساتھ فوجی اتحاد قائم کرنے کی غرض سے عمل میں لائی جا رہی ہے جس کے متعلق دونوں میں کچھ عرصہ سے خفیہ نامہ و پیام جاری تھا اور جس کا مقصد یہ تھا کہ متحدہ ترکی و بازنطینی طاقت ایران کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دے۔

ہرمز ہی کے ناخن تدبیر پر اگر اس نازک عقدہ کی کشائش موقوف ہوتی تو ایران کا کام تمام ہو چکا تھا۔ لیکن کارفرمایان قضا و قدر کو منظور نہ تھا۔ کہ آل ساسان کی شمع انجمن عالم ہستی کو اپنی آخری تجلی کا بدیع المثال نظارہ دکھائے بغیر ہی گل ہو جائے۔ عین اس بے بسی کی حالت میں جبکہ دنیا ہرمز کی آنکھوں میں اندھیر ہو رہی تھی اور مخلصی کی کسی طرف سے کوئی صورت نظر نہ آتی تھی ساسانیوں کے اقبال کا ستارہ عراق عجم کے صوبہ دار بہرام چوبیں کی تلوار بن کر چمکا اور اس بطل اعظم نے جس کے صلب میں دولت ساسانیہ کا یک صد و بست و پنج سالہ اسلامی جلال مستتر تھا اپنی جان فروشانہ شجاعت سے ترکی خطرے کا طرفۃ العین میں قلع و قمع کر دیا۔

بہرام کا سلسلہ نسب اُن اشکانی تاجداروں سے ملتا ہے جنہوں نے رے میں مدتوں بڑے کر و فر سے حکومت کی تھی اور اس نسبتی فضیلت نے ذاتی قابلیت کے ساتھ مل کر ساسانی دربار میں اُسکی قدر و منزلت بہت کچھ بڑھا دی تھی۔ نوشیرواں کے مردم شناس عہد میں اپنی نمایاں جنگی خدمات

کے سلسلے کی بدولت اُس کا شمار امرائے سلطنت کے زمرہ خاص میں ہونے لگا تھا اور ہرمز نے بھی اپنے اوائل عہد میں اُس کی عزت افزائی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ چنانچہ افواج شاہی کی کمان اور صوبہ عراق عجم کی فرمان فرمائی کے علاوہ اُسے ایوان خسروی کی نظامت اعلےٰ کا منصب بھی تفویض کیا گیا تھا۔ لیکن ہرمز کی جابرانہ نخوت جس طرح سلطنت کے دوسرے ہواخواہوں کی مغایرت کا باعث بن گئی تھی۔ اسی طرح بہرام کی جان نثارانہ آزادمنشی بھی اس کی لپیٹ میں آنے سے بچ نہ سکتی تھی اور اُس کا نام اُن اعیان دولت کی فہرست میں درج ہو چکا تھا۔ جن کی بیخ کنی کے لیئے ہرمز کی عداوت قلبی صرف کوئی مناسب موقع تاک رہی تھی۔

بہرام کی طرف سے جب ترکی یورش کے روکنے کا اعلان ہوا تو صرف بارہ ہزار سپاہیوں نے اُس کا ساتھ دینے کی حامی بھری۔ چار لاکھ کے مقابلہ میں بارہ ہزار کی حقیقت ہی کیا ہے۔ لیکن اس نیلے آسمان کی سفید آنکھ نے یہ حیرت آفرین نظارہ بارہا دیکھا ہے۔ کہ ایک مٹھی بھر جماعت کے لئے جس کے دل میں حریت انسانی کے جذبات صادقہ جوش زن ہوں۔ اپنے سے کئی گنی جمعیت پر غالب آنے کے غیبی سامان خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہرام نے اپنے سپاہیوں کو یہ بڑھاوا دے کر کہ تائید یزدانی سے فتح کا سہرا قلت تعداد کے باوجود اُنہیں کے سر رہیگا۔ سرفروشانہ عزیمت اور جان سپارانہ استقامت کا ناممکن التسخیر جذبہ اُن کے رگ و پے میں دوڑا دیا۔ میدان جنگ کی ہیئت طبیعی بھی اس جذبہ کی ممد و معاون ہو گئی جس

Marfat.com

طرح تاریخ یونان کے ایک دور قدیم میں تھرماپلی کے درہ نے اسپارٹا کے تین سو جانبازوں کو ایرانی حملہ آوروں کے ٹڈی دل پر غلبہ پانے کی توفیق دی تھی جس طرح درہ خیبر افغانستان کی ناتوانی کو ایک توانا حریف کی تاخت سے زمانہ حال میں بارہا بچا چکا ہے۔ اسی طرح درہ مازندراں نے جس کا دوسرا نام پلِ رودبار ہے۔ بہرام چوبیں سے غنیم کی ان گنت فوجوں کے تباہ کرانے میں وہ حصہ لیا جس کی کیفیت ہم حوالہ قلم کر رہے ہیں *

ترکی فوج پل رودبار کی تنگنائے میں سے گزر کر ہی عراق عجم کے میدانوں میں داخل ہو سکتی تھی اور ایک مختصر سی فوج دل اور قوی بازو جمعیت کے لئے درہ کی چوٹیوں پر قبضہ کر کے پتھروں کی بوچھاڑ اور تیروں کی بارش سے حریف کی بڑھتی ہوئی صفوں کا صفایا کر دینا کچھ مشکل نہ تھا۔ بہرام نے اسی تدبیر سے کام لیا۔ ترکی فوجیں جب پیش قدمی کرتی ہوئی درہ میں داخل ہوئیں تو ایرانی سپاہ نے جو آس پاس کی بلندیوں پر چھائی ہوئی تھی غنیم پر بڑے بڑے پتھر لڑھکانے اور تیر برسانے شروع کئے۔ حملہ کے اس اسلوب کا غنیم کی شجاعت کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ درہ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ ہزاروں کے جسم پتھروں سے کچلے گئے۔ ہزاروں کے سینے تیروں سے چھلنی ہو گئے۔ اور جب اتراک اپنے بیٹے سمیت میدان میں آیا۔ تو عہد قدیم کے اس شیوہ معتاد کے مطابق کہ سردار فوج کی ہلاکت ہی ساری فوج کی شکست کی مترادف ہے۔ ترکوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور اس طرح وہ بادل جو دیکھتے سارے ایران پر چھا گیا تھا۔ آن کی آن میں چھٹ گیا۔ اِس جنگ

ہیں بیشمار مال غنیمت جس میں علاوہ دوسرے گرانمایہ لوازمِ عشرت کے سونے کے چھپر کھٹ اور چوکیاں بھی تھیں بہرام کے ہاتھ آئے۔ جس نے مژدہ فتح کے ہمراہ اِس مال کی بڑی مقدار دربار مداین میں بھیج دی +

ہرمز کے دل میں اگر احسان پذیری کی ایک ذرہ بھر بھی استعداد ہوتی تو وہ گرہ جو بہرام چوبیں کی زبردست شخصیت نے اُس کے دل میں ڈال رکھی تھی اِس شاندار فتح کے شکرانہ میں کھُل گئی ہوتی۔ لیکن احسان فراموش اور کانوں کا کچّا ہونے کے ساتھ وہ کینہ توز بھی پرلے درجے کا تھا اور جب چند ناشناس حاشیہ نشینوں کی لا بہ گرانہ تمامی نے بہرام کی سرکشی اور رعونت کے ثبوت میں یہ خبر تصنیف کردی۔ کہ مال غنیمت کا گرانمایہ ترین حصّہ وہ اپنے ذاتی تصرف میں لے آیا ہے تو ہرمز اُس کا پہلے سے بھی زیادہ دشمن ہوگیا۔ پھر بھی اس عداوت کے علانیہ اظہار کا یہ وقت نہ تھا۔ اس لئے کہ قیصر ماریس کی فوجیں جو اپنے تورانی حلیفوں کے ساتھ آملنے کے لئے کوہستان آرمینیا کیطرف بڑھی چلی آتی تھیں۔ دریاے ارس کے کنارے خیمہ زن تھیں۔ چنانچہ اُس نے اپنے قلبی عناد کو مصلحت وقت کی سفارش پر اظہار خوشنودی کے پردہ میں چھپاتے ہوئے بہرام پر گویا یہ ایک بڑا خسروانہ احسان کیا کہ اُسے آگے بڑھ کر تورانیوں کی طرح رومیوں کو مار بھگانے کی اجازت بخش دی +

پل رودبار کی فتح عظیم نے بہرام کے حوصلے یہاں تک بڑھا دئیے تھے کہ تمام سپہگرانہ حزم و احتیاط کو بالاے طاق رکھ کر اُس نے اپنے قاصد کو اس متکبرانہ تحدی کے ساتھ رومی سپہ سالار کی طرف روانہ کیا کہ مقابلہ کی کوئی

تاریخ اپنی آسانی کے لحاظ سے تجویز کرے یا تو رود ارس کو خود عبور کرے۔ اور شہنشاہ عجم کی فوج ظفر موج کو دریا سے گزر کر صف آرائی کا موقع دے رومی کمانڈر کے منجھے ہوئے تجربہ نے حریف کی دوگونہ تجویز کی شق ثانی کو اختیار کر کے ایرانیوں کی شکست کے احتمال کو ظن غالب کے درجہ تک پہنچا دیا۔ سپاہ ایران نے آب ارس کے پار ہو کر رجعت کا دروازہ اپنے اوپر آپ بند کر لیا اور جب خونریز لڑائی کے بعد رومی فتحیاب ہوئے۔ تو بہ حال ایرانیوں کو ڈھونڈے سے بھی راہ فرار نہ ملتی تھی۔ بہرام کی سپہگرانہ ہنرمندی نے بصد مشکل فوج کے ایک قلیل حصہ کو عرصۂ تیغ و سنان ہونے سے بچایا لیکن اس پر شکوہ سپاہ کی ہیئت مجموعی رود ارس کی نقش آب ہو چکی تھی جس کے قدموں کی دھمک سے کل تک عراق عجم کی زمین لرزتی تھی ÷

اس شکست فاش سے افسردہ خاطر ہونے کی بجائے ہرمز دل ہی دل میں خوش ہوا کہ بہرام سے بدلا لینے کا اچھا موقع ہاتھ آیا۔ بہرام اپنی بقیۃ السیف جمعیت کو فراہم کر کے از سر نو ترتیب دینے میں مصروف تھا کہ ایک شاہی قاصد دربار مداین سے ہزیمت خوردہ سپہ سالار کے لئے تذلیل و تضحیک کی علامات کے طور پر زنانہ لباس کا ایک جوڑا اور سوت کاتنے کا ایک چرخہ لیکر پہنچا چھٹی صدی کا ایران اگر بیسویں صدی کا ہندوستان ہوتا جس نے چرخے کو چرخ نیلوفری کی گردش کا قائم مقام سمجھ کر حصول سلطنت کی نظری علامت اور قومی ترقی کا عملی ذریعہ قرار دیا ہے۔ تو ہرمز ثالث کے اس عطیہ کو بہرام چوبیں اپنی عزت افزائی کا بہت بڑا نشان سمجھتا۔ لیکن پھر بھی یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ بہرام چوبیں

Marfat.com

وجو عروج پہلے حاصل نہ ہوا تھا۔ وہ چرخہ کے انتساب کی برکت سے دیکھتے دیکھتے حاصل ہو گیا ؏

امرِ کسریٰ کے امتثال میں بہرام جب زنانہ لباس پہن کر ہاتھ میں چرخہ لئے ہوئے فوج کے سامنے آیا۔ تو اپنے قائداعظم کی اور اپنی رسوائی کا یہ کھلا ثبوت اپنے سامنے پاکر سپاہیوں کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی ہر طرف سے متمردانہ نعرے بلند ہونے لگے اور ہرمز کے عہد اطاعت سے روگرداں ہو کر سب نے قسمیں اُٹھا اُٹھا کر بہرام کی خود مختارانہ حیثیت کا اعلان کر دیا۔ ہاتھ آئی ہوئی دولت پر کون لات مارتا ہے۔ بہرام نے فوج کا دیا ہوا عطیہ بآمادگی تمام قبول کر لیا۔ اور جب ہرمز نے اس خطرناک انقلاب کی خبر سُن کر ایک اور قاصد ان احکام کے ساتھ روانہ کیا کہ باغی کو پابزنجیر کر کے پایہ تخت میں لے آئے۔ تو بہرام کے حکم سے قاصد ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوا دیا گیا۔ اس کے بعد واقعات کی رَو اور تیز ہو گئی۔ طول و عرض ممالکت میں جس قدر فوجیں تھیں۔ سب ہرمز کی اطاعت سے مُنہ موڑ کر ایک ایک کر کے بہرام کے جھنڈے تلے آ جمع ہوئیں۔ خود ہرمز اپنے محل میں گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ ہرمز کا بڑا بیٹا خسرو پرویز اُن امرائے سلطنت کے اتفاق رائے سے تخت پر بٹھایا گیا جو بہرام چوبین کے غاصبانہ عروج کی پاسداری کرنا نمکحرامی سمجھتے تھے۔ لیکن جب خسرو پرویز نے اس مضمون کا فرمان بہرام کے نام روانہ کیا۔ کہ بشرط اطاعت تمام اُن لوگوں کو جنہوں نے علم بغاوت بلند کیا ہے۔ عام معافی دی جائیگی۔ اور خود بہرام کا مرتبہ سلطنت

ہیں شہنشاہ سے صرف دوسرے درجے پر سمجھا جائیگا - توبہرام کی بڑھتی ہوئی قوت نے اس فیاضانہ تجویز کو سراپاے استحقار سے ٹھکرا دیا - اور اُس کی طرف سے یہ جواب موصول ہُوا کہ پرویز کو زیادہ سے زیادہ ایک ولایت کی صوبہ داری دی جاسکتی ہے *

نوشیروان کے پوتے کے لئے اب بہرام پر فوج کشی کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا - لیکن فوج کہاں سے آتی - ملک کی ساری جنگی قوت توبہرام کی نئی دولت کا دم بھرنے لگی تھی - مجبوراً پایۂ تخت کی آبادی اور قصرِ شاہی کے غلاموں کی ایک اَنمل بے جوڑ اور پیکار نا آشنا جمعیت فراہم کرکے اُس نے حریف کا رُخ کیا - لیکن ایک ہی حملہ میں اِس کے پاؤں اُکھڑ گئے - بہرام کے لئے اب میدان بالکل صاف تھا اُسکی شاہانہ امنگوں کے رستے میں اگر کوئی رکاوٹ نادانستہ طور پر باقی رہ گئی تھی تو وہ خسرو پرویز کی ذات تھی جو تماشاے تقدیر کا ایک اور ہفت رنگ پردہ اُٹھانے کے لئے مداین سے جان سلامت لیکر فرار ہوگیا *

خسرو پرویز اور مارِس

خسرو جب اپنے اہل و عیال اور چند جان نثار رفیقوں کے ساتھ صرف تیس سپاہیوں کی حفاظت میں اپنے آبا و اجداد کے پایہ تخت سے بحسرت

رخصت ہوا تو اُس کے لئے فرار کے تین رستے کھلے تھے۔ وہ یا تو قفقاز کی دشوار گزار کوہستانی وادیوں میں جاکر سر چھپا سکتا تھا یا ترکوں کی امان طلب کر سکتا تھا۔ جو اپنی پچھلی شکست کی رسوائی کا داغ بہرام کے خون سے دھونے کے لئے بے تاب تھے۔ اور یا قیصر رُوم کے ظل حمایت کو اپنی بیکسی کا پردہ دار بنا سکتا تھا۔ پہلی دو تو تجویزیں بہت کچھ بحث و مباحثہ کے بعد رد کر دی گئیں۔ تیسری تجویز کے اختیار کرنے میں صرف خسرو کے خود دارانہ جذبات سنگ راہ تھے۔ صدہا سال کی ساسانی و بازنطینی رقابت اُسے اجازت نہ دیتی تھی۔ کہ جس سلطنت کو اُس کے آباؤ اجداد کی قوت بازو بارہا نیچا دکھا چکی تھی۔ اُس کو اپنا ملجا و ماوا بناکر بزرگوں کے نام کو بٹہ لگائے۔ لیکن جب مصائب کا سیلاب آتا ہے تو اِس قسم کے آبا پرستانہ جذبات خس و خاشاک ہوکر اُس میں بہ جاتے ہیں۔ آخر فیصلہ کن رائے یہی قرار پائی۔ کہ شام پہنچ کر تاجدار قسطنطنیہ سے امداد طلب کرنی چاہئے۔

یہ پریشان روزگار شاہی قافلہ رات کے وقت مداین سے اس خاموشی کے ساتھ رخصت ہوا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ دریائے فرات کے کنارے کنارے بادیہ عراق کو منزل بمنزل قطع کرتے ہوئے آخر خسرو اور اُس کے ساتھی سرشیم کے رومی قلعہ سے دس میل کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوئے۔ قلعہ دار کو جب خسرو کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ پیشوائی کے لئے آیا اور پورے ادب و احترام کے ساتھ غریب الوطن تاجدار کو قلعہ میں لے گیا۔

سرشیم سے قیصر مارس کے مہمان کی حیثیت میں خسرو خدم وحشم کے ساتھ ہیراپولس پہنچا جہاں بازنطینی حکومت کی طرف سے اُس کی مدارات اور بزرگداشت میں کوئی دقیقہ اُٹھانہ رکھا گیا +

ہیراپولس سے خسرو نے اپنے قاصد کو ایک دستی خط قیصر مارس کے نام دے کر قسطنطنیہ روانہ کیا۔ اس خط میں گردش روزگار کا شکوہ کرتے ہوئے جو بال ہما کو پل میں مگس رانی بخش دیتی ہے۔ خسرو نے اوّل تو بہرام چوبیں کی محسن کشی اور حق ناشناسی کے تذکرے سے اُس کی غاصبانہ سرکشی کو شہنشاہیت کے آسمانی حق میں ایک اہرمنی تصرف کے نام سے تعبیر کیا تھا۔ پھر یہ بتاکر کہ روم و ایران جن سے ربع مسکون کی قوت کا توازن قائم ہے بازنطینی اور ساسانی تاجداروں کے سایہ عاطفت ہی میں کائنات کی رونق و زینت کا باعث ہوسکتے ہیں۔ مارس سے امداد کی التجا کی تھی جس سے بجائے خود رومی مفاد کے تحفظ کا پہلو نکلتا تھا۔ آخر میں یہ اُمید ظاہر کی گئی تھی۔ کہ قیصر روم نویسندہ مکتوب کو قسطنطنیہ پہنچ کر بالمشافہ عرض مدعا کے ساتھ اس یقین کے اظہار کا موقع دیگا۔ کہ بازنطینی حکومت کی طرف سے جو امداد اس نازک ساعت میں ایک مصیبت زدہ ہمسایہ کو ملیگی وہ دونو دولتوں کے رشتۂ اُلفت و مودت میں ایک مضبوط گرہ لگادیگی +

خط کے جواب میں مارس نے خسرو کے سفر قسطنطنیہ کی خواہش کو اس اخلاق آمیز جملہ سے ٹال دیا کہ اُس کے معزز مہمان کو اتنے بڑے طویل سفر سے مفت کی صعوبتوں کا سامنا ہوگا۔ البتہ امداد دینے کے لئے پوری آمادگی

Marfat.com

ظاہر کی۔ ایک مکلل بجواہر تاج جس سے خسرو کے دعاوی کی تصدیق مقصود تھی اور جواہرات اور اشرفیوں کا ایک بڑا انبار نوشیروان کے پوتے کی نذر کیا گیا۔ ایک زبردست رومی فوج شام اور اربیا کی سرحدات پر فراہم کی گئی۔ اور فوج کے کمانڈر کو ایما کیا گیا۔ کہ دجلہ کے پار جاکر خسرو پرویز کو اپنے آبا و اجداد کے تخت پر بٹھائے بغیر دم نہ لے +

خسرو جب اس فوج کے ساتھ اپنی کھوئی ہوئی سلطنت کے حُدود میں داخل ہوا تو ایران میں ایک نئی تبدیلی کے آثار نمایاں ہو چلے تھے جنہوں نے اُس کی مہم کو بہت کچھ آسان کر دیا۔ اہل ایران فطرتاً شاہ پرست واقع ہوئے تھے بادشاہ اُن کے نزدیک سایہ یزداں تھا اور اُس کے اقتدارات سماوی الاصل تھے جن میں شاہی خاندان کے سوا اور کوئی شخص خواہ وہ کیسا ہی عالی نژاد کیوں نہ ہو تصرّف کرنے کا مذہبًا مجاز نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آل ساسان کے چشم و چراغ کو ایک باغی صوبہ دار کی ہوس جہانبانی پر قربان کرنے کے بعد وہ پشیماں ہونے لگے تھے۔ بہرام نے جب نشۂ طاقت سے سرشار ہو کر تاج ایران اپنے سر پر رکھنا چاہا تو علمائے مجوس نے اس مذہبی رسم کی بجا آوری سے دلیرانہ انکار کر دیا۔ اور جب اس انکار کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اُس نے تاجپوشی کی رسم بزور شمشیر انجام دے لی تو محل میں سازشوں جال بچھ گیا۔ شہر میں ہنگامہ بپا ہو گیا اور صوبوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اُٹھی۔ ان فسادوں کو بہرام نے جنگی قوت سے دبانا چاہا۔ اور بہت سے مفسدہ پرداز بڑی بیدردی سے ہلاک کر دئے گئے۔ لیکن ان جابرانہ تدابیر نے رعایا و امرا کی بے چینی کو اور بڑھا دیا۔ اور جب خسرو اپنے رومی

حلیفوں کے ساتھ ساسانی جھنڈا اڑاتا ہوا دجلہ کے کنارے پہنچا تو سارا ملک بہرام سے ٹوٹ کر اُس سے آملنے کے لئے طیار تھا۔ امرا سلطنت اور رعایا کے گروہ اپنے بچھڑے ہوئے بادشاہ کا استقبال کرنے کے لئے چاروں طرف سے آنے لگے۔ اور خسرو کی جمعیت میں روزافزوں اضافہ ہوتا گیا۔

بہرام نے بہت چاہا۔ کہ کسی طرح رومی فوج کے شامی اور ارمنی جناح آپس متحد نہ ہونے پائیں۔ لیکن وہ اس اتحاد کو روک نہ سکا۔ بہرام کی فوجی جمعیت چالیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ اس کے مقابلہ میں متحدہ رومی اور وفادار ایرانی افواج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ عراق عجم کی سرحد پر حریفوں میں گھمسان کا رن پڑا اور دونوں نے دل کھول کر دادِ شجاعت دی لیکن تقدیر نے جس مقصد کے لئے بہرام چوبین کو اقبال کی عارضی مسند پر بٹھایا تھا۔ وہ پورا ہو چکا تھا۔ خسرو اپنے حلیفوں کی تائید سے غالب آیا اور بہرام کو شکست کھا کر میدان جنگ سے ترکستان کی طرف فرار ہونا پڑا۔ اس خانہ بدوشی کے عالم میں ایک دن اُس کا گزر ایک بڑھیا کی جھونپڑی میں ہوا۔ اور دونوں میں جو باتیں ہوئیں اُن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ عوام کے نزدیک شاہی نسل کے سوا کسی دوسرے شخص کا مدعی حکومت ہونا گناہ کبیرہ سے کم نہ تھا۔ اس مکالمہ کا استقصا جس سے ایران قدیم کے شاہ پرستانہ مذہبی جذبہ پر روشنی پڑتی ہے۔ اس مقام پر خالی از لطف نہ ہوگا:۔

Marfat.com

"مردانِ سینا اور یزدانِ گشتاسپ دو جان نثار رفیقوں کے ساتھ بہرام میدانِ جنگ سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ اور جب تک تعاقب کا خطرہ فرسنگ ہا فرسنگ پیچھے نہ رہ گیا رستے میں کہیں نہ رکا۔ ایک دن راکب و مرکب تھک کر چُور چُور ہو رہے تھے۔ کہ ایک گاؤں نظر آیا جس میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ بہرام اور اُس کے دونو ساتھی سستانے کے لئے یہیں اُتر پڑے اور بڑھیا کی جھونپڑی میں داخل ہو کر توشہ دان سے ناشتہ نکالا۔ ناشتے سے فارغ ہو چکے تو شراب کی باری آئی۔ لیکن پاس کوئی پیالہ نہ تھا۔ بڑھیا سے جب پیالہ مانگا گیا تو وہ کدو لے آئی۔ بہرام نے اسی کا پیالہ بنا لیا جو اُس کی تقدیر ہو کر دیر تک گردش میں آتا رہا۔ توشہ دان میں کچھ میوہ بھی تھا۔ شراب کے بعد جب تنقل کا وقت آیا۔ تو بڑھیا سے میوہ رکھنے کے لئے کوئی طشتری مانگی گئی۔ پیالہ کی بجائے وہ کدو لائی تھی۔ طشتری کی جگہ چھاج لیتی آئی اور بہرام کو جس کے دستر خوان پر کل تک سونے چاندی کے باسن چنے ہوئے نظر آتے تھے۔ آج تنگی کے لئے اسی انوکھے ظرف پر قناعت کرنی پڑی۔ بچا ہوا کھانا اور میوہ و شراب بڑھیا کو دے کر بہرام نے پُوچھا کہ بڑی بی کہو کیا خبریں ہیں؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ آج گھر گھر یہی چرچا ہو رہا ہے۔ کہ کسرے نے رومی فوجوں کی مدد سے بہرام کو شکست دے کر اپنا کھویا ہوا ملک اُس سے واپس لے لیا ہے۔ بہرام نے کہا کہ یہ تو ہم نے بھی سُنا ہے۔ لیکن اس بہرام کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے۔ بُڑھیا چھوٹتے ہی بولی۔ کہ اس سے بڑھ کر احمق اور کون ہو سکتا ہے۔ کہ شاہی خاندان میں سے نہیں لیکن سلطنت

Marfat.com

کا دعوےٰ کرتا ہے۔ بہرام یہ سُن کر ہنسا اور کہنے لگا۔ کہ سچ کہتی ہو۔ اگر احمق نہ ہوتا تو کدو میں ڈال کر شراب نہ پیتا اور چھاج میں رکھ کر میوہ نہ کھاتا؟“

خسرو پرویز اب اپنے آباو اجداد کی پُرشکوہ مسند پر بصد کروفر متمکن ہوا۔ شیرازہ سلطنت جسے بہرام چوبیں کے خروج نے کچھ عرصہ کے لئے بکھیر دیا تھا۔ اُس کے حسن تدبیر سے از سر نو بندھ گیا اور ساسانی قوت تھوڑے ہی عرصہ میں بحال ہو گئی۔ مارس نے جو احسان خسرو پر کیا تھا وہ ایسا نہ تھا۔ کہ آسانی سے بھلایا جا سکے۔ خسرو مارس کو از راہ عنایت منت و احترام باپ کہ کر پکارتا تھا اور اس تعظیمی جذبہ میں مارس کی اس احسان فروشی سے بھی کوئی کمی نہ آنے پائی تھی کہ فوجی امداد کے معاوضہ میں اُس نے خسرو سے مرطروپولس اور دارا کے سنگین سرحدی قلعوں کے علاوہ ولایت آرمینیا بھی حاصل کر لی تھی جس کے اضافہ سے دولت مشرقیہ کی حدود دروو ارس اور ساحل بحیرہ خزر تک وسیع ہو گئی تھیں۔ مارس کے مرتے دم تک رُوم و ایران کے یہ مخلصانہ تعلقات مضبوطی سے قائم رہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ان ہمسایہ سلطنتوں کا رشتہ اب مدت ہائے مدید تک ٹوٹنے نہ پائیگا۔ لیکن تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

خسرو پرویز کا عُروج

وا ملو لہم ان کیدی متین

جن اہم واقعات پر ہم اب قلم اُٹھاتے ہیں اُن کی ترتیب اُسی صُورت

Marfat.com

ہیں اچھی طرح ذہن نشین ہو سکتی ہے کہ خسرو پرویز کے بست و ہشت سالہ عہد حکومت کو ذیل کے چار ادوار میں تقسیم کر دیا جائے :-

(۱) دور اول (۵۹۰ء لغایت ۶۰۲ء) جو بہرام چوبین کی شکست اور خسرو پرویز کے اقتدار کی بحالی سے شروع ہو کر مارس کے قتل اور فوکاس کی تخت نشینی پر منتہی ہوتا ہے۔ اس بارہ سال کی مدت میں ایران کی اندرونی قوت مارس اور خسرو پرویز کے مخلصانہ تعلقات کی بدولت منتہائے عروج پر پہنچ جاتی ہے ٭

(۲) دور ثانی (۶۰۲ء لغایت ۶۱۶ء) خسرو مارس کے قتل کا انتقام لینے کے لئے اعلان جنگ کرتا ہے۔ اور چند شاندار معرکوں کے دوران میں دولت مشرقیہ کو زیر و زبر کر دیتا ہے۔ اور اگرچہ اس عرصہ میں فوکاس ہرقل کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچ جاتا ہے جس سے خسرو کو کوئی وجہ پرخاش نہیں لیکن باوجود ہرقل کی منت و سماجت کے جنگ ختم نہیں ہونے پاتی تاآنکہ ۶۱۶ء میں جو سورۂ روم کا زمانہ تنزیل ہے۔ ساسانی فوجیں ایک طرف نوبیل کو عبور کرتی ہوئی طرابلس پر قابض ہو جاتی ہیں۔ اور دوسری طرف باسفورس کے کنارے ڈیرے ڈال کر خود قسطنطنیہ کا دروازہ جا کھٹکھٹاتی ہیں ٭

(۳) دور ثالث (۶۱۶ء لغایت ۶۲۲ء) ممالک مفتوحہ پر خسرو کی شہنشاہانہ گرفت اور ہرقل کی انتہائی رسوائی کے لحاظ سے جس نے غلامانہ باجگزاری کی ذلیل ترین شکل اختیار کی۔ یہ چھ سال کا دور گویا دور ثانی ہی کا تتمہ ہے ٭

Marfat.com

(۴) دور رابع ۶۲۳ء لغایت ۶۲۸ء) دفعتہً خدائے بزرگ و برتر کی قدرت کاملہ ظاہر ہوتی ہے۔ جو بات اَنہونی نظر آتی تھی۔ ہو کر رہتی ہے۔ نوامیس فطرت تک بدلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ دولت مشرقیہ کے شجر حیات میں جو ٹھٹھر کر رہ گیا تھا۔ سبز کونپلیں نکل آتی ہیں۔ قرآن کریم کے اٹل وعدے کے مطابق ۶۲۳ء میں ہرقل ناتواں اور بے سروسامان ہونے کے باوجود خسرو کو شکست دیتا ہے اور ان شکستوں کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ تاآنکہ وہ ناقابل عفو گستاخی جو خسرو نے اسلام سے کی تھی اُس کی حیات مستعار کا رشتہ دردناک عذاب کے ساتھ منقطع کر دیتی ہے +

دور اوّل کو جس کی تفصیل ہمارے مقاصد سے خارج ہے قلم انداز کر کے ہم اس فصل میں دوسرے دور کے وقائع پر نظر ڈالتے ہیں +

مدائن و قسطنطنیہ کے باہمی تعلقات اس قدیم رسم کی بجاآوری کے مقتضی تھے۔ کہ ہر نیا تاجدار اپنی تخت نشینی کی اطلاع ایک سفارت کے ذریعہ سے ہمسایہ سلطنت کو دیا کرے۔ فوکاس نے اپنی تخت نشینی پر سفارت کا منصب للیاس کو تفویض کیا جس نے مارس اور اُس کے بیٹوں کے کٹے ہوئے سر فوکاس کے قدموں پر ڈال کر نئے قیصر کے دربار میں خاص رسوخ حاصل کر لیا تھا۔ للیاس نے مدائن پہنچ کر جب اپنے آقا کا ہدیۂ سلام کجکلاہ عجم کو پیش کیا اور اُس خونچکاں انقلاب کی کیفیت بیان کرنی شروع کی جو قسطنطنیہ میں واقع ہؤا تھا۔ تو خسرو نے برہم ہو کر منہ پھیر لیا۔ مارس کے احسانات کی یاد اُس کے دل میں تازہ ہو گئی۔ محسن کی سر بریدہ

Marfat.com

لاش کا مطالبۂ انتقام اُس کے کانوں میں گونجنے لگا۔ فوکاس کے حق مسند نشینی کے جواز سے انکار کرتے ہوئے اُس نے سر دربار اعلان کر دیا۔ کہ اس قسمی انقلب غاصب سے اپنے منہ بولے باپ کا بدلا لے کر رہیگا۔ للیاس اپنی قاتلانہ خدمات کی پاداش میں قید کر دیا گیا اور معاہدہ روم و ایران کے پُرزے ہوا میں اُڑا کر طبل جنگ بجا دیا گیا ؛

ہوس جلب منفعت اور خواہش توسیع سلطنت کے دو گوشہ مطالبات بھی اس موقع پر اُن منتقمانہ جذبات کے ممد معاون ہو گئے۔ جن کے قاہرانہ مظاہرہ پر مروت اور انسانیت کو اصرار تھا۔ اعیان دولت اور پیشوایان مذہب کی ادا شناس بے باکی نے جو لابہ گرانہ ستائش کی بہترین قائم مقام ہے۔ خسرو پرویز کو رومیوں جیسی نابکار قوم کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم رکھنے پر ملامت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ ان شاہ کش موذیوں کے وجود سے صفحہ ہستی کو پاک کر دیا جائے۔ اور خسرو نے اس خوش آیند سرزنش کے آگے بڑی خُوشی سے سر تسلیم خم کر دیا ؛

مارس کے زمانہ میں مشرقی افواج کی کمان ایک عجمی امیر نارسوبہ کے ہاتھ میں تھی جو بازنطینی سرکار کی سلک ملازمت میں منسلک ہو کر اپنی وفادارانہ خدمات اور نمایاں قابلیت کی وجہ سے ترقی کرتے کرتے اس عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوا تھا بہرام چوبیں کے مقابلہ پر خسرو پرویز کے ہمراہ مارس نے جو فوج بھیجی تھی اُس کا لشکر بھی نارسوبہ تھا۔ اس وقت بھی سپہ سالاری مشرق اسی نامور امیر سے متعلق تھی۔ خسرو کی طرف سے جب جنگ کا اعلان ہوا۔ تو فوکاس

Marfat.com

نے اس خیال سے کہ کہیں نارسوبہ کی وفاداری کا آبگینہ قومی پاسداری کے پتھر کی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ نہ جائے اُس کی برطرفی کے احکام جاری کر دئے اپنی مدت العمر کی جان فروشانہ خدمات کا یہ انوکھا صلہ پاکر نارسوبہ کے پائے وفا میں سچ مچ لغزش آگئی۔ ہیرا پولیس پہنچ کر اُس نے علم تمرو بلند کر دیا اور فوکاس کو گھر کے اس بھیدی کی خطرناک شورش سے لینے کے دینے پڑ گئے۔ آخر اُس کے عیارانہ مصلحت آمیز فرمان کے اجرا سے جو نوازشہائے گوناگوں کی جھوٹی تسلیوں پر مشتمل تھا نارسوبہ کی بغاوت کو اطاعت میں تبدیل کر دیا۔ کچھ دن بعد نارسوبہ کی سادہ لوحی قضاء مبرم بن کر فوکاس کے ایک جدید ملاطفت آئین فرمان کے امتثال میں اُسے قسطنطنیہ لے گئی جہاں شارع عام پر وہ ایک دہکتے ہوئے الاؤ میں زندہ جلا دیا گیا +

نارسوبہ کی موت نے خسرو کی پیش قدمی کا رستہ صاف کر دیا۔ اُسی فوج نے جو نارسوبہ کی قیادت میں بارہا فاتحانہ شجاعت کے جوہر دکھا چکی تھی اب اپنے کار آزمودہ سپہ سالار کی رہنمائی سے محروم ہوکر دو مرتبہ اس بُری طرح شکست کھائی کہ جو دستے ایرانی شہسواروں کی جھپٹ میں آنے سے بچ رہے تھے۔ اُن کے اکثر حصے ایرانی فوج کے ہاتھیوں کے پاؤں تلے کچلے یا ایرانی قادر اندازوں کے تیروں سے چھد گئے اور ہزارہا اسیران جنگ کی گردن میدان کارزار ہی میں خسرو کے حکم سے اس خطا پر اڑا دی گئی کہ یہ سب کے سب مارس کے قتل کی سازش میں شریک تھے +

فوکاس کا عہد مشئوم پے در پے شکستوں تو برتو ذلتوں کا ایک نامتناہی

سلسلہ ہے جس کا ہر حلقہ خسرو پرویز کی تیغ جہاں کشا کی بے تابیوں کا گواہ ہے مردین۔ دارا۔ آمید (دیار بکر) اور آدلیاد عرفا کے متحصن سرحدی شہروں کو یکے بعد دیگرے سخر کر کے خسرو نے ان کی قلعہ بندیاں زمین کے برابر کردیں۔ اس تمام علاقہ کی تسخیر کے بعد فرات کے پار اُتر کر اُس نے شام کا رُخ کیا۔ ہیرا پولس۔ چالس۔ اور حلب پر قابض ہو جانا اُس کے بڑھتے ہوئے حوصلوں کے لئے صرف چند دن کی بات تھی۔ ادھر سے فارغ ہو کر وہ انطاکیہ کے محاصرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس دولتمند مستحکم شہر کو بھی آخر اپنا پُر غرور سر اُس کے قدموں پر رکھ کر امان طلب کرنی پڑی۔

فوکاس اس وقت قتل ہو چکا تھا۔ اور دولت مشرقیہ کی کانٹوں بھری سیج بہلوے ہرقل کے ترکہ میں آئی تھی۔ قسطنطین کی مسند پر بیٹھنے کے بعد ہرقل کو میدان جنگ سے جو پہلی اطلاع موصول ہوئی وہ سقوط انطاکیہ کی وحشت اثر خبر تھی اور اس قسم کی منحوس خبروں کا سلسلہ ابھی کامل بارہ برس تک جاری رہنے والا تھا۔ قیصریہ کا بھی وہی حشر ہوا جو اس سے پہلے عراق اور شام کے دوسرے شہروں کا ہوا تھا قلعہ بند مقامات جب ایک ایک کر کے سر ہو گئے تو اندرون ملک کی بے پناہ آبادیاں خود بخود کسرے کی حلقہ بگوش ہو گئیں۔ کچھ دن غوطہ دمشق کی دلفریب نزہتگاہ میں سستا کر خسرو فنیقیہ کے ساحلی شہروں کو حوالہ تیغ و آتش کرتا ہوا بیت المقدس کی طرف بڑھا جس کی آرزوئے تسخیر کا ترکہ نوشیرواں اپنے جانشینوں کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ مجوسیت کے متعصبانہ بغض کو بھی مسیحیت

کی اس مقدس یادگار کے مٹانے پر اصرار تھا۔ مجوسیوں کے علاوہ یہودیوں کی ازلی شقاوت بھی اُس برگزیدہ انسان کی یاد سے انتقام لینے کے لئے بے تاب تھی جس کی تذلیل و تعذیب کے اُنہوں نے اُس کی زندگی ہی میں سبھی جتن کئے تھے۔ چنانچہ مدفن مسیح کے انہدام کی ناپاک خدمت انجام دینے کے لئے باسٹھ ہزار یہودی رضا کارانہ حیثیت سے خسرو کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ بادیہ نشینان عرب بھی جن کے لئے مال غنیمت خوان حیات کا حکم رکھتا ہے قتل و غارت کی توقعات کی بو پا کر ہزاروں کی تعداد میں تاجدار ایران کے جھنڈے تلے جمع ہوئے اس ٹھاٹھ کے ساتھ سیل عجم کی یہ موج گوناگوں فلسطین کی سیاسی و مذہبی عظمت کو بہالے جانے کے لئے آگے بڑھی۔

فلسطین کی قیصری افواج کا دریائے بردن پر خسرو سے مقابلہ ہُوا۔ لیکن چڑھی ہوئی ندی کو چند تنکے کس طرح روک سکتے ہیں۔ سیل ایران کا ایک ہی ریلا رومیوں کو خس و خاشاک کی طرح بہالے گیا۔ اس تمہیدی فتح نے بیت المقدس کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ ایک زبردست حملہ کے بعد خسرو کی فوجیں پایہ تخت فلسطین میں داخل ہو گئیں۔ اور داخلہ کی رسم اُن تمام وحشیانہ ظلم آرائیوں کی نمائش سے منائی گئی جن کا اہتمام خسرو کی فاتحانہ نخوت مجوسیت کے قلبی عناد یہودیوں کی پشتنی عداوت اور اعراب بادیہ کے غارتگرانہ قتل و نہب کی متفقہ طاقتوں نے پہلے سے کر رکھا تھا۔ مرقد مسیح۔ کلیسائے ملکہ ہلینا۔ کلیسائے قسطنطین

Marfat.com

اعظم میں آگ لگادی گئی۔ مسیحی زائرین کی سہ صد سالہ عقیدت نے زر و جواہر کے جو گرانمایہ چڑھاوے ان مقدس معابد و صوامع میں چڑھائے تھے۔ چند گھنٹوں میں لوٹ لئے گئے۔ وہ صلیب جس پر ازروئے روایت جناب مسیح کے جسد اطہر کو مصلوب کرنے کی کوشش کی گئی تھی اٹھوا کر مدائن بھیج دی گئی۔ باشندگان شہر کے قتل عام کا حکم دیا گیا۔ جن کے خون سے بیت المقدس کے گلی کوچوں میں سیلاب آگیا۔ اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ اس موقع پر نوّے ہزار سے کم عیسائی تہ تیغ نہ ہوئے ہونگے۔ کئی ہزار عیسائیوں نے جو طعمۂ تیغ و سنان ہونے سے بچ رہے تھے بھاگ کر اسکندریہ میں پناہ لی جہاں صدر اسقف یوحنّا کی خیرات و مبرّات ان گرفتاران بلا کے لئے چند روزہ وجہ کفاف بنی رہی +

لیکن وہی بجلی جو بیت المقدس پر گری تھی۔ اسکندریہ کو بھی تاک رہی تھی۔ فلسطین کی خاک اڑا کر خسرو پرویز ارض فراعنہ میں داخل ہوا اور اہرام مصر سے لے کر حبش کی سرحد تک تمام وادی نیل کو کبۂ عجم سے روندی گئی۔ ممفس سے (جہاں اب قاہرہ واقع ہے) خسرو اسکندریہ کی طرف بڑھا۔ ممکن تھا۔ کہ دولت مشرقیہ کا جنگی بیڑا سمندر کی طرف سے مزاحم ہو کر اس پر رونق شہر کو عجمی فاتح کی دستبرد سے بچانے کی کوشش کرتا۔ لیکن خسرو کے فاتحانہ کارناموں کی ایسی دھاک بندھی ہوئی تھی کہ رومیوں کو مدافعت کا خیال تک پیدا نہ ہوا۔ اسقف یوحنّا اور حاکم اسکندریہ بدحواسی کے عالم میں جہاز پر سوار ہو کر جزیرہ قبرس کی طرف فرار ہو گئے اور

بازنطینی اقتدار کے اس مصری مرکز کو جو باعتبار آبادی و تمول قسطنطنیہ سے صرف دوسرے درجے پر تھا۔ ایرانی فوجوں کی لوٹ کے لئے چھوڑتے گئے۔

فتح مصر سے فارغ ہو کر خسرو کی جہاں کشا عزیمت نے مغربی افریقہ کا رخ کیا۔ برقہ کی رومی نوآبادیاں جلا کر خاک سیاہ کر دی گئیں بازنطینی اقتدار کے تمام آثار ملیامیٹ کر دئیے گئے۔ اور طرابلس الغرب کے حوالی درفش کاویانی کے سایہ میں آگئے۔ آخر طرابلس سے جو ساسانیوں کی فاتحانہ پیشقدمی کا منتہا ہے خسرو نے اپنے پایہ تخت کی طرف مراجعت کی۔

فلسطین و مصر کی مہم پر روانہ ہوتے وقت خسرو نے ایک کارآزمودہ کماندار کی قیادت میں ایک فوج جرار ایشیائے کوچک کے شمالی علاقوں کی تسخیر کے لئے روانہ کی تھی۔ اس فوج کے پھریروں کو بھی علم پرویزی کی طرح فتح و نصرت بوسہ دیتی رہی۔ فرات کے کنارے سے اس کی فاتحانہ تاخت باسفورس کے کنارے تک پہنچ گئی۔ چالسیڈن ایک طویل محاصرہ کے بعد سر ہو گیا۔ اور ایرانی فوج نے قسطنطنیہ کے سامنے پڑاؤ ڈال دیا جس کی موجودگی بازنطینی پایہ تخت کو دس سال تک انقیاد و انہدام کی دھمکی دیتی رہی۔ بحیرہ مارمورا کا تمام ساحل اسی فوج کی شبانہ روز سرگرمیوں سے ایرانیوں کے حیطۂ اقتدار میں آگیا۔ اندرون ملک میں انگورہ پر عجمی حکومت قائم ہو گئی۔ مغربی ایشیا کے ساحلی علاقے پر چھا جانے کے ساتھ جزیرہ روڈس پر بھی خسرو کے فوجی عمال مسلط ہو گئے اور اس میں ذرا بھی شک

نہیں۔ کہ اگر بری طاقت کے ساتھ خسرو کے پاس بحری طاقت بھی اسی نسبت سے ہوتی تو یورپ بھی اس کی حلقہ بگوشی سے نہ بچ سکتا۔

ایران قدیم کی عظمت کا جو آفتاب اردشیر بابکاں کی تخت نشینی پر طلوع ہوا تھا وہ اب بصدا لمعانی و درخشانی نقطہ نصف النہار پر چمکتا ہوا نظر آیا بابک نے سوا چار سو سال ہوئے۔ جو خواب دیکھا تھا۔ وہ حرف بحرف پورا ہو گیا۔ ساسانیوں کی سلطنت خراسان سے لے کر طرابلس اور رودبہ سے لے کر باسفورس تک پھیل گئی۔ اور مداین کا دربار نقارہ انا لاغیری بجاتا ہوا سنا گیا۔

مصر، فلسطین شام اور ایشیائے کوچک میں جہاں اقتدار حکومت نے آتش پرستانہ ثنویت کا پلہ مسیحیت کے مقابلہ میں گراں کر دیا تھا۔ اب ہر جگہ آگ بجتے دیکھ کر الوہیت عقیدہ رکھنے والے عیسائیوں کے جگر پر چھریاں چل گئیں۔ نسطوری فرقہ کے خارج از کلیسا مسیحیوں اور ستم رسیدہ یہودیوں نے جن کی متفقہ بد دلی دولت مشرقیہ کی متواتر ہزیمتوں کا بہت بڑا عنصر ثابت ہوئی تھی۔ خسرو پرویز کی سرکار سے مورد الطاف فراواں ہو کر اپنی عجم دوستی سے کلیسائے عیسوی کے اساقف و بطارقہ کی دینی غیرت کو ایک اور چرکا لگایا۔ خسرو خوب جانتا تھا کہ کیتھولک مسیحیوں کا یہ بغض و عناد موقع پا کر ایک فتنہ عظیم کی شکل پکڑ سکتا ہے۔ اسی لئے مفتوحہ ممالک میں اس کی حکومت کا انداز سخت جابرانہ تھا۔ اور اپنی نئی رعایا کی قوت کو توڑنے کا کوئی موقع وہ ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ متمول اور خوش حال

Marfat.com

افراد رعایا سے بڑے بڑے تاوان اور سنگین جرمانے وصول کرکے اور مشرقی گرجاؤں کو توڑ پھوڑ کر اور اُن کی تمام دولت لوٹ کر اُس نے اپنی دانست میں مسیحیت کی طاقت کو گویا ہمیشہ کے لئے سلب کر دیا۔ اپنے مقبوضات جدیدہ میں اُسے جس قدر سونا۔ چاندی۔ جواہرات۔ سنگ مرمر کے ستون۔ فنون لطیفہ کے قیمتی نوادر ہاتھ آئے۔ سب کے سب اپنے پایہ تخت کو منتقل کر دیئے۔

مداین اگرچہ سلطنت کا پایہ تخت تھا۔ لیکن خسرو نے اپنی سکونت کے لئے پایہ تخت سے ساٹھ میل بجانب شمال ایک عالیشان محل تعمیر کیا تھا جو قصر دستاگرد کے نام سے مشہور ہے۔ شاہی پایگاہ ہونے کے باعث دستاگرد اور اُس کے مضافات حوالی نے بڑھتے بڑھتے ایک عظیم الشان شہر کا درجہ حاصل کر لیا تھا۔ دنیائے تمدن کے نفائس و غرائب کا خلاصہ ہونے کی حیثیت سے دستاگرد کے عجائبات کی جو دلفریب تفصیل ہم تک پہنچی ہے۔ اُسے دیکھ کر جنت الفردوس کی تصویر کا دھوکا ہوتا ہے۔ اطراف قصر میں دور تک لہلہاتے ہوئے مرغزار چلے گئے تھے۔ جن میں چکور۔ مور۔ شتر مرغ اور ہرن چرتے چگتے نظر آتے تھے۔ نوسو ساٹھ فیلان کوہ پیکر بیس ہزار اشتران سبک گام اور چھ ہزار اسپان صبا رفتار سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جب خسرو پرویز کی سواری نکلتی ہوگی۔ یا وہ کسی مہم پر جاتا ہوگا۔ تو اُس کے خدم و حشم اور طنطنہ و تجمل کا کیا عالم ہوتا ہوگا۔ قصر شاہی کے دروازہ پر دن رات چھ ہزار زریں کمر سر بازوں کا پہرہ رہتا تھا۔ اور قصر کے اندر جس کے زمین دوز حجرے نقرہ و زر لعل و گوہر دیبقی و دیبا اور مشک و

عنبر کے ذخائر سے پٹے پڑے تھے۔ مختلف خدمات کی بجاآوری کے لئے بارہ ہزار غلام اور کنیزیں مامور تھیں۔ قصر کی آسمان بوس چھت جس میں ایک ہزار طلائی کرے بروج آسمانی کی حرکت اور ستاروں کی گردش مہندسانہ کا سماں دکھانے کے لئے آویزاں تھے چالیس ہزار روپہلے ستونوں کے سہارے کھڑی تھی۔ اس دلربا عشرت کدہ کی بہار شیریں کی کارفرمائی سے دوبالا ہوئی جاتی تھی۔ اگرچہ اُس کے انداز تغافل کی تلافی کے لئے تاجدار عجم نے تین ہزار اچھوتی نازنینوں کو بھی جمع کر رکھا تھا۔ جنہیں ایشیا کے دفتر حسن کا انتخاب کہنا چاہئے۔ شاید اسی حقیقت کا انکشاف ہمارے شاعر کی فلسفیانہ نکتہ سنجی نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

در عشق و ہوسناکی دانی کہ تفاوت چیست

آن تیشۂ فرہاد ے این حیلۂ پرویزے

دُہری بشارت

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

ساتویں صدی عیسوی کا سولھواں سال اُن ہولناک مصائب کے لحاظ سے جو نوزائیدہ اسلام کے سر پر تابڑ توڑ ٹوٹ رہی تھیں پرستاران دین حنیف کی گوناگوں آزمائشوں کی تاریخ میں ایک امتیاز خاص رکھتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا وہ بار امانت جو کبھی زمین و آسمان سے بھی نہ اُٹھ

Marfat.com

سکا تھا اور جس سے نسل آدم کے کفران نعمت نے سبکدوشی اختیار کر لی تھی از سرِ نو انسان کے سر پر رکھا جا رہا تھا اور دنیا جہاں کی وہ تمام تکلیفات جو اس کی ذمہ واریوں سے وابستہ تھیں۔ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے مٹھی بھر جاں نثاروں کے ابتدا کے لئے وقف ہو چکی تھیں +

اعلائے کلمۃ الحق کا آوازہ جس سے زیادہ جانخراش صدا کفر کے لئے اور کوئی نہ ہو سکتی تھی۔ بت پرستان مکہ کے حلقوں میں کھلبلی ڈال چکا تھا۔ ابولہب۔ ابوجہل اور دوسرے اشقیائے قریش نے اُسی دن سے حضور سرورِ کائنات کی ذات گرامی کو بازیچۂ استخفاف و استہزا بنانا شروع کر دیا تھا۔ جب آپ نے کوہ صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر انسان کی زشتی اعمال کو عذاب اُخروی سے ڈرایا تھا۔ خدائے بزرگ و برتر کی یکتائی و رب العالمینی کی شبانہ روز تلقین اور معبودان باطل کی بے مائیگی و بیچارگی کی مسلسل توضیح سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے استہزا کو سب و شتم اور سب و شتم کو وحشیانہ جبر و تعدی سے بدل دیا تھا مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد راضی برضا ہو کر کفار کی طیش آلود عداوت کا خمیازہ صبر و تحمل سے کھینچ رہی تھی اور ایک جماعت نے جس کی مظلومی انتہا کو پہنچ گئی تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وطن چھوڑ کر حبش کی مسیحی مملکت میں جا پناہ لی تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کی ستم رسیدہ امت کے جو افراد مکہ میں مقیم تھے اُن کی غیر متزلزل حق پرستی نے دشمنان اسلام کی آتش غیظ و

غضب کو اور زیادہ تیز کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اُن ناتوانوں کو جن کی حمایت کے لئے قبائلی عصبیت یا خاندانی اثر یا ذاتی وجاہت موجود نہ تھی۔ کبھی دوپہر کی جھلس دینے والی گرمی میں حجاز کی جلتی ہوئی ریت پر گھسیٹوں لٹایا جاتا تھا کبھی سُرخ لوہے سے داغا جاتا تھا۔ کبھی پانی میں ڈبکیاں دینے دینے ادھ موا کر دیا جاتا تھا۔ کبھی برہنہ جسم پر اتنے کوڑے لگائے جاتے تھے کہ کھال اُدھڑ جاتی تھی۔ کبھی گلے میں رسّی باندھ کر اراذل و انفار سے گلی کوچوں میں گھسٹوایا جاتا تھا۔ کبھی تپتے ہوئے بالو پر چت لٹا کر سینے پر بڑے بڑے وزنی پتھر رکھ دئے جاتے تھے۔ کبھی چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھونی دی جاتی تھی۔ کہ دم گھٹ جائے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ برچھیاں مار مار کر ہلاک کر دیا جاتا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ ابو طالب جیسے با اثر رئیس کے بھتیجے اور خدیجۃ الکبرے جیسی ذی وجاہت خاتون کے شوہر تھے۔ اور اسی لئے قریش کو بنو ہاشم اور اُن کے حلیفوں کے قبیلہ پرستانہ انتقام کے خوف سے آپ کی جان لینے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ لیکن تمنّائے جاں ستانی کی ناکامی ایذا رسانی کے اقدام کو مانع نہ آسکتی تھی۔ کبھی آپ کے رستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے کہ پائے مبارک زخمی ہو جائیں۔ کبھی نماز پڑھتے وقت گلے میں پھندا ڈال کر اس زور سے کھینچا جاتا تھا۔ کہ آپ گر پڑتے تھے۔ کبھی اونٹ کی اوجھڑی کر بحالت سجدہ آپ کی پشت اقدس پر رکھ دی جاتی تھی۔ کبھی آپ کے سر اطہر پر خاک ڈال کر آپ کا مضحکہ اڑایا جاتا تھا۔ کبھی آپ کو گالیاں دے کر آپ کے

Marfat.com

خلقِ عظیم کا امتحان لیا جاتا تھا۔ اور یہ تو اکثر ہوتا تھا۔ کہ جب آپ وعظ و ارشاد کے لئے باہر نکلتے تھے تو کفار سایہ کی طرح آپ کے ساتھ لگے رہتے تھے اور جب آپ کلام مجید کی آئتیں پڑھ کر سناتے تھے تو وہ شور مچانے لگتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اس کی باتیں نہ سنو۔ یہ غلط کہتا ہے۔

سردارانِ کفر نے یہ دیکھ کہ اُن کی جفائیں اور ایذائیں اُن کے دُھن کے پکے حریف پر مطلق کوئی اثر نہیں ڈال سکیں رسُولُ اللہ صلے اللہُ علیہ وسلّم کے پائے ثبات کو متزلزل کرنے کی غرض سے وہ حیلہ بھی اختیار کیا تھا جو دُنیا پرست ارباب اقتدار کی ترکش کا شاید سب سے زیادہ دل پسند تیر ہے۔ عقبہ بن ربیعہ کی معرفت آپ کے پاس پیغام بھیجا گیا تھا کہ زخارف دنیوی آپ کے قدموں میں ڈالے جا سکتے ہیں۔ عرب کی جمیل ترین عورتیں آپ کے شبستان کا سرمایہ آرائش بنائی جا سکتی ہیں بلکہ خود مکّہ کی امارت پیش کی جا سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اپنی موجودہ روش سے باز آ جائیں۔ ہمارے بتوں کی تحقیر نہ کریں۔ ہمارے آباؤ اجداد کی رسموں کو بُرا نہ کہیں اور ہماری مخالفت نہ کریں۔ لیکن افسوس تاجدار کونین پر نہ چل سکتا تھا۔ جن کی عملداری میں اس قسم کے تمام نظر فریب طلسم ایک ایک کر کے ٹوٹ جانے والے تھے! ابو طالب سے بھی ایک مرتبہ آپ پر زور ڈلوایا گیا تھا کہ حق و صداقت کی آواز بلند کرنا چھوڑ دیں۔ اور اُنہوں نے کہا تھا کہ جانِ عم مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں اُسے اُٹھا نہ سکوں اس پر رسُولُ اللہِ صلّے اللہ علیہ وسلّم نے آبدیدہ ہو کر رقت انگیز لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ اُسی کی قسم ہے۔

جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر یہ لوگ میرے دہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی لاکر رکھ دیں۔ تاہم میں اپنے فرض کی بجا آوری سے باز نہ آؤنگا۔ خدایا تو اپنے اس کام کو خود پُورا کریگا اور یا میں اس پر قربان ہو جاؤنگا ان کبھی نہ فراموش ہونے والے الفاظ میں کچھ ایسا بلا کا اثر تھا۔ کہ جناب ابوطالب جنہیں رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے ساتھ بدرجہ غایت محبت تھی۔ بے تاب ہو گئے تھے اور دُنیا جہاں کی مخالفت کی طرف سے بے پرواہو کر جواب دیا تھا۔ کہ مُحَمَّد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ خاطر جمع رکھ جبتک میرے دم میں دم ہے تیرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا +

اپنی تمام تدبیروں کو اسی طرح اکارت جاتا۔ اور اپنے تمام منصوبوں کو یوں خاک میں ملتا دیکھ کر پرستاران کفر نے اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹادینے کا آخری علاج یہ تجویز کیا تھا۔ کہ بنو ہاشم کے تمام خاندان ہی کو فنا کر دیا جائے۔ تمام قبائل متفق العہد ہو کر اس وقت تک کے لئے آل ہاشم سے کامل عمرانی اور اقتصادی مقاطعہ کئے رہنے پر تل گئے تھے۔ کہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بغرض قتل اُن کے حوالے نہ کر دئے جائیں۔ آخر ابوطالب کو مجبُوراً اپنے تمام خاندان کے ساتھ شعب ابوطالب میں پناہ گزین ہونا پڑا تھا +

یہ ۶۱۶ء کا واقعہ ہے۔ جبکہ بعثت نبوی کو چھ سال گزر چکے تھے۔ اور "فاصدع بما تومر" (تجھے جو حکم دیا جاتا ہے اُسے ڈنکے کی چوٹ لوگوں تک پہنچا دے) کے آسمانی نقارہ کی گونج ماہ محرم ۷ھ نبوی کی فضا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی +

Marfat.com

آل ہاشم کو اپنے سنگدل ہم وطنوں کے بیرحمانہ فیصلہ کی بنا پر مکہ کی شہریت کے جملہ حقوق سے محروم ہو کر پہاڑ کے ایک تنگ درہ میں جہاں اناج کا ایک دانہ بھی اڑ کر اُن تک نہ جا سکتا تھا۔ جو جو عقوبت انگیز سختیاں سہنی پڑیں اُن کی تفصیل انسان کی انتہائی مظلومیت کا ایک پُر درد افسانہ ہے۔ اگرچہ خدائے رحمٰن و رحیم کی شان مقلب القلوبی بے مہر دشمنوں کے پتھر دلوں کو نرم کر کے خود اُنہیں ہاتھوں سے اسلام کی بیڑیاں کٹوا دینے والی تھی۔ جنہوں نے اسے پابزنجیر کیا تھا۔ اور کچھ ہی زمانہ پہلے رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمْ سے یہ وعدہ بھی ہو چکا تھا۔ کہ ان الذین امنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودّا۔ (جن لوگوں نے ایمان لا کر اچھے عمل کئے ہیں خدائے رحمٰن یقیناً اُن کی طرف سے کفار کے دلوں میں عنقریب گرویدگی پیدا کر دیگا) لیکن اس بشارت کو اپنا جمالی رنگ دکھانے کے لئے ابھی تین سال کے انقضا کی احتیاج تھی۔ اِس طویل مُدت میں شعب ابوطالب کے محصورین جنگلی بوٹیوں کی پتیاں کھا کھا کر زندگی کے دن کاٹتے رہے کسی کو اگر کہیں سے خشک چمڑے کا ٹکڑا ہاتھ آ جاتا تھا۔ تو وہ اُسی کو پانی میں بھگو کر کھا لیتا تھا اور اُسے بڑی نعمت سمجھتا تھا۔ ماؤں کی خشک چھاتیوں میں دودھ نہ پا کر بچے بھوک سے بلکتے تھے۔ اور ان کے رونے اور کراہنے کی آواز سُن کر کفار جو درہ کے باہر کان لگائے کھڑے رہتے تھے خوش ہوتے تھے۔

دُشمنانِ حق و صداقت کی یہ خوشی بے وجہ نہ تھی۔ وہ اسلام کو اپنے

سامنے سسک سسک کر دم توڑتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ ان دیکھا اور ان بوجھا خدا جس کا نام لے لے کر عبدالمطلب کا پوتا انہیں ایک فرضی عذاب سے ڈرایا کرتا تھا۔ اب اسے ان کی گرفت سے نہ چھڑا سکیگا۔ ان کا دل مطمئن تھا۔ کہ (نعوذ باللہ) پیشوائے اسلام کے خاتمہ کے ساتھ وہ قوت خود بخود مٹ جائیگی۔ جو ان کے مذہب اور معاشرت کے دیرینہ نظام کو تہ و بالا کر رہی تھی۔ پھر نہ توحید کی بانگ بے ہنگام ان کے کان میں ناسور ڈالیگی نہ بعث بعد الموت کی تبلیغ کا کابوس ان کے سینے پر سوار ہوگا۔ نہ لات و ہبل کی پرستش سے انہیں روکنے کی کسی کو جرأت ہوگی۔ نہ من مانے افعال کے ارتکاب سے انہیں جزا و سزا کا کوئی خیالی ضابطہ باز رکھ سکیگا +

قریش کی ان گوناگوں مسرتوں کا ایک بڑا باعث یہ بھی تھا۔ کہ جس پیکر قدسی کی تعذیب کے لئے ان کی ستم شعاری نے اس قدر اہتمام کئے تھے اسے مسیحیت کی جمالی تعلیم کے ساتھ ایک خاص لگاؤ تھا۔ اور ایسے شخص کی تکلیفوں سے ان کا کلیجہ ٹھنڈا ہوتا تھا۔ جس نے مسیح علیہ السلام کی یاد کو ایک نئے انداز میں تازہ کرتے ہوئے انجیل کی تصدیق کے ساتھ مسیحیوں کے دل میں گھر کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ سچ ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام کی ذات خاص کے ساتھ انہیں کوئی عناد نہ تھا۔ بلکہ بت پرستوں کی اس عام عادت کے مطابق کہ خالص توحید کے سوا باقی تمام انسانی معتقدات کے ساتھ رواداری برتنی چاہئے انہوں نے لات و منات کی طرح جناب مسیح کو بھی اپنے معبودوں کے کثیر الانفار حلقہ میں داخل کر لیا تھا۔ چنانچہ فتح مکہ کے وقت جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے حکم سے تمام بت کعبہ سے نکالے گئے۔ تو ان میں حضرت مریم کی ایک مورت بھی موجود تھی۔ لیکن مسیحیت کو جو چوتھی صدی سے سیاسی حیثیت اختیار کر کے جوع الارض کے مرض میں مبتلا ہو گئی تھی وہ اپنا دشمن سمجھتے تھے کعبہ کے انہدام کی غرض سے ابرہہ الاشرم کی فوج کشی اُن کی رائے میں صاف اس امر کی دلیل تھی کہ مسیحیت عرب کے کان میں اپنی غلامی کا حلقہ ڈالنے پر تلی ہوئی تھی یمن کو قیصر رُوم کے حلیف کے مسیحی اقتدار سے آزاد کرانے کے لئے ایران سے اگر مداخلت کی استدعا کی گئی تو اُس کی تہ میں بھی یہی جذبہ چھپا ہوا تھا۔ کہ اگر غیروں کا محکوم ہی ہو کر رہنا ہے تو مسیحیت سے آتش پرستی بہر انتب افضل ہے قریش کے دل میں اپنے اُس وفد کی ناکامی کی یاد بھی کانٹا بن کر کھٹک رہی تھی۔ جو مہاجرین اولیٰ کی حوالگی کے مطالبہ کے لئے نجاشی کے دربار میں پہنچا تھا۔ مگر خائب و خاسر ہو کر بے نیل مرام واپس آیا تھا۔ ایک مسیحی دربار کی طرف سے سفراء مکہ کی یہ بے توقیری ایک اور ایسی ذلت تھی جسے قریش کی آبائی عزت بآسانی گوارا نہ کر سکتی تھی۔

اسی لئے جب خسرو پرویز کی تو بر تو فتوحات اور قیصر روم کی پے در پے شکستوں کی خبریں مکہ میں پہنچیں اور واقعات کی رفتار نے تمام دُنیا کے ساتھ عرب کو بھی یقین دلا دیا کہ آتشکدہ فارس کی روشنی کے سامنے روم کی مسیحی شعل ہمیشہ کے لئے ماند پڑ گئی ہے۔ تو قریش کے گھر میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شعب ابوطالب میں نظر بند تھے۔ مگر زبان حقیقت ترجمان بند نہ تھی اور قلب مبارک کا دروازہ رُوح الامین کے نزول

Marfat.com

کے لئے آٹھوں پہر کھلا تھا۔ قیصر روم کی تباہی وبربادی کے چرچے زیادہ ہونے لگے تو جبرئیل امین آسمان سے یہ پیغام لائے:۔

الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

الٓم۔ روم اگرچہ مشرق ادنیٰ میں مغلوب ہو چکا ہے۔ لیکن عنقریب چند ہی سال میں پھر غالب آجائیگا۔ فتح وشکست کا اختیار اس سے پہلے بھی خدا کو تھا اور اس کے بعد بھی اسی کو حاصل ہے۔ اور جس دن روم کو پھر غلبہ ہوگا۔ اسی دن مسلمانوں کو بھی خدا کی طرف سے مدد پاکر خوشی حاصل ہوگی۔ خدا جس کو چاہتا ہے نصرت دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ توانا ورحیم ہے۔ یہ خدا کا وعدہ ہے اور خدا کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اگرچہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس حقیقت کو نہیں سمجھتے"۔

یہ عظیم الشان بشارت جس کی محیر العقول صداقتوں نے ارباب بینش کے لئے عالم غیب کے حقائق کا ایک دریا بہا دیا ہے دو جداگانہ تاریخی واقعات کا سرچشمہ ہے۔ اس کا پہلا دعوےٰ یہ ہے کہ ہزیمت خوردہ رومی چند سال میں دوبارہ فتحیاب ہونگے۔ اسی کی ذیل میں دوسرا دعوےٰ یہ ہے کہ رومیوں کی فتحیابی کے ساتھ ہی مسلمان مظفر ومنصور ہونگے۔ "بضع سنین" (چند سال) سے اسلامی

مفسرین نے کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس سال کی مدت مراد لی ہے اور اس تعبیر کا موید یہ تاریخی واقعہ ہے۔ کہ جب سورہ روم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور حضرت صدیق اکبر نے ایک مجمع عام میں ان کی تلاوت فرماتے ہوئے۔ "بضع سنین" کا مفہوم تین سال بیان کیا تو کفار نے حسب معمول بڑے شد و مد سے اس کی تکذیب کی۔ اور جب آپ کی قوت ایمانی نے آپ سے بے اختیار کہلوایا کہ دعوے کے صحیح نہ نکلنے کی صورت میں آپ دس اونٹ ہارنے کے لئے طیار ہیں۔ تو ابی ابن خلف نے جو ایک کٹر کافر تھا بآلوگی تمام یہ شرط قبول کر لی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو آپ کی لدنی استعداد نے جناب صدیق اکبر کے بیان کی تصدیق اس اضافہ کے ساتھ فرمائی۔ کہ "بضع سنین" کی اقل مدت بیشک تین سال ہے لیکن اس کا انتہائی زمانہ دس سال بھی ہے اس ترمیم نے شرط کے اونٹوں کی تعداد دس سے بڑھا کر سو کر دی ابی کو جب حقائق نفس الامری نے اپنے دوسرے ہمنشینوں کی طرح جتلا دیا تھا۔ کہ اب رومیوں کو کبھی فتح ہو سکتی ہے اور نہ مسلمانوں کا ستارہ چمک سکتا ہے۔ یقین ہو گیا کہ اس بازی میں جیت اسی کو ہو گی +

کفار مکہ کی یہ ذہنی کیفیت جو کفر کی جاودانی خصوصیات میں داخل ہے باآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ اُن کے سامنے چند بدیہی واقعات تھے۔ جن کے کھلے ہوئے نتائج انہیں روز روشن کی طرح نظر آرہے تھے۔ اور جب انہیں بتایا جاتا تھا۔ کہ ظاہری اسباب کے علاوہ ایک قوت ایسی بھی ہے جس کا مخفی تصرف تغیرات عالم کی مقررہ روش کو بدل دینے کی قدرت

رکھتا ہے تو وہ اس دعوے کو ایک شاعر کا قول ایک مجنون کی خرافات قرار دیکر تمسخر میں اُڑا دیتے تھے۔ رومیوں کی فتحیابی اور مسلمانوں کی کامرانی کا دعوے موجودہ حالات میں اس درجہ خلاف عقل اور مظنونات واحتمالات سے اس قدر بعید تھا۔ کہ خسرو پرویز نے بجز قسطنطنیہ اور چند ایشیائی بندرگاہوں یا دور افتادہ مغربی مقبوضات کے اُن کا سارا ملک فتح کر لیا تھا۔ اور خود قسطنطنیہ بھی موت وحیات کی کشمکش میں مصروف تھا جس کی تفصیل آگے آتی ہے مسلمانوں کی مصیبت کا یہ عالم تھا۔ کہ اُن میں سے کچھ تو دیار غیر میں پناہ گزینی پر مجبور کر دئے گئے تھے۔ کچھ مکہ میں اپنی مظلومی کے دن کاٹ رہے تھے۔ اور کچھ اپنے سردار کے ساتھ پیٹ پر پتھر باندھے پہاڑ کے ایک درہ میں قید تھے۔ ان حالات وواقعات کے ہوتے ہوئے قریش کو کس طرح باور آسکتا تھا کہ دس سال کے اندر اندر رومیوں کا پھر طوطی بولنے لگیگا اور مسلمان بھی ساتھ ہی ساتھ نقارہ فتح ونصرت بجانے کے قابل ہو جائینگے۔ اسلامی روایات کے ساتھ وقائع نگاران یورپ کا سلوک اگرچہ متعصبانہ بغض وعناد کا ایک دفتر بے پایاں ہے لیکن اپنے ہم چشموں کی عام روش کے برخلاف مسیحی مورخین کا ایک آزادہ رَد اور صاف گو طبقہ ایسا بھی ہے جسے سورہ رُوم کی تمہیدی آیات حیرت میں ڈالے بغیر نہیں رہ سکیں۔ گبن نے تو اتنا ہی لکھا ہے۔ کہ جب یہ پیشگوئی کی گئی تھی تو اس سے زیادہ دور از کار اور بعید از وقوع تصور کوئی نہ ہو سکتا تھا۔ مسٹر پامر نے بھی جن کی سلیم الطبعی سیل۔ راڈول اور ولیم میور جیسے غالی تثلیث پسندوں کے تعصب کی پردہ

دری کر رہی ہے۔ یہی طرز استدلال اختیار کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ کہ "رومیوں کی حالت اس وقت ایسی پتلی ہو رہی تھی کہ اُن کے سنبھل جانے کا بہت کم امکان نظر آتا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرانسیسی سیرت نگار کاؤنٹ ڈی بولان ولیبرس کی حق پژوہانہ دیانت کو صاف صاف اعتراف کرنا پڑا ہے کہ "قرآن مجید میں رومیوں کے خارج از قیاس غلبہ کی پیش از وقت تعیین ایک کھلی ہوئی ملہمانہ بشارت ہے جس کی صداقت کو اگر مسیحی تسلیم نہ کریں تو بجز ندامت وخسران کے اُن کے حصے میں اور کچھ نہیں آسکتا۔" منکرین کے حق میں اس ندامت وخسران کو خسرو پرویز کی مزید شش سالہ چیرہ دستیاں ہرقل کی رہی سہی قوت کے گھٹا دینے سے اور بھی بڑھا دیتی ہیں۔ اس لئے کہ جو بات ۶۱۶ء میں خارج از امکان نظر آتی تھی وہ ۶۲۲ء میں اور بھی زیادہ خارج از امکان ہو گئی تھی اور ایسے خارج از امکان واقعہ کے قطعی الوقوع ہونے کے متعلق سات سال پہلے قطعی حکم لگا دینا صرف ایک اولوالعزم نبی کی مرسل من اللہی کے لئے ممکن ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کا وعدہ برحق جس طرح پورا ہوا۔ دنیا جسے ایک امر محال سمجھ رہی تھی اُس نے جس طرح یک بیک ایک حقیقت نفس الامری کی شکل اختیار کرلی۔ پردۂ شب کی گھٹاٹوپ ظلمتوں سے آفتاب سیغلبون کی پہلی کرن نے ۶۲۳ء میں پھوٹ کر جس طرح ہرقل کو فتح و نصرت کا رستہ دکھایا۔ اور پھر اُسی کرن کی تجلیوں نے جس طرح بدر کے میدان کو مطلع الانوار بنایا۔ یہ کوئی جن و پری کا افسانہ نہیں رستم واکوان کا قصہ نہیں فرکیانی کی

Marfat.com

سیمیائی نمود نہیں جسے "اساطیر الاولین" کہ کر مذاق میں اڑایا جا سکے۔ بلکہ جیتے جاگتے بولتے چالتے تاریخی واقعات ہیں جن پر اگر نگاہ امعان ڈالی جائے تو چودہ طبق روشن ہو سکتے ہیں +

ہرقل کی ناکامیاں

خسرو کا مقصد اگر حقیقت میں مارس کے قتل کے انتقام تک ہی محدود ہوتا تو فوکاس کے قتل ہوتے ہی یہ غرض پوری ہو چکی تھی۔ مارس کے قاتل کی جگہ قسطنطنیہ میں اب ایک ایسا شخص مسند نشین تھا۔ جس کے ساتھ اسے کوئی وجہ پرخاش نہ تھی۔ ایسی حالت میں مارس کے احسانات کی یاد اور ہمسایہ کے حقوق کا پاس متقاضی تھا کہ وہ اپنی فوجیں ہٹا لے اور دولت مشرقیہ کے ساتھ مصالحانہ تعلقات قائم کرے۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں محسن کے انتقام کا فطری جذبہ ان ہمسایہ افگن روایات کے لئے جو خسرو کو اپنے خاندان سے میراث میں ملی تھیں محض ایک ہلکے سے پردے کا حکم رکھتا تھا۔ فوکاس کی موت کے ساتھ ہی یہ پردہ بھی اٹھ گیا اور بڑھتی فتوحات نے خسرو کی نیت کا راز طشت از بام کر دیا۔ ہرقل کے دربار سے پے در پے سفارتیں آتی تھیں اور غایت لجاجت و انکسار سے التجا کرتی تھیں۔ کہ بے گناہ اور خانماں برباد مخلوق خدا کی جان بخشی کی جائے اور دولت مشرقیہ کے حال زار پر رحم کر کے اس کی باجگذارانہ اطاعت قبول

کرلی جائے۔ لیکن خسرو کا تکبران عاجزانہ استدعاؤں کو کبھی حقارت سے رد کر دیتا تھا اور کبھی دھمکی سے ٹھکرا دیتا تھا۔

ہرقل کی حالت حقیقت میں قابل رحم تھی ایشیائی صوبے عجمی فوجوں کی گرفت میں تھے۔ افریقہ میں بھی مصر اور طرابلس پر اُن کا قبضہ ہوچکا تھا یورپین مقبوضات کی یہ کیفیت تھی۔ کہ آوار جنہوں نے اٹلی پر حملہ کرکے قسطنطنیہ کے بحال شدہ مغربی افتدار کو حوالہ خاک وخون کر دیا تھا تھریس تک پھیلے ہوئے تھے اور دولت مشرقیہ کی موجودہ کمزوریوں سے فایدہ اُٹھا کر پُرانے کینے نکالنے کی تدبیروں میں مصروف تھے۔ چنانچہ خسرو کے ساتھ چاغاں کا ایک خفیہ معاہدہ بھی ہوچکا تھا کہ ایشیا اور یورپ کی طرف سے دونو کا متفقہ حملہ قسطنطنیہ کو کچل ڈالے۔ جس کا تعلق بحری طاقت ہونے کے باعث گئی گزری حالت میں بھی تری کی راہ سے یونان اور اٹلی کے جنوبی علاقے افریقی ولایت قرطجنہ اور صور سے لیکر طرابزون تک چند ایشیائی بندرگاہوں کے ساتھ قائم تھا۔

مصر آجکل کی طرح رومیوں کے مغربی عہدوں میں بھی مغربی شہنشاہیت کے چوگان اقتصاد کی گیند بنا ہوا تھا۔ پہلے اس کی دولت روما کے کام آتی تھی جب سلطنت تقسیم ہوئی اور مصر دولت مشرقیہ کے حصے میں آیا۔ تو اسکی پیداوار قسطنطنیہ کی شکم پرست آبادی کے معدہ واحشا کے لئے وقف ہوگئی۔ ۶۱۶ء میں خسرو کی تلوار نے دولت مشرقیہ کے امن سے وادی نیل کا پیوند قطع کر دیا۔ ایشیا کوچک کے زرخیر وشاداب خطے پہلے ہی اُس کے قبضے میں آچکے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قسطنطنیہ میں اناج کے ذخیرے تھڑ گئے اور شہر پر قحط دو بلا

کی دوگونہ بلائیں مسلط ہوگئیں ہرقل کی پریشانیوں کی اب کوئی حد نہ رہی اندرونی بلاؤں اور بیرونی مصیبتوں کی متفقہ یورش سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر اور چاروں طرف سے نا اُمید ہو کر اُسے بادل ناخواستہ یہ مضطربانہ فیصلہ کرنا پڑا کہ قسطنطنیہ چھوڑ کر قرطجنہ چلا جائے اور حکومت کو بھی اسی افریقی ولایت میں جو دشمنوں کی رسائی سے دور تھی منتقل کر دے *

اس وقت مذہب کی زبردست طاقت آڑے آئی۔ تدبیر نے جو کام بگاڑ دیا تھا تقدیر اُسے بنانا چاہتی تھی۔ سفر کی ساری طیاریاں ہو چکی تھیں جہازوں پر شاہی خزانہ اور تمام قیمتی مال و متاع جو لے جانے کے قابل تھا بار کیا جا چکا تھا۔ اور ہرقل ہزاروں حسرتیں دل میں لئے ہوئے پابہ کشتی تھا۔ کہ بطریق قسطنطنیہ نے آکر اُسے اس مہلک عزم سے روک دیا اور ایا صوفیہ کے معبد میں لے جا کر اُس سے قوم اور ملک اور مذہب کی خدمت میں جان تک قربان کر دینے کا حلف لیا *

اواروں کی فوجیں تھریس کے میدانوں میں ڈیرے ڈالے پڑی تھیں۔ اور چاغاں کے غارتگرانہ منصوبوں کی مزاحم صرف قسطنطنیہ کی سنگین فصیل تھی۔ اپنے اِن منصوبوں کو مصالحانہ گفت و شنید کی تمنا میں چھپا کر اُس نے ہرقل سے پایہ تخت کے باہر ملاقات کرنیکی خواہش ظاہر کی۔ ہرقل نے جسے عجمیوں اور اواروں کی مخفی قرارداد کا علم نہ تھا کم از کم ایک زبردست دشمن کے ساتھ مصالحت کے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر باآمادگی تمام چاغان کی دعوت قبول کر لی اور بڑے تزک و احتشام سے حریف

Marfat.com

کی خیمہ گاہ کی طرف روانہ ہوا - چاغان و قیصر کی صلح کی اس مسرت اندوز تقریب پر ایک پر تکلف جشن ترتیب دیا گیا - اور طرح طرح کے دلپسند کھیل تماشوں سے تماشائیوں کی تفریح طبع کا سامان کیا گیا - لیکن اواروں کی بد عہدی ایک اور ہی تماشا دکھانے والی تھی - ایک اوار رسالہ نے جو شبا شب یلغار کرتا ہوا اس پاس کی گھاٹیوں میں آچھپا تھا - اپنی کمین گاہ سے نکل کر دفعتہ تماشا گاہ کا محاصرہ کر لیا اور چاغان کے کوڑے کا زبردست تڑاقا سنتے ہی تماشائیوں پر حملہ کر دیا - رومی بدحواس ہو کر پایہ تخت کی طرف بھاگے ہرقل تاج ہاتھ میں لئے - گھوڑے کو ایڑ ہتا تا ہوا بگٹٹ جا رہا تھا اور محض اس رفیق تیز گام کی صبا رفتاری کے صدقہ میں گرفتار ہونے سے بال بال بچا - اوار رومیوں کا تعاقب کرتے ہوئے شہر پناہ تک پہنچ گئے اور اگرچہ پھاٹک کے بند ہو جانے پر وہ شہر میں تو داخل نہ ہو سکے - لیکن اس کمی کو مضافات شہر کے لوٹنے اور پونے تین لاکھ رومیوں کو لونڈی غلام بنا کر پکڑ لے جانے سے پورا کرتے گئے ۔

پریشان روزگار ہرقل کی انتہائی بیچارگی اب اسے عجمی سپہ سالار سینا کے پاس لے گئی جو باسفورس کے ایشیائی ساحل پر خیمہ زن تھا - کہ شاید اسی کو رحم آجائے - سینا کو مبدء فیاض کی طرف سے ایک درد بھرا دل عطا ہوا تھا قیصر روم کو اس کس مپرسی کی حالت میں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں دنیا کے انقلابات کی تصویر پھر گئی - ہرقل کے استقبال میں اس نے شریفانہ ادب و احترام کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور اپنے مصیبت زدہ مہمان کی دلجوئی کرتے ہوئے وعدہ کیا

Marfat.com

کہ بازنطینی سفارت کو شہنشاہ عجم کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے ہر طرح کی آسانیاں بہم پہنچائی جائینگی ۔

شریف النفس سپہ سالار کے فیاضانہ سلوک سے فائدہ اٹھا کر ہرقل نے کلیسا اور حکومت کے جلیل القدر اعیان کا ایک وفد طیار کیا جس نے خسرو کے دربار میں پہنچ کر بازنطینی حکومت کی طرف سے نہایت عاجزانہ الفاظ میں عذر تقصیر کرتے ہوئے صلح کی درخواست پیش کی اور عرض کیا کہ قیام امن و امان اور تجدید تعلقات دیرینہ کی غرض سے جن شرائط کا مطالبہ دربار مداین کریگا اُن کے تسلیم کرلینے میں دربار قسطنطنیہ کو کوئی عذر نہ ہوگا ۔ بیچارے سینا کا خیال تھا کہ اس قسم کی انکسار آمیز عرضداشت اُس کے ذی جبروت آقا کی خوشنودی مزاج کا موجب ہوگی ۔ لیکن خسرو کی اُفتادِ طبیعت کا اُس نے سخت ہی غلط اندازہ لگایا تھا ۔ بجائے اس کے کہ خسرو بازنطینی سفرا کے غلامانہ عجز کو اپنے مغربی سرلشکر کے سپہگرانہ تدبر کا نتیجہ سمجھ کر خوش ہوتا اور اُس کی عزت افزائی کرتا ۔ وہ اُلٹا خفا ہوگیا اور طیش میں آکر پکارا کہ مجھے اس وفد کی حاجت نہ تھی ۔ نابکار سینا کا غرض تھا کہ ہرقل کو زنجیروں میں جکڑ کر میرے قدموں میں لاڈالتا ۔ میں اُس وقت تک قیصر روم پر رحم کرنے کو طیار نہیں ہوں ۔ جب تک کہ وہ اپنے مصلوب خدا کی پرستش چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ نہ کرنے لگے ۔ سینا کو اس کی شریفانہ مداخلت کا صلہ یہ دیا گیا کہ اُس کی کھال کھنچوائی گئی ۔ ہرقل کے سفیروں کی عاجزانہ التجاؤں کا حشر یہ ہُوا کہ وہ سب کے سب قید کردئے گئے اور قسطنطنیہ کی تسخیر

کے لئے خسرو کی جنگی کارروائیوں کا سلسلہ سرگرمی کے ساتھ شروع ہوگیا۔ لیکن بحیرۂ اسود اور بحیرہ روم کی آبی کلید اور ایک منجھی ہوئی بحری قوت کے زبردست مرکز ہونے کی حیثیت سے قسطنطنیہ کو نہ عجمی قوموں کا ڈر تھا اور نہ اواروں کے ٹڈی دل کا کھٹکا۔ سالہاسال کی بے سود معرکہ آرائی نے جب خسرو کو یقین دلا دیا کہ ایک کارآزمودہ جنگی بیڑے کے بغیر جو اُس کی دسترس سے باہر تھا قسطنطنیہ سر کرنا محال ہے۔ تو وہ مجبوراً اس کی تسخیر سے دست کش ہوگیا اور دست کشی کا تاوان یہ طلب کیا کہ قیصر رُوم اسے ہر سال ایک ہزار ٹیلنٹ چاندی ایک ہزار ریشمی حلّے ایک ہزار نادر گھوڑے ایک ہزار دوشیزہ لڑکیاں بطور خراج ادا کیا کرے۔ ہرقل نے یہ تمام شرطیں تسلیم کرلیں اور اپنے غلامانہ انقیاد پر انتہائی ذلت و رسوائی کی مہر اپنے ہاتھوں لگادی۔

ہرقل کی سیرت پر ایک نظر

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ

معارف لدنیہ کے شارح اعظم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے حقائق مستورہ کی جو تصویر پردہ الہام پر کھینچی تھی اُس کے بے نقاب ہونے کا وقت اب آگیا تھا۔ اور ارباب نظر اس ازلی صداقت کے آگے سر جھکانے

پر مجبور ہو جانے والے تھے۔ کہ اذا قضے امرا فانما یقول لہٗ کن فیکون۔ یعنی جب باری تعالےٰ کوئی بات جی میں ٹھان لیتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ لیکن فطرت ایزدی کی یہ بھی ایک قدیم خصوصیت ہے کہ مقدرات کے ظہور کے لئے اسباب فراہم کر دئیے جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ بعض دفعہ ان اسباب سے ظاہر بینوں کی تشفی نہیں ہوتی۔ ابراہیم علیہ السلام کو جب اسحاق کی خوشخبری دی گئی تو وہ پیر فانی ہو چکے تھے اور سارہ کا بھی بڑھاپا تھا جس پر میاں بی بی کو بتقاضائے بشریت متعجب ہونا پڑا تھا۔ کہ ان حالات میں اولاد کیونکر ہو سکتی ہے۔ زکریا کے تو ابھی جب اُنہیں بشارت ملی ہے پیرانہ سری کے باعث قوٰی فرسودہ ہو چکے تھے اور اُن کی اہلیہ الزبتھ نہ صرف بوڑھی بلکہ بانجھ بھی تھیں اور وہ بھی اپنے جد امجد کی طرح بے اختیار پکار اٹھے تھے۔ کہ" رب انی یکون لی غلام وکانت امراتی عاقرا وقد بلغت من الکبر عتیا" (الٰہی میرے ہاں بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے کہ میری بی بی تو عقیمہ ہے اور میں کبر سنی کے انتہائی عالم میں ہوں) لیکن ایسے ہی ناقص اسباب سے کامل نتائج پیدا ہوتے دیکھ کر اہل بینش کو یقین ہو جاتا ہے کہ خدائے توانا کی قدرت دانہ کو خرمن رائی کو پربت اور قطرہ کو قلزم بنا سکتی ہے۔ تبہ حال رومیوں کو نہ صرف عجمیوں کی قہرمانی گرفت سے چھڑانے بلکہ عجم کو روم کے قدموں پر ڈالنے کے لئے خداوند عالم کی پوشیدہ مصلحتوں نے جس شخص کا انتخاب کیا اُس کے حالات زندگی کا مطالعہ ان تمام صداقتوں کو روز روشن کی طرح آشکارا کر دیتا ہے ؏

ہرقل کی جامع الاضداد خصوصیات

گبن کا قول ہے۔ کہ تاریخ عالم میں جس قدر قابل ذکر اشخاص گزرے ہیں ان سب میں ہرقل کی سیرت اپنی جامع الاضداد خصوصیات کے لحاظ سے نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ اپنے طویل عہد کے اوائل و اواخر میں وہ غفلت و تعیش اور تن پروری و اوہام پرستی کا غلام نظر آتا ہے۔ سلطنت کی تباہی کو بے نیازانہ زندگی سے دیکھتا ہے اور رعایا کی مصیبتوں پر ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ لیکن اپنے دور حکومت کے درمیانی حصے میں اس کی فطرت یکلخت بدل جاتی ہے۔ پہلے پہر کی گھٹاؤں اور پچھلے پہر کے بادلوں کے درمیان اس کے اقبال کا آفتاب نقطۂ نصف النہار پر اپنی تجلیاں بکھیرتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہی تاجدار جس کی عشرت پرستیوں اور ہوسناکیوں نے محل کی چار دیواری کے اندر آرکیڈیئس کی یاد تازہ کردی تھی میدان جنگ میں آکر سیزر بن جاتا ہے اور چھ جانبازانہ معرکوں میں میں داد شجاعت دے کر اور سپہگری کے جوہر دکھا کر اپنا اور دولت روما کا کھویا ہوا وقار از سر نو حاصل کر لیتا ہے۔

مہ جمال مارٹینا کا عشوہ سحر طراز

ہرقل کے دل و دماغ کی ان حیرت خیز تبدیلیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے گبن لکھتا ہے کہ بازنطینی مورخین نے ان تغیرات کے اسباب قلمبند نہیں

Marfat.com

کئے۔ حالانکہ یہ بتانا اُن کا فرض تھا۔ کہ ہرقل کیوں اپنے عہد کے ابتدائی اور آخری حصّوں میں سویا رہا اور بیچ ہی میں بیدار ہُوا۔ کسی ایسی صراحت کے نہ موجود ہونے ہوئے ہم صرف یہی قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ اگرچہ ذاتی شجاعت اُس کا ایک نمایاں وصف تھا۔ لیکن مدبرانہ عزیمت سے اُسے بہرہ وافی نہ میسر ہُوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی مہ جمال بھتیجی مارٹینا نے جسے یوڈوشیا کے انتقال پر شریعت عیسوی کے احکام کے برخلاف وہ اپنے حبالہ عقد میں لے آیا تھا۔ اُس پر کچھ ایسے جادو کے ڈورے ڈال رکھے تھے۔ کہ امور سلطنت کے ساتھ اُسے کوئی دلچسپی باقی نہ رہی تھی اور اُس کے درباریوں نے بھی جن کا کام ہی خوشامد کرنا تھا اُسے یہ پٹی پڑھا رکھی تھی۔ کہ قیصر رُوم کی مقدّس زندگی میدان جنگ کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے نہیں بنائی گئی۔ اس خواب غفلت سے آخر جب وہ بیدار ہُوا۔ تو شاید اس کی وجہ یہ ہو گی۔ کہ خسرو پرویز کے آخری باج گیرانہ مطالبات کو اُس کی غیرت برداشت نہ کر سکی۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ جس وقت ہرقل کاہلی اور تن آسانی کا چولا اُتار کر میدان جنگ میں ایک بطل اعظم کی حیثیت سے نمودار ہُوا ہے تو رومیوں کو صرف اس اُمید کا سہارا باقی رہ گیا تھا۔ کہ شاید واقعات پلٹا کھائیں خسرو کا ستارہ گردش میں آجائے اور اُن کا سویا ہُوا نصیب جاگ اُٹھے۔

گبن کی منطق

فلسفۂ تاریخ میں اگرچہ گبن کو ید طولےٰ حاصل ہے اور واقعات کے اسباب

کی تلاش ہیں اُس کی حکیمانہ موشگافیاں اُس کی مورخانہ کنج کاویوں کی ہم ردیف نظر آتی ہیں۔ لیکن اپنی عام روش کے خلاف جن دلائل سے اُس نے ہرقل کی موقت الظہور سرگرمیوں کی برتراز فہم خصوصیات ہمیں سمجھانی چاہی ہیں اُن کی طفلانہ خامیوں پر ہم متبسم ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ "تاریخ زوال وہبوط روما" کے مصنف کو تعجّب ہے کہ کیوں ہرقل نے بارہ سال تک جو اُس کے عہد حکومت کا دور اوّل ہے سوتے سے کروٹ نہ لی اور پھر جب یک بیک بیدار ہو کر دنیا کے سامنے اپنے آپ کو ایک فاتح اعظم کی حیثیت میں پیش کیا۔ جس کی توقع کسی کو اُس کی ذات سے نہ ہوسکتی تھی تو اُس شان امتیازی کو اُس نے برقرار کیوں نہ رکھا بلکہ آٹھ سال کا درمیانی زمانہ بیداری میں گزار کر پھر آنکھیں بند کر لیں اور بارہ سال کے لئے جو اُس کے عہد طویل کا آخری دور ہے۔ ایسا ہی غافل عیش پرست اور پست ہمّت ہو گیا جیسا پہلے تھا۔ اپنے اس تعجب کو گبن نے یہ کہ کر رفع کرنا چاہا ہے۔ کہ

(۱) ہرقل مدبرانہ عزیمت سے بہرہ وافی نہ رکھتا تھا۔

(۲) مارٹینا کی زلف مشکبار نے اُس کی مشکیں کس رکھی تھیں۔

(۳) نااہل ندیم اُسے یہ مشورہ دیتے رہتے تھے۔ کہ میدان جنگ میں جا کر اپنی جان خطرے میں نہ ڈالے اور اس شراب سہ آتشہ کا نشہ اُتارنے کے لئے ترشی یہ تجویز کی ہے۔ کہ

(۴) کسرٰے کے آخری مطالبہ کی ذلت کو ہرقل کی غیرت گوارا نہ کر سکی۔

اس منطق کا تخطیہ

ان میں سے ایک دلیل بھی ایسی نہیں جس سے ہماری تشفی ہو سکے۔ مدبرانہ عزیمت سے مراد اگر دلیرانہ مدافعت کے ارادہ کی باموقع تصمیم ہو تو کس طرح کہ سکتے ہیں۔ کہ ہرقل کی طینت میں یہ جوہر ودیعت نہ کیا گیا تھا۔ خود اُس کی شاندار کامیابیوں میں اس کی چمکتی ہوئی شہادت موجود ہے۔ مارٹینا کی زلفوں سے گبن کا شکوہ عبث ہے۔ اگر ہرقل کی دوازدہ سالہ درماندگی کی یہ وجہ صحیح ہو کہ اُس کا دل اپنی محبوبہ کے گیسوؤں میں اُلجھا ہوا تھا تو پھر پرویز کی نسبت کیا کہا جائیگا جس کی ہزار جانیں شیرین کے کاکل مشک افشاں کے ہر تار میں بندھی ہوئی تھیں۔ اسی طرح نااہل ندیموں کی خوشامد کو بھی ہرقل کے سکون وجمود کا باعث قرار دینا لاحاصل ہے جبکہ آخرکار باوجود ان کی لابہ گرانہ لفاظیوں کے ہم اُسے عرصہ کارزار میں سیزر کی طرح شمشیر بکف دیکھتے ہیں۔ یہ استدلال بھی کچھ بہت زیادہ وزن نہیں رکھتا کہ خسرو کا باج گیرانہ مطالبہ ہی وہ آخری تازیانہ تھا۔ جس نے ہرقل کی شاہانہ غیرت کو تڑپا دیا۔ اسلئے کہ ایسی ایسی کئی ذلتیں اس سے پہلے بھی اُس کے حصّہ میں آ چکی تھیں اور اُس کی خودداری کے ماتھے پر بل تک نہ پڑا تھا چاغان کے کوڑے کے تڑاقے پر اُس کا تماشا گاہ سے ننگے سر بے تحاشا بھاگنا اور پھر اُس کی آنکھوں کے سامنے قسطنطنیہ کے حوالی کا آواروں کے ہاتھوں لوٹا جانا اور پونے تین لاکھ رومیوں کا لونڈی غلام بنا لیا جانا خسرو کی

خراج طلبی سے کچھ کم موجب رسوائی نہ تھا ؟

دورِ اوّل اور دورِ آخر کی مشابہت

لیکن صحیح ہونے کی صورت میں بھی ان دلائل کی حد اطلاق ہرقل کی حکومت کے دور اول سے آگے بڑھنے نہیں پاتی۔ اور گبن نے اس دور اور آخری دور کی مشابہت تامہ کے اسباب پر کوئی مزید روشنی نہیں ڈالی۔ کیا ہم سمجھ لیں۔ کہ پہلے بارہ سال کی طرح پچھلے بارہ سال میں بھی ہرقل مدبرانہ عزیمت کے فقدان کے دورہ میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یا آٹھ سال تک مارٹینا کی زلف گرہ گیر کی گرفت سے آزاد رہ کر آخری عمر میں پھر اسی کمند جادوانہ میں اسیر ہو گیا تھا۔ یا ندیمان سلطنت کے چلتے ہوئے خوشامد آمیز فقروں نے میدان جنگ کے خطرات اس کے دل میں پہلے کی طرح اب بھی پیدا کر دئیے تھے ؟

عصبیت اور مذہب کی قوّت

حقیقت یہ ہے کہ اعمال انسانی کے اُن محرکات کو جن کی تہ میں فطرت کا سب سے زیادہ مقدس اور زبردست جذبہ یعنی مذہب چھپا ہُوا ہوتا ہے۔ مورخین یورپ عام طور پر نظر انداز کر دینے کے خوگر ہیں۔ اور گبن بھی اس کلیہ سے مستثنےٰ نہیں۔ علامہ ابن خلدون نے کیا خوب لکھا ہے۔ کہ انسانی جماعتوں کی طرح سلطنتیں بھی دست برد روزگار کا مقابلہ اُس قوت عاقدہ سے کیا کرتی ہیں جس کا دوسرا نام عصبیت ہے۔ اور اگر عصبیت

Marfat.com

موجود نہ ہو۔ تو پھر اس کی بہترین قائم مقام مذہب کی زبردست طاقت ہے جو محال کو ممکن کر دکھاتی ہے۔ گبن جیسے ابن خلدون کی عقلی یادگار تسلیم کرنے میں مغربیوں کی انانیت کو عار نہیں اگر اس حکیمانہ اصول سے بے اعتنائی نہ کرتا تو اُس استدلالی ضغطہ میں پڑنے سے بچ رہتا جس میں ہرقل کی سیرت کی انوکھی خصوصیات نے ڈال رکھا ہے +

ہرقل کا جوش مذہبی

اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو صاف نظر آجائیگا۔ کہ خسرو پرویز کے غلبہ نے دولت مشرقیہ کے مفتوحہ علاقوں میں مجوسیت کا اقتدار بڑھا کر مسیحیت کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ اس خطرے کے احساس نے پیشوایان کلیسیا میں جن کا عوام الناس پر بہت بڑا اثر تھا۔ ایک نئی رُوح پھونک دی تھی اور اُنکے تمام اختلافات مٹا کر آتش پرستی کے مقابلہ میں مسیحیوں کی تمام بکھری ہوئی قوتوں کو سمیٹ کر ایک نقطہ پر جمع کر دیا تھا۔ یہی احساس ہرقل کی بیداری کا باعث ہوا اور جب تعیش و غفلت کی کینچلی اُتار کر اُس نے ایک مٹھی بھر فوج کی کمان ہاتھ میں لی جس کی خسرو کے ان گنت لشکر کے مقابلہ میں کوئی ہستی نہ تھی تو اُس کے مذہبی جوش کے کرشموں نے ایک دُنیا کو محو حیرت کر دیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا ملائکہ مقربین اُس کی تائید کے لئے میدان جنگ میں موجود ہیں اور اُس کی زبان پر الفاظ بھی ایسے جاری ہو جاتے تھے جو خاصان خدا ہی کے منہ کو زیب

Marfat.com

دیتے ہیں۔ دشمن کی بے شمار تعداد دیکھ کر جب اُس کی جماعت قلیل ڈانواڈول ہونے لگتی ہے تو وہ یہ کہ کر اُن میں ایثار و فدویت کا ایک فوق العادت جذبہ پیدا کر دیتا ہے۔ کہ دشمنوں کی کثرت سے ہراساں نہ ہو۔ خدا کی تائید اگر شامل حال ہو۔ تو ایک رُومی ہزار عجمیوں پر غالب آسکتا ہے لیکن اگر ہمارے بھائیوں کی نجات کا کفارہ ہماری قربانی ہی سے دیا جا سکتا ہو۔ تو پھر شہادت کا چمکتا ہوا تاج ہمارے سر پر ہوگا اور خدائے پاک اور آنے والی نسلیں ہمیں وہ اجر دینگی جسے زوال نہیں"۔

اسلام کے ساتھ تصادم

ہرقل کے اسی پاک اور زبردست جذبے نے متعدد معرکوں میں خسرو پرویز کو نیچا دکھایا۔ لیکن جب اُس کا کھویا ہوا اقتدار بحال ہو چکا تو اُس کا مقابلہ اسلام کی اُٹھتی ہوئی طاقت سے ہوا۔ مذہبی جوش کی اُس میں اب بھی کمی نہ تھی لیکن دُوسری طرف دینی حرارت کا ایک آفتاب عالم سوز تھا جس کے آگے اس جوش کی حقیقت ایک ٹمٹماتے ہوئے دیئے سے بڑھ کر نہ تھی۔ گبن جس چیز کو ہرقل کے اواخر عہد میں اُس کی "اوہام پرستی" سے تعبیر کرتا ہے وہ اصل میں اس کا یہ اعتقاد تھا کہ اسلام ایک طاقت ہے جس پر زمین کی کوئی طاقت غالب نہیں آسکتی۔ اسی خیال کا اظہار رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک وصُول ہونے پر ہرقل نے ابوسفیانؓ کے سامنے کر بھی دیا تھا۔ اور اگر کلیسیا کے ارباب حل و عقد کی مخالفت سنگ راہ نہ ہوتی تو وہ غالباً دولت

اسلام سے مشرف ہوگیا ہوتا۔ لیکن یہ سعادت اُس کی قسمت میں نہ تھی۔ اُس کے پہلو میں اب صرف ایک ایسا دل رہ گیا جو پیغمبر آخرالزمان کی ماموریت الٰہی کے تیقین کو بطارقہ کی ناراضگی کے خوف اور تاج و تخت کی باہمی کشمکش میں زبان پر نہ لاسکتا تھا۔ اس دماغی حالت کے ساتھ اگر وہ اُس بلندی سے جس پر اُسے مسیحیت کی خدمت نے پہنچایا تھا گر کر وہی ہوگیا جو پہلے تھا۔ تو اس میں تعجب ہی کیا ہے ÷

صداقت اسلام کی دلیل روشن

مذہبی پیرایہ میں یہی حقائق اس طرح ادا کئے جائینگے۔ کہ وہ حاصل آفرینش وہ خلاصہ موجودات وہ حجت حق کی شان نہائی وہ خدائے قدوس کی رحمتوں کا مظہر اتم جس نے خلیل آذر کی دعاؤں کی آغوش موسیٰ عمران کی شہادتوں کی گود اور عیسیٰ مریم کی بشارتوں کے گہوارہ میں پرورش پائی تھی۔ بنی آدم کو درس حقیقت دینے کے لئے اس دنیا میں بجسد عنصری موجود تھا اُس کی زبان غیب ترجمان سے اس واقعہ آئندہ کا تحدی کے ساتھ اعلان ہوچکا تھا۔ کہ دس سال کے اندر اندر ہزیمت خوردہ روم پھر غالب آجائیگا۔ خدا کا یہ وعدہ ٹل نہ سکتا تھا۔ اور ضرور تھا کہ وقت مقررہ پر اس کا ایفا ہو جب وقت آیا تو مغلوب رُوم کے غلبہ کے سامان بھی غیب سے خود بخود پیدا ہوگئے ہرقل کی فطرت یک بیک بدل دی گئی وہ پست ہمت تھا۔ بلند ہمت کر دیا گیا۔ سست تھا۔ چست بنا دیا گیا۔ عیش پسند تھا۔ جفاکش ہوگیا۔

Marfat.com

تن آسانی کا آرزومند تھا۔ شہادت کی تمنا کرنے لگا۔ ان معجزانہ قوتوں کے ہوتے ہوئے ممکن نہ تھا۔ کہ اُسے فتح ہو۔ خدا نے اپنے وعدے کے مطابق اسے فتحیاب کیا اور مزید سعادت کے حصول کا یہ موقع بھی بخشا کہ عمر کو نبی کا نامہ اُس کے دربار میں دعوت اسلام لیکر آیا۔ لیکن یہ گھر آئی ہوئی دولت اُس نے قبول نہ کی اور اس کفران نعمت کی پاداش میں وہ پھر اُسی پستی و زبوں حالی نے قعر میں دھکیل دیا گیا جس سے خدا کے فضل نے اُسے نکالا تھا۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ ہرقل کے سیرت میں اولوالالباب کے لئے صداقت اسلام کی روشن نشانیاں اسی طرح بکھری ہوئی ہیں جس طرح اندھیری رات میں چمکتے ہوئے ستارے۔

ایفائے وعدہ ربانی

وعد اللّٰہ لا یخلف اللّٰہ وعدہ

صلح کی خداداد مہلت کو غنیمت سمجھ کر ہرقل نے ایک آخری جاں گسل حملے کی طیاریاں شروع کر دیں۔ لیکن عجم کے مقابلہ کا اہتمام دولت مشرقیہ کے لئے موجودہ حالات میں کچھ آسان نہ تھا۔ گزشتہ بیس سال کے مسلسل معرکوں میں کار آزمودہ فوجیں کٹ چکی تھیں۔ خزانہ بھی خالی ہو چکا تھا۔ اور سلطنت کے بدرجہا گھٹے ہوئے محاصل میں اتنی گنجائش نہ تھی۔ کہ خسرو کو سالانہ خراج کی مقررہ رقم بھی ادا کی جائے اور مجوزہ جنگ کے پیش آمدہ مصارف کے لئے بھی ضروری رقم پس انداز کی جا سکے۔

یہ مشکل اُن دفینوں نے رفع کردی جو خسرو کے غارتگر ہاتھ کے تصرف سے بچ رہے تھے۔ پادریوں سے ہرقل کا یہ وعدہ تھا کہ جس قدر رقم سلطنت اور مذہب کی اغراض کے تحفظ کے لئے کلیسیا اُس وقت دیگا وہ بطور ایک مقدس قرضہ کے سمجھی جائیگی جس کا وہلہ اول میں ادا کرنا حکومت کا فرض ہوگا۔ کلیسیا کا اپنے مال وقف سے دست بردار ہونے پر آمادگی ظاہر کرنا گو یہ دست برداری عارضی ہی کیوں نہ ہو اس کی عام روایات کی موجودگی میں گویا گوشت کا ناخن سے جدا ہونا تھا۔ دینوی اقتدارات میں حصّہ لینے کے بعد سے کلیسیائے عیسوی کے اسقفوں اور بطریقوں کی زرپرستی نے بہت کم گوارا کیا ہے کہ اُن کی سینت سینت کر رکھی ہوئی دولت بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی قوم کے کام آئے۔ یورپ کی مادہ پرستی کا سب سے بڑا محسن چارلس مارٹل ہے۔ جس کی قوت بازو نے فتوحات عرب کے سیلاب کو فرانس کی وادیوں میں ہمیشہ کے لئے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ ورنہ آج شاید لندن اور پیرس کے میناروں سے بھی نعرۂ توحید بلند ہوتا ہوا سنا جاتا لیکن جناب پاپائے رُوم کی بارگاہ سے چارلس مارٹل کے حق میں جہنّم کے عذاب مخلد کے ساتھ کلیسیائے عیسوی کی ابدی لعنتیں محض اس خطا پر تجویز ہو چکی ہیں کہ مسلمانان اندلس کا مقابلہ کرنے وقت اُس نے جنگی مصارف کے لئے کلیسیائے فرانس کی دولت پر دست تصرف دراز کرنے کی جرأت کی تھی اپنی اس عام روش کے خلاف پادریوں کا کلیسیا کی دولت بطیب خاطر ہرقل کے حوالہ کر دینا ظاہر کرتا ہے۔ کہ حالات کی نزاکت کے احساس سے قلوب میں

Marfat.com

اضطراری کیفیات کس حد تک متلاطم ہو رہی تھیں +

مالی پریشانیوں سے نجات پانے کے بعد ہرقل نے ایشیائی اور یورپین رنگروٹوں کی بھرتی سے ایک نئی فوجی جمعیت مرتب کرنی شروع کی جو چند مہینے کی قواعد آموزی کے بعد اگرچہ صف آرائی کے قابل تو ہو گئی۔ لیکن ان قدیم تربیت یافتہ اور جنگ آزمودہ افواج سے کسی طرح لگا نہ کھا سکتی تھی جو کبھی ایرانی فوجوں کے مقابلہ میں داد شجاعت و پامردی دیا کرتی تھیں +

عجمیوں کے مقابلہ پر روانہ ہونے سے پہلے اواروں کا ہموار کر لینا لازمی تھا۔ جو ابھی تک تھریس کی طرف سے قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ پرانی ذلتوں اور رسوائیوں کی طرف سے خالی الذہن ہو کر ہرقل نے نئی منتوں اور لجاجتوں کے ساتھ چاغان کو اپنی سرپرستی پر مائل کرنا چاہا۔ ان چکنی چپڑی باتوں کا نواس وحشی پر کیا اثر ہو سکتا۔ البتہ دو لاکھ اشرفیوں کی سفارش کام کر گئی اور اواروں کی مخالفانہ سرگرمیاں کچھ دیر کے لئے رک گئیں +

سنہ ۶۲۳ء کے موسم بہار میں ایسٹر کا تہوار منانے کے بعد ہرقل نے فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ قسطنطنیہ کی تمام آبادی اس وقت دینی حرارت اور وطنی حمیت کے جذبات سے سرشار تھی۔ قیصر نے جب قبائے ارغوانی کی جگہ ایک معمولی صلیبی مجاہد کا سادہ لباس پہن کر بھرائی ہوئی آواز میں اپنے اہل و عیال کے ناموس کی امانت قوم کے سپرد کی تو کوئی آنکھ نہ تھی جس میں یہ نظارہ دیکھ کر آنسو نہ ڈبڈبا آئے ہوں اور کوئی دل نہ تھا۔ جس میں جان فروشانہ

Marfat.com

عقیدت کی لہر نہ دوڑ گئی ہو۔ حکومت کا انتظام ہرقل نے اُن ارکان دولت کو تفویض کیا جن کی قابلیت اور دیانت پر اُسے پورا بھروسہ تھا۔ اور قسطنطنیہ کے بطریق اعظم اور مجلس عالیہ بلیہ کو اختیار دے دیا کہ اگر اس کی غیبت میں دشمن کی قوت قاہرہ سے عہدہ برا ہونے کی کوئی سبیل باقی نہ رہی تو بدرجہ مجبوری پایہ تخت کی حوالگی میں بھی مضایقہ نہ کیا جائے +

ہرقل کی جانبازی کو حالات کی نزاکت نے احتیاط کا سبق سکھا دیا تھا ایرانی افواج پر جن کی چھاؤنیاں ایشیائے کوچک میں جابجا قائم تھیں اگر وہ بے تحاشا آگے بڑھ کر قسطنطنیہ کے قریب ہی حملہ کر دیتا تو ایک ہی شکست دولت مشرقیہ کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے کافی تھی۔ اسی لئے اُس نے مقابلہ کے لئے کوئی ایسا میدان تجویز کرنا مناسب سمجھا جو پایہ تخت سے دور ہونے کے ساتھ جنگی نقطۂ نظر سے بھی اُس کے مفید مطلب ہو۔ اُس وقت بحری قوت نے بڑا کام دیا۔ خشکی کی راہ سے غنیم کی طرف پیشقدمی کرنے کی بجائے رومی فوج جہازوں پر سوار ہو کر قسطنطنیہ سے دردانیال کی طرف روانہ ہو گئی۔ اور ایک کامیاب بحری سفر کے بعد رومی بیڑا خلیج اسکندرونہ میں اُس مقام پر لنگر انداز ہوا جہاں صوبہ سلیشیا کی سرحد ارض شام سے ملتی ہے۔ اس موقع کا انتخاب ہرقل کی سپہگرانہ بصیرت کی ایک روشن دلیل ہے۔ تمام اُن بحری مقامات کی قلعبند فوجیں جو خسرو کے حیطہ اثر میں نہ آسکتے تھے ہرقل کی کمک کے لئے اس مرکزی مقام پر باسانی پہنچ سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ سلیشیا کے پہاڑی علاقہ کی طبعی

Marfat.com

ہیئت بھی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے۔ کہ ہر پہاڑ ایک قدرتی قلعہ ہے اور ہر وادی ایک حصار عافیت ہے اس جہاں ہرقل نے اپنا فوجی پڑاؤ ڈالا وہی تاریخی مقام تھا۔ جہاں اسکندر نے دارا کی فوجوں کو ساڑھے نو سو سال قبل شکست دی تھی۔ اور ہرقل کو موقع حاصل تھا کہ یہاں سے ایشیائی یا ارمنی یا شامی ولایت میں سے جس ولایت پر چاہتا حملہ آور ہوتا اور اپنے اصلی عندیہ کو چھپانے کے لئے حملہ کا رخ دفعۃً بدل دینے سے دشمن کی جنگی تدبیروں کا پانسہ اپنی مرضی کے مطابق پلٹ دیتا۔

آنے والے معرکہ کے لئے رُومی فوج کی تربیت میں ہرقل کی طرف سے جن گوناگوں کمالات کا اظہار ہُوا۔ اُنہوں نے نہ صرف فن حرب میں اُس کی مبصرانہ مہارت کا ثبوت دیا۔ بلکہ اُس کی مدبرانہ عظمت پر بھی مہر توثیق ثبت کردی۔ اس کی چھاؤنی فوجی نقل و حرکت اور مصنوعی حرب و ضرب کا ایک وسیع میدان عمل بن گئی جس میں سپاہیوں کو جارحانہ اور مدافعانہ جنگ کے تمام طرق و اسالیب کی عملی تعلیم ہر روز دی جاتی تھی۔ ہرقل اپنے سپاہیوں کا معلم آپ تھا۔ اور تمام وہ محنت شاقہ اور پابندی قواعد جو حیات عسکری کا لازمہ ہے۔ اُس نے اپنے اُوپر نہایت سختی سے لازم کرلی تھی۔ کوئی قاعدہ ایسا نہ تھا جو فوجی ضابطہ کے رُو سے سپاہیوں پر عاید ہوتا ہو اور ہرقل نے ذاتی اقتدار کی بنا پر اپنے آپ کو اُس سے مستثنےٰ قرار دیا ہو۔ وہ خود بھی وہی خوراک کھاتا تھا۔ جو ایک معمولی سپاہی کو ملتی تھی۔ اُس کے سونے اور جاگنے کام کرنے اور سستانے کے اوقات بھی وہی تھے۔ جو سپاہیوں کے تھے۔ یہ مساوات

Marfat.com

جو قسطنطین اعظم کے جانشین کو ایک ادنے لشکری کی سطح پر لاکر رومی فوج کے دل میں اپنے سپہ سالار کی طرف سے سرفروشانہ عقیدت کا ایک اٹوٹ جذبہ پیدا کر رہی تھی۔ صرف جسمانیات تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ اس کا دائرہ اس سے بھی زیادہ وسیع تھا۔ ہرقل اہل فوج سے جب خطاب کرتا تھا تو انہیں اپنے بھائی اور بیٹے کہ کر بات بات میں اُن کا دل چھین لیتا تھا۔ ایک موقع پر اُس نے مسیح علیہ السلام کا ایک مجسمہ بے نقاب کرتے ہوئے حق خطابت اس طرح ادا کیا کہ عزیزان من!

کیا تمہاری مذہبی غیرت اور دینی حمیت مسیحیت کی اس مقدس علامت کی توہین گوارا کر سکتی ہے؟ کیا تم اپنی خانقاہوں اور عبادت گاہوں کو لٹتے اور برباد ہوتے دیکھ کر صبر کر سکتے ہو؟ کیا تم نے آگ کے پجاریوں کے نجس قدموں سے اپنے گرجاؤں کے پاک فرش کی آلودگی کا جاں خراش نظارہ نہیں کیا؟ کیا تم نے ان آتش پرستوں کے ناپاک ہاتھوں سے اپنے وطن مقدس کے ناموس کو برباد ہوتے نہیں دیکھا؟ پھر کیا تم ان تمام وحشیانہ سفاکیوں ان تمام غارتگرانہ درازدستیوں کا انتقام لے کر اس دھبے کو اپنے دامن سے نہ چھڑاؤ گے جو تمہارے شرف و مجد کی اجلی روایات کے لئے سرمایہ صد ہزار تیرگی و ظلمت ہے؟ یاد رکھو کہ تم آزاد ہو اور ایک وحشی قوم تمہارے کان میں حلقہ غلامی ڈالنا چاہتی ہے۔ پس تمہارا فرض ہے کہ علم حریت بلند کئے ہوئے آگے بڑھو اور حصول آزادی میں جانیں لڑا دو"!

Marfat.com

ہرقل کی ان تھک سرگرمیوں نے ایک مدت قلیل میں جو سخت کوش پُر جوش اور سرفروش جمعیت اس طور پر طیار کر لی اُس کے تیور کہے دیتے تھے کہ کہ خسرو پرویز کے کار آزمودہ لشکر کا مقابلہ اب کی مرتبہ اپنی ٹکر کے حریف سے ہوگا۔

زیادہ دن نہ گذرنے پائے تھے کہ ایک زبردست ایرانی فوج سلیشیا کی سرحد پر نمودار ہو کر دولت مشرقیہ کی قسمت آزمائی کی ساعت قریب لے آئی۔ رومیوں کی غیر معمولی طیاریوں نے ایرانیوں کو بھی چوکنا کر دیا تھا۔ اور اُن کا سپہ سالار خوب جانتا تھا کہ کوہستان طارس میں حریف ایک ایسے دشوار گزار موقع پر قابض ہے جہاں اُسے ہر طرح کی فوقیت حاصل ہے۔ اسی لئے ایرانی فوج کے رسالوں کو آگے بڑھنے میں پس وپیش تھا۔ حریف کے اس تامل و تذبذب سے فائدہ اُٹھا کر ہرقل ایک نئی چال چلا۔ اپنی صف بستہ فوج کے جنگی محاذ کو بدستور قائم رکھتے ہوئے اُس نے فوج کا ایک دستہ جرار چپکے سے ایرانی فوج کے عقب میں پہنچا دیا۔ پھر معاً اپنا محاذ بدل کر آرمینیا کی سمت میں بڑھنا شروع کر دیا۔ نقل و حرکت کی اس زنگارنگی سے رومی فوج میں بظاہر ایک بے ترتیبی سی پیدا ہو گئی جس کی مصنوعی نوعیت کو ایرانی سپہ سالار کی فریب خوردگی نے حقیقت پر محمول کیا۔ اور اسی دھوکے میں آکر اس نے اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیدیا۔ ہرقل کی عاقبت شناسی اسی نتیجہ کی منتظر تھی۔ اب جو ایرانی فوج آگے بڑھی تو زمین سنگلاخ اور ناہموار تھی۔ سورج سیدھا آنکھوں کے سامنے تھا اور کامیابی کی اُمید پشت پر تھی۔

دونو حریف آپس میں گتھ گئے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ سلیشیا کی زمین جو قدیم الایام سے سلطنتوں کے خون کی پیاسی چلی آئی ہے اس دن خوب سیراب ہوئی۔ ایرانیوں نے دل کھول کر داد شجاعت دی لیکن تقدیر سے لڑنے کا یوتا کس میں ہو سکتا ہے۔ کارفرمائے قضا و قدر کی تائید روم کے حق میں تھی اور خدا کا اٹل وعدہ پہلے سے ہو چکا تھا۔ کہ اس دن رومیوں کو غلبہ دیا جائیگا ایرانی فوج نے شکست فاش کھائی اور ہرقل مظفر و منصور ہوا ✦

(۲) بدر

مشیت ایزدی جس طرح سلیشیا میں کرشمہ سنج ہوئی اسی طرح حجاز میں بھی بروے کار آئی۔ اس کی داستان بدر میں دہرائی جارہی تھی اور خدا کا یہ قول پورا ہو رہا تھا۔ کہ جس دن رومیوں کو غلبہ عطا کیا جائیگا۔ اُسی دن مسلمانوں کو بھی فتح نصیب ہوگی ✦

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شعب ابو طالب میں محصور ہونے کے وقت سے لے کر اب تک سات سال کا زمانہ منقضی ہو چکا تھا اور اس عرصہ میں بے بصروں کو بھی صاف نظر آرہا تھا کہ اگرچہ سفر مشکل ہے نشیب کا تسلسل سنگ راہ ہے رستہ طرح طرح کے خطروں سے گھرا ہوا ہے لیکن قافلہ سالار اسلام کا ہر جادہ شناس قدم اُس منزل میں آگے ہی کی طرف بڑھتا ہے جسے اُس کی رسائی سے دنیا جہان کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی ✦

بنو ہاشم کو مصیبتیں اُٹھاتے اور کڑیاں جھیلتے ہوئے تین سال گزر

چکے ہیں اوران مصائب کا نظارہ ایسا جاں خراش ہے کہ خود قریش بھی اس کی تاب نہیں لاسکتے۔ وہ ہاشمیوں کے مقاطعہ سے خود ہی دست کش ہو جاتے ہیں اور آخران زندانیاں حق کو دُنیا کی کھلی ہوا نصیب ہوتی ہے لیکن رسُول اللہ کی آزمائش کا زمانہ ابھی ختم نہیں ہُوا۔ شعب ابوطالب کی قیدو بند سے نجات ملتی ہے۔ تو ابوطالب دائمی مفارقت کا داغ دے جاتے ہیں اور یہ داغ ابھی تازہ ہی ہے کہ خدیجتہ الکبرےٰ بھی آپ سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ جاتی ہیں۔ قریش کی جفاؤں اور ایذاؤں کا حملہ جو چند دن کے لئے رک گیا تھا۔ نئی آمادگی کے ساتھ ازسرنو شروع ہو جاتا ہے۔ جسکے دفاع کے لئے اب نہ ابوطالب کی شفیقانہ جان نثاریاں موجود ہیں۔ نہ خدیجہ الکبرےٰ کی دل نوازانہ غمگساریاں۔ کفر کی سطوت نے آپ کو مکہ میں دعوت وارشاد کے فرض کی انجام دہی سے جبراً روک رکھا ہے۔ مگر نبی اپنے فرض کی بجاآوری سے باز نہیں آسکتا۔ آپ تن تنہا بغیر گھر سے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور طائف تشریف لے جاتے ہیں۔ کہ شاید اسی کو آوازۂ ایمان کی شنوائی کی توفیق دی گئی ہو۔ یہاں آپ کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا ہے۔ جو آپ سے پہلے اور انبیا کے ساتھ اپنے اپنے زمانہ میں ہوتا رہا ہے۔ آپ جھٹلائے جاتے ہیں۔ آپ کا مضحکہ اُڑایا جاتا ہے۔ آپ پر رستے کے دونو طرف سے خاک ڈالی جاتی ہے۔ آپ پر پتھر برسائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کی پنڈلیاں اور ایڑیاں لہولہان ہو جاتی ہیں ؂

کائنات اپنے آفریدگار کے ناموس کی اس توہین سے کانپ اُٹھتی ہے

Marfat.com

فرشتے بے تاب ہیں کہ رب العزت کی غیرت انہیں اشقیائے طائف کا تختہ الٹ دینے کا اشارہ کرے۔ آسمان بے قرار ہے۔ کہ اپنے نیلگوں جو سے صاعقۂ قہر ذوالجلال کی ایک کڑک بھیج کر کفار مکہ کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دے۔ زمین مضطرب ہے۔ کہ سارے عرب میں زلزلہ ڈال کر کفر کی ان بے محابا شوخیوں کے صنم کدے کو پیوند زمین کر دے۔ ایک بد دعا یہ سب کچھ کر سکتی ہے۔ ایک آہ سے عالم تہ و بالا ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ جو دونوں جہانوں کے لئے رحمت بن کر آیا ہے اپنے دشمنوں کو نہ کوستا ہے نہ سراپتا ہے بلکہ اُلٹا اُن کے حق میں دعا کرتا ہے کہ خدائے رحمٰن و رحیم اُنہیں تمیز حق و باطل کی توفیق بخشے۔ اپنی دعا کی استجابت پر اُسے یہاں تک بھروسہ ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کی تائید غیبی کا اُسے اس حد تک یقین ہے۔ اور اسلام کے غلبہ کی موعودہ ساعت پر ایسا ایمان ہے کہ جب ایک ستم رسیدہ صحابی کی طرف سے قریش کے حق میں بد دعا کی درخواست پیش ہوتی ہے۔ تو وہ چیں بجبیں ہو کر کہتا ہے اگلے وقتوں میں ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں جن کے سر پر کلمۃ الحق کے اعلا کی پاداش میں آرے چلائے گئے۔ مگر اُنھوں نے اُف تک نہ کی اور آخر وقت تک اپنا فرض انجام دیتے رہے۔ تم سے یہ معمولی سختیاں بھی نہیں سہی جاتیں۔ خوب جان لو کہ خدا اپنے اس کام کو پورا کر کے رہیگا۔ تا آنکہ شتر سوار حیرہ سے حضر موت تک کا سفر کریگا اور رستہ میں بجز خدا کے اُسے اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ غلبہ اسلام کی یہ صبح اولین جس کی روشنی پردہ غیب سے چھن چھن

کہ اُس کی چشم جہاں بین میں پڑ رہی ہے اُس کے رفیقوں کو بھی اپنی بہار دکھانے والی ہے اس لیئے کہ عرش سے لے کر فرش تک شور مچا ہوا ہے۔ کہ الا ان نصر اللہ قریب ۔

یہ نصرت یثرب کی ایک سلیم القلب جماعت کی شکل میں نمودار ہوتی ہے جو لات و منات کے دوسرے پرستاروں کی طرح طواف کعبہ کے دن گے لئے آئی ہے لیکن اسلام کے جمال جہاں آرا کے ایک ہی نظارہ سے بے خود ہو کر پکار اُٹھتی ہے۔ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فآمنا۔ یہ لوگ بیگانے ہو کر آئے تھے۔ مگر یگانے بن کر جاتے ہیں اور اُن کی آنکھیں اُس گھڑی کے انتظار میں چشم براہ ہیں جب ام القری کے حوالی کی ازلی برکت سرور کون و مکان کے قدموں سے لگی ہوئی ان کی بستی میں آنے والی تھی اور ناموس رسالت کی حفاظت میں وہ جان و مال زن و فرزند عیال و خانماں سب کچھ قربان کر دینے کے لئے آمادہ ہو جانے والے تھے ۔

فرزندان اسلام جن کی بیکسی کبھی حبش کی مسیحی سرزمین میں سر چھپانے پر مجبور ہوئی تھی۔ اب کفر کی آنکھ بچا کر دار الاسلام مدینہ کا عزم کرتے ہیں اور آخر میں اُن کا سردار ملایکہ مقربین کی مدد سے دشمنان دین کے قاتلانہ منصوبوں کو زک دے کر رات کی تاریکی میں اپنے نئے وطن کی طرف ہجرت کر جاتا ہے۔ اس سفر میں اُس کے صرف دو رفیق ہیں۔ ایک صدیق اکبر۔ دوسرا رب اکبر ۔

مدینہ اپنی خوبی تقدیر پر نازاں ہے۔ کہ وہ انعام عظیم جو جگر گوشہ خلیل اللہی

Marfat.com

کے لئے تجویز ہؤا تھا۔ چار ہزار سال کے انتظار کے بعد آخر اُسے نصیب ہؤا۔ مدینہ یہ دیکھ دیکھ کر جامہ میں پھولا نہیں سماتا۔ کہ نبوت بنی اسرائیل کے خاندان سے رخصت ہوکر بنو اسمٰعیل کے گھر چلی آئی ہے اور اس گھر کے لئے اینٹیں خاک یثرب سے طیار کی جارہی ہیں۔ مدینہ جوشِ مسرّت سے بے خود ہے کہ پیغمبر آخر الزمان ایک ایسی عظیم الشان دینی و دنیوی سلطنت کی بنیاد رکھنے آئے ہیں جو کسی قوم کو اس سے پہلے نہ ملی تھی اور نہ آیندہ ملیگی۔

لیکن ابھی تک ظاہر بین نظر سے اس عدیم المثال سلطنت کے آثار غائب ہیں۔ نہ تو کوئی تربیت یافتہ فوج دکھائی دیتی ہے جس کی تیغ آزمائی کشور کشائی کی تمہید قرار دی جاسکے۔ نہ زخارف دنیوی ہی موجود ہیں۔ جن کا لالچ دے کر کوئی ایسی شمشیر زن جماعت طیار کی جاسکے۔ صرف چند فاقہ مست نفوس نظر آتے ہیں۔ جنہیں بھوک ستاتی ہے۔ تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے لیتے ہیں۔ تن ڈھکنا ہوتا ہے تو چیتھڑے لگا لیتے ہیں۔ البتہ جب کفر اُن کی بے سروسامانی پر ہنستا ہؤا اُن کا نام و نشان پوچھتا ہے تو بڑے فخر سے یہ آسمانی الفاظ دھراتے ہوئے سُنے جاتے ہیں:۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التورات ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاءہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار

وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجرا عظیما +

"تم جاننا چاہتے ہو کہ خدا کے رسول محمد اور اُن کے رفیقوں کے اوصاف کیا ہیں۔ لو گنتے جاؤ۔ اُن کی نشانیاں یہ ہیں کہ جب پرستاران کفر کے مقابلہ کا وقت آتا ہے تو وہ ان دشمنان خدا پر سختی سے ٹوٹ پڑتے ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے سے سلوک کرتے وقت سراپا رحم و لطف بن جاتے ہیں۔ وہ خدا کے آگے جھکتے ہیں اور اُسی کی حضور میں سجدہ کرتے ہیں وہ خدا سے فضل و کرم کا انعام مانگتے ہیں اور خدا ہی کی رضاجوئی میں مشغول رہتے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے پروردگار کو اتنے سجدے کئے ہیں۔ کہ اُن کی پیشانیوں پر گھٹے پڑ گئے ہیں۔ توراۃ اور انجیل کی ورق گردانی کرو گے۔ تو اُن کے یہی اوصاف تمہیں صاف نظر آجائینگے۔ اُن کی مثال اُس کھیتی کی سی ہے جو اوّل اوّل زمین سے ایک ننھی سی سوئی کی شکل میں نکلے۔ پھر بڑھتی اور پھیلتی ہوئی اپنے سہارے کھڑی ہو جائے۔ اور اُس کی بہار دیکھ دیکھ کر کاشتکار تو باغ باغ ہو جائے۔ لیکن کفار حسد کی آگ سے جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ اسی جماعت کے اُن لوگوں کے ساتھ جن میں ایمان بالغیب اور اعمال صالح کی خصوصیات موجود ہیں خدا نے ایک عظیم الشان دینی اور دنیوی سلطنت کا وعدہ کیا ہے"+

کفار مکہ کی غیظ آلود عداوت غریب الوطن مسلمانوں کو مدینہ میں بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ یہ خیال کہ محمد اُن کی بے نیام تلواروں کے حلقہ میں سے اُن کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے بلوہ بچ نکلے قریش کے سینے پر

سانپ بن کر لوٹ رہا ہے - وہ پہلے انصار سے اپنے دشمن کی حوالگی کا مطالبہ کرتے ہیں اور جب اس طرح کام نہیں نکلتا - تو ایک لشکر جرار لئے ہوئے مدینہ پر چڑھ دوڑتے ہیں کہ اُس چراغ ایزد افروز کو جسے ان کی سیزدہ سالہ پھونکیں گل نہ کر سکی تھیں اس جھکڑ کے ایک ہی تھپیڑے سے بجھا دیں *

قریش کو اپنی مہم کی کامیابی کا پورا یقین ہے اور دنیائے عرب بھی اس یقین میں اُن کی شریک ہے - اسلئے کہ دنیوی طاقت میں حریف اُن کا پاسنگ بھی نہیں - مکہ کی ساری تجارتی دولت اُن کی مٹھی میں ہے - اُن کی فوج جرار کا ایک ایک پہلوان ہزار سوار پر بھاری سمجھا جاتا ہے - عرب کے تمام جنگجو قبائل اُن کے حلیف یا ہم درد ہیں - رہی سہی کمی مدینہ کے طاقتور یہودیوں اور با اثر منافقوں کے غدارانہ طرز عمل نے پوری کر دی ہے جن کی علانیہ مخالفت اور خفیہ ریشہ دوانیاں مسلمانوں کا زور گھٹا کر کفار مکہ کے لئے مزید تقویت کا موجب بن گئی ہیں *

غنیم کی ایک ہزار غرق آہن سپاہ کے مقابلہ پر جس میں سو سواروں کا ایک رسالہ بھی شامل ہے سپہ سالار اسلام صرف تین سو تیرہ جاں نثار لے کر میدان بدر میں پہنچتا ہے اُن کے ساز و سامان کی یہ کیفیت ہے - کہ اتنے بڑے معرکہ کے لئے فقط دو گھوڑے بہم پہنچا سکتے ہیں - اکثر کے پاس پورے ہتھیار بھی نہیں - نیزہ ہے تو تلوار نہیں - تلوار ہے تو ڈھال نہیں - ان تین سو تیرہ میں بھی جو کفر کو تین تیرہ کرنے کے لئے گھر سے نکلے ہیں مہاجرین صرف ساٹھ ہیں اور قریش کی خود پرستی اپنا حقیقی مد مقابل انہیں کو سمجھتی ہے

Marfat.com

انصار اُن کے نزدیک کسی شمار و قطار ہی میں نہیں کہ کھیتی باڑی کرنے والوں کو میدان جنگ سے کیا سروکار!

دونو فوجیں آمنے سامنے پڑی ہیں۔ رات کا سیاہ پردہ بیچ میں لٹکا ہوا ہے کہ یہ اُٹھے تو ہنگامۂ کارزار گرم ہو۔ ساری تھکی ماندی مخلوقات سوئی ہوئی ہے۔ صرف ستارے جاگ رہے ہیں یا اسلام کا شب زندہ دار پاسبان بستر پر پڑا کروٹیں بدل رہا ہے۔ آج رات اُسے نیند آ بھی کس طرح سکتی ہے کل صبح فرزندان توحید کی موت وحیات کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ اور فیصلہ کے انتظار کا ایک ایک لمحہ جاں فرسا ہے۔

طلوع صبح کے ساتھ اس فیصلہ کی ساعت سر پر آ پہنچی ہے۔ حضور سرور کائنات اپنی فوج کی صفیں خود آراستہ فرماتے ہیں۔ صحابہ سے ارشاد ہوتا ہے۔ کہ غنیم کے جارحانہ اقدام کا جواب مدافعانہ خدنگ افگنی سے دیا جائے قریش جوش آفریں رجز پڑھتے ہوئے بے تحاشا آگے بڑھتے ہیں اور انفرادی شجاعت کی اُس مبارزطلبانہ نمائش کے بعد جو ایام قدیم میں تمہید جنگ کا کام دیا کرتی تھی۔ مسلمانوں پر ایک ساتھ اس بے جگری سے گرتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لئے اُن کی کثرت ہی میدان مار کر بازی لے جاتی ہوئی نظر آتی ہے۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سخت مضطرب ہیں۔ برسوں پہلے سے وعدہ ہو چکا ہے۔ کہ اس دن مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوگا۔ لیکن بشریت اپنا اثر دکھائی بغیر نہیں رہتی۔ محویت کا عالم طاری ہے۔ سجدہ میں پڑے

Marfat.com

ہوئے ہیں۔ ساری رات یا حی یا قیوم پکارتے گزاری تھی۔ اب بغایت خضوع وخشوع فریاد کر رہے ہیں۔ الٰہی جو وعدہ تو مجھ سے کر چکا ہے۔ آج پورا کر الٰہی تیرے یہ مٹھی بھر نام لیوا اگر آج فنا ہو گئے۔ تو پھر قیامت تک دنیا میں تیری پرستش نہ ہوگی۔ صحابہ کرام سے جو پاس کھڑے ہیں خواجہ دو جہان کی یہ بےتابیاں نہیں دیکھی جاتیں۔ ابوبکر صدیق بےقرار ہو کر بھرائی ہوئی آواز میں کہتے ہیں۔ کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں خدا اپنا وعدہ ضرور پورا کریگا۔ جبرئیل امین "افق الاعلے" سے اتر کر "قاب قوسین" پر یا اس سے بھی قریب تر پاس ہی موجود ہیں اور عرش بریں کے پیغام کا جو کلمہ ہیں لائے تھے مکرر اعادہ کرتے ہیں۔ اب جو رحمۃ للعالمین سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں تو چہرہ مارے خوشی کے چمک رہا ہے اور زبان پر یہ الفاظ ربانی جاری ہیں سیھزم الجمع ویولون الدبر۔

رسول اللہ خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر دشمنان اسلام کی طرف پھینکتے ہیں۔ بادلوں سے لدی ہوئی ہوا کا ایک تند جھونکا اُسے اڑا کر قریش کی آنکھوں کی طرف لے جاتا ہے۔ ساتھ ہی ملائکہ کے جنود مجندہ بھی اسلام کی کمک کے لئے آ پہنچتے ہیں۔ اور اگرچہ وہ نظر سے اوجھل ہیں۔ لیکن اُن کا نورانی تصرف مسلمانوں کے تیغ آزما بازوؤں کو بجلی کی رو کی طرح دوڑتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ آج ساڑھے تیرہ سو سال کے گزرنے پر بھی چشم بصیرت صاف دیکھ رہی ہے کہ وہ کونسی قوت تھی جو اس دن بدر میں اپنے کرشمے دکھا رہی تھی معاذ ابن عفرا انصاری جنہوں نے اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کے

قتل کا عہد کر رکھا ہے۔ عبدالرحمٰن ابن عوف سے اس کا پتہ پوچھتے ہیں۔ وہ اشارے سے بتاتے ہیں۔ تو جھپٹتے ہیں اور ایسا تلا ہوا ہاتھ لگاتے ہیں کہ ابوجہل خاک و خون میں لوٹتا ہوا نظر آتا ہے ابوجہل کا بیٹا عکرمہ پیچھے سے آکر ان کے بائیں شانے پر تلوار مارتا ہے۔ بازو کٹ جاتا مگر تسمہ لگا رہنے سے لٹکتا رہتا ہے معاذ اسی حالت میں لڑ رہے ہیں اور زخم کی وجہ سے جو درد ہو رہا ہے اسے مطلق خاطر میں نہیں لاتے۔ البتہ کچھ دیر کے بعد سوچتے ہیں۔ کہ بایاں بازو غزا کے فرض کی بجا آوری میں مزاحم ہو رہا ہے۔ جھک کر بایاں ہاتھ پاؤں کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔ ایک جھٹکے میں تسمہ بھی جدا ہو جاتا ہے۔ اور آپ پورے اطمینان سے پھر لڑنے لگ جاتے ہیں۔ کیا شجاعت کی تاریخ فنا فے اللہانہ استقامت کی ایسی مثالیں اسلام کے سوا کسی اور قوم میں پیش کر سکتی ہے۔ کیا وہ فوج جس میں یہ رُوح موجود ہو کبھی شکست کھا سکتی ہے*

شیر اسلام حمزہ ابن عبدالمطلب کی تلوار قریش کے سر عسکر عقبہ کا خون شروع ہی میں پی چکی ہے۔ شیر خدا علی مرتضےٰ جو بجائے خود ایک فوج گراں ہیں۔ عقبہ کے بھائی شیبہ کا سر اڑا چکے ہیں۔ جناب زبیر کا تاریخی نیزہ رئیس المشرکین عبیدہ کے مغفر کو چھیدتا ہوا اُس کی آنکھ میں ترازو ہو چکا ہے۔ متاخرین و انصار کی معجزانہ شجاعت متعدد سر برآوردہ کفار کو خاک و خون میں تڑپا چکی ہے۔ اب جو کفر کا آخری سہارا ابوجہل دار البوار کو سدھارتا ہے تو دشمن کی کمر ہمت بالکل ہی ٹوٹ جاتی ہے۔ ستر مقتولین کی لاشیں میدان

میں چھوڑ کر اور اتنے ہی قیدیوں کی گردنوں کا رشتہ کمند اسلام سے جوڑ کر قریش راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ اور اس طور پر وہ یادگار زمانہ عہد پورا ہو جاتا ہے جو خدا نے اپنے نبی سے باندھا تھا +

ہرقل کا عروج

وکان وعدًا مفعولا

جس طرح فتح بدر اُس فتح الفتوح کی تمہید تھی جو بام حرم پر لوائے توحید اُڑا کر ساری دُنیا کا سر اسلام کے آگے جُھکا دینے والی تھی اسی طرح معرکہ اِس جنگ نینوہ کا دیباچہ تھا۔ جس میں ہرقل دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور سلطنت کا غرور خاک میں ملا کر ایک دن خود اسی طرح نیچا دیکھتے ہوئے اسلام کی فاتحانہ عظمت میں چار چاند لگا دینے والا تھا +

ایرانی فوج نے اگرچہ شکست کھائی تھی لیکن یہ شکست فیصلہ کن نہ تھی اور ہرقل خوب جانتا تھا۔ کہ ساحل مراد تک پہنچنے سے پہلے اُسے خون کے کئی دریا پیرنے پڑینگے۔ سلیشیا میں جس عجمی لشکر کو ہزیمت ملی تھی۔ وہ خسرو کی ترکش کا صرف ایک تیر تھا۔ اور ایسے ایسے کئی تیر ابھی اس ترکش میں موجود تھے۔ جبل طارس کی برفیلی چوٹیوں پر سے گزر کر ہرقل نے قسطنطنیہ کا رُخ کیا جہاں پہنچ کر اُس نے ایک نئی مہم کی تیاریاں شروع کیں جس کے اقدام کی حیرت خیز جسارت سے ہنی بعل اور سیپیو کے قدیم کارناموں کی یاد تازہ ہو گئی +

Marfat.com

کارتھیج کا مشہور سپہ سالار ہنی بعل اسپین فتح کرنے کے بعد ۲۱۸ء قبل مسیح میں خشکی کی راہ سے اٹلی پر حملہ آور ہوا تھا۔ اور رومتہ الکبریٰ جیسے زبردست حریف کی مزاحمت کے باوجود کوہ الپس کی فلک بوس بلندیوں کو پندرہ دن میں عبور کر کے اٹلی کے قلب میں جا پہنچا تھا۔ جہاں رومہ کے سب سے بڑے جرنیل سپیو کو شکست فاش دے کر اس نے پندرہ سال تک دولت روما کو موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رکھا تھا۔ پھر سپیو نے بھی جسے تاریخ نے فاتح افریقہ کا لقب بخشا ہے اپنے حریف کی کتاب الحیل ورق گردانی کرتے ہوئے تری کی راہ سے کارتھیج پر فوج کشی کی تھی۔ اور اس کی کامیابیوں نے ہنی بعل کو مراجعت پر مجبور کیا تھا۔ آخر ایک خونریز جنگ میں سپیو کی سپہ گرانہ قابلیت کو بخت رسا کی تائید میسر ہوئی تھی اور کارتھیج کو ذلت آمیز شرائط پر رومہ سے صلح کر لینی پڑی تھی۔

ہرقل نے بھی ان دونو نامور سپہ سالاروں کے طرز عمل کا اتباع کرتے ہوئے ارادہ کر لیا۔ کہ بحیرۂ اسود اور آرمینیا کی راہ سے بالا بالا ایران کے قلب پر جا گرے اور اس طور پر خسرو کے گھر میں آگ لگا کر اس کے بیرونی مشغلوں کا خاتمہ کر دے۔ لیکن ہرقل کو اپنے ان شہرہ آفاق پیش روؤں پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ ہنی بعل نے جب روما پر چڑھائی کی تو اس کی کمان میں اسی ہزار پیدل فوج اور ہزار ہزار سواروں کے دس رسالے تھے۔ سپیو کے پاس کارتھیج پر جوابی حملہ کرتے وقت اتنی فوج تو نہ تھی مگر بہت کم بھی نہ تھی۔ لیکن ہرقل جب اپنی خطرناک ۔۔۔ پر روانہ ہوا ہے تو اس کی قیادت میں صرف پانچ ہزار

سپاہی تھے ؛

اس قلیل التعداد مگر کار آزمودہ جمعیت کے ساتھ ہرقل نے پہلے کی طرح پھر قسطنطنیہ سے لنگر اُٹھایا اور اس مرتبہ طرابزون کا رخ کیا۔ تمام ارمنی آبادی اُس کی مدد کے لئے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ آرمینیا کی مقامی حکومت تاجداران سلسلہ اشکانیہ کے قدیم شان و شکوہ کی ایک دھندلی سی یادگار تھی۔ اور اردشیر بابکاں کے وقت سے رومیوں اور ساسانیوں کی ترازوئے رقابت کا پاسنگ بنتی چلی آئی تھی۔ مسیحیت نے ابتدا ہی سے یہاں قدم جمالئے تھے۔ اسلئے آتش پرست کسرے کے مقابلہ میں مسیحی قیصر کی سرپرستانہ حمایت اُسے زیادہ پسند تھی۔ پارس نے بہرام چوبیں کے استیصال کے صلہ میں ساحل رود ارس تک ارمنی علاقہ اپنے توابع پر مسترادکرنے سے اس پسندیدگی کے رشتہ وبہینہ کو اور زیادہ مضبوط کردیا تھا۔ لیکن قسمت کی نیرنگیوں نے ارمنیوں کے کان میں ایران کی غلامی کا نامطبوع حلقہ ازسرنو ڈال دیا اور آتش پرستی کے روز افزوں اقتدار نے مسیحیّت کی آئے دن کی تذلیل سے اُن کے دلوں میں بغض و نفرت اور کینہ و انتقام کے جذبات پیدا کردئے جن کے علانیہ اظہار کو صرف اُن کی بیچارگی و درماندگی نے روک رکھا تھا۔ ہرقل کے آتے ہی یہ رکاوٹ جاتی رہی۔ ہزاروں ارمنی جانشین قسطنطین اعظم کے صلیبی علم کے نیچے سر ہتھیلی پر رکھ کر آ جمع ہوئے۔ اور یہ زبردست متحدہ لشکر دریائے ارس کے پار اُتر کر آذربایجان کے ماضیہ و حالیہ صدر مقام تبریز کی طرف بڑھا ؛

ہرقل کی اس غیر متوقع تاخت کی خبر سُن کر خسرو پرویز نے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ اُس کا آگا روکنا چاہا۔ لیکن قریب پہنچ کر حریف کا رعب اُس کے دل پر کچھ ایسا چھا گیا کہ ایک ہی میدان پر سلطنت کی بازی لگا دینے کے خیال کو خلاف احتیاط قرار دے کر وہ بے جنگ لئے اُلٹے پاؤں لوٹ گیا۔ ہرقل کا رستہ اب بالکل صاف تھا۔ ایک ہی حملہ میں تبریز سر ہو گیا اور شاہی خزانے کی زائد از قیاس دولت فاتح کے ہاتھ لگی۔ تبریز کے بعد سارے آذربائیجان کی تسخیر صرف چند دن کی بات تھی۔ جس سے فارغ ہو کر موسم سرما بسر کرنے کے لئے رومی فوجوں نے بحیرۂ خزر کے خوش سواد ساحل پر ڈیرے ڈال دئیے۔

آذربائیجان کو حوالہ تیغ و آتش کرتے ہوئے ناموس مسیحیت کے پاسبان ہونے کی حیثیت سے ہرقل نے پُرانی ذلتوں کا انتقام دل کھول کر لیا۔ اُس کے حکم سے آتش بہرام بجھا دی گئی۔ مجوسی آتشکدے گرا دئیے گئے۔ خسرو کی مرمری مجسمے جو آتش پرستان ایران کی مشرکانہ پیشانیوں سے تعبد کی نذر لینے کے خوگر تھے اوندھے منہ بھڑکتی آگ میں جھونک دئیے گئے زردشت کے روایتی مولد قریہ ارمیا کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ اور اس کے کھنڈروں کی زبان حال سے منوا لیا گیا۔ کہ بیت المقدس میں آگ لگانے والوں کی عزیز سے عزیز روایات کا یہ انجام ہُوا کرتا ہے لیکن اسی کے ساتھ پچاس ہزار اسیران جنگ کی رہائی کا حکم دے کر ہرقل نے اپنی کریمانہ فیاضی اور اپنے متکبرانہ استبداد کے تقابل کا بس ایرانیوں

کے دلوں میں بو دیا جو جلد ہی اپنا اثر دکھانے والا تھا۔

بحیرہ خزر کے ساحل سے ہرقل کی فاتحانہ پیش قدمی کا سیلاب عراق عجم کے میدانوں کی طرف بڑھنا شروع ہوا۔ اور اس سیل جرار کی گونا گوں موجیں بہت جلد قزوین کی فصیلوں کو منہدم کرتی ہوئی اصفہان تک پہنچ گئیں۔ جس کا دامن دولت روما کی جہانگیری کے اُمڈے ہوئے دریا کی بڑی سے بڑی طغیانی کے وقت بھی آج تک تر نہ ہُوا تھا۔ خسرو کا خیال تھا۔ کہ ہرقل کی جناحی تاخت صرف آذربائیجان تک محدود رہیگی اور آگے بڑھ کر شہر کے بھٹ میں داخل ہونے کی اُسے کسی طرح جرأت نہ ہوگی۔ لیکن قزوین و اصفہان جیسے مرکزی شہروں کو اپنے حریف کی بے باکانہ عزیمت کی گرفت میں پاکر اُسے اپنا خیال بدلنا پڑا اور اب اُسے بدرجہ مجبوری نیل اور باسفورس کی چھاونیوں سے اپنی فوجوں کا بڑا حصہ واپس بلا لینا پڑا ان افواج قاہرہ کی مراجعت نے میدان جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ اور ہرقل نے اپنے آپ کو دفعتہً ایک غیر ملک میں اپنے پایہ تخت سے صدہا فرسنگ دور دشمن کے تین زبردست لشکروں سے گھرا ہُوا پایا۔ ایرانیوں کا یہ ٹڈی دل دیکھ کر ہرقل کی فوج کے بڑے بڑے جیوٹ افسروں کے چھکے چھوٹ گئے اور اُس کے ارمنی حلیفوں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ اُس وقت ہرقل کی جبلی عظمت اپنی پوری شان کے ساتھ آشکارا ہوئی اور اُس نے ان کبھی نہ بھولے جانے والے الفاظ سے اُن کی ڈھارس بندھائی کہ دشمنوں کی کثرت سے ہراساں

نہ ہو۔ خدا کی تائید اگر شامل حال ہو۔ تو ایک رومی ہزار عجمیوں پر غالب آسکتا ہے۔ لیکن اگر ہمارے بھائیوں کی نجات کا کفارہ ہماری قربانی ہی سے دیا جاسکتا ہو۔ تو پھر شہادت کا چمکتا ہُوا تاج ہمارے سر پہ ہوگا۔ اور خدائے پاک اور آنے والی نسلوں کی طرف سے ہمیں وہ اجر ملیگا جسے زوال نہیں۔ اس تقریر نے جس کا ایک ایک لفظ اثر میں ڈوبا ہُوا تھا سننے والوں کو تڑپا دیا۔ اور جب ایرانی اُن پر چاروں طرف سے ٹوٹ کر گرے تو حملہ آوروں کو معلوم ہوگیا۔ کہ وہ البرز کو اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہرقل فنون سپہگری کے آج وہ وہ کمالات دکھا رہا تھا کہ عقل حیران ہوئی جاتی تھی۔ مدافعانہ اقدام جارحانہ رجعت اور جناحی نقل و حرکت کے مختلف حیلوں سے اُس نے دشمن کے جداگانہ لشکروں کی اصل تقسیم ہی برقرار نہیں رکھی بلکہ اُس تقسیم میں اضافہ کرنے سے اُس کی طاقت بہت کچھ گھٹا دی اور متعدد کامیاب آویزشوں کے سلسلہ میں بالآخر اُسے پسپا ہو کر عراق عجم کے متحصن شہروں میں قلعبند ہونے پر مجبور کر دیا *

جاڑے کا موسم اب پھر سر پر آپہنچا تھا۔ اور ایرانی مطمئن تھے۔ کہ اُن کا حریف یہ فصل زمستاں بھی حسب معمول تابستانی معرکوں کی تکان اُتارنے میں گزاریگا۔ اسی لئے اُن کے سپہ سالار شہر براز نے جو فوج کے ایک بڑے حصّہ کے ساتھ سلیمان کی مستحکم فصیلوں کے اندر قلعبند تھا کردستان کی کڑکڑاتی سردی کو اپنا سب سے بڑا محافظ سمجھ کر بطور حفظ ما تقدم کوئی مدافعانہ

احتیاط نہ کی تھی۔ ہرقل کی ان تھک مستعدی کو دشمن پر کامیابی کے ساتھ شبخون مارنے کا اس سے بہتر اور کونسا موقع ہاتھ آسکتا تھا رات کی تاریکی میں وہ دبے پاؤں اس سرعت سے سلبان کی شہر پناہ کے نیچے پہنچ گیا۔ کہ خفتہ بخت ایرانیوں کو کانوں کان خبر ہوئی۔ اور جب آخر کار وہ آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھے۔ تو رومیوں کی تلواریں اُن کی شہ رگ پر تھیں۔ جانبازان ایران کی ایک تعداد کثیر اپنے امراو اعیان اور اُن کے اہل و عیال سمیت یا تو تہ تیغ ہوئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ شہر براز البتہ اس افراتفری میں بچ نکلا۔ اور اُس کے ہمراہ گنتی کے چند نفوس اس تباہی کی داستان مدائن والوں کو سُنانے کے لئے جان سلامت لے گئے +

فصل بہار کی آمد پر ہرقل نے اپنی تازہ دم فوج کے بڑھے ہوئے حوصلوں کے ساتھ غنیم کے علاقہ کے بیچوں بیچ اپنے ملک کا رُخ کیا۔ سات دن میں کردستان کے کہساروں کو طے کر کے وہ دجلہ کے پار اُترا اور چند دن دیار بکر کے نواح میں سستانے کے لئے ٹھہرا۔ ایرانیوں نے فرات کے تمام پُل توڑ ڈالے تھے اور دوسرے کناروں پر مقابلہ کے لئے کیل کانٹے سے لیس تھے۔ لیکن ہرقل کے اقبال کے آگے یہ رکاوٹیں پرکاہ سے زیادہ نہ تھیں۔ ایک مقام پر جہاں ندی پایاب تھی۔ اُس کی فوج غنیم کے دیکھتے دیکھتے رودفرات کے پار ہو گئی اور غنیم کو بعجلت پسپا ہو کر طرسوس سے چند فرسنگ کے فاصلہ پر دریائے ساروس کے

اُس بار اپنی تمام قوت سمیٹنے پر مجبور ہونا پڑا۔ تاکہ ہی ناکہ روک کر ہرقل کو سلیشیا میں داخل ہونے سے باز رکھ سکے۔ ایرانیوں کے لئے مزید پسپائی کی اب کوئی صورت نہ تھی۔ دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا۔ اور ہرقل کی شمشیر جوہر دار نے دکھا دیا۔ کہ فوج کی قیادت کا خاص سلیقہ رکھنے کے علاوہ تیغ زنی کے فن میں بھی اُسے ید طولےٰ حاصل ہے ایک دیو قامت عجمی پہلوان کو جس کا فولادی بازو یکہ و تنہا رومیوں کی صفیں اُلٹ رہا تھا اُس نے ایک ہی وار میں ککڑی کی طرح کاٹ کر کر دریا میں پھینک دیا۔ آخر ایرانیوں نے شکست فاش کھائی اور ہرقل تین سال کی فاتحانہ کشور نوردی کے بعد قونیہ کے میدانوں میں سے ہوتا ہوا اپنی رعایا کے غلغلہ انداز خیر مقدم کے درمیان بحیرہ اسود کے اُسی ساحل پر پہنچ گیا جہاں سے چلا تھا۔

ہرقل کی سہ سالہ غیبت میں قسطنطنیہ کو جن گوناگوں خطرات کا سامنا کرنا پڑا اُن کا مجمل تذکرہ اِس مقام پر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ہرقل کی طرح خسرو نے بھی فن حرب کے اس اصول کو اپنا نصب العین قرار دیا تھا۔ کہ سرحدی چپقلشوں کی بجائے حریف کے اعماق قلب پر حملہ کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ اسی خیال سے مصر و شام کی قلعدار افواج کو اُن مقبوضات کی حفاظت کا جزو لاینفک سمجھ کر اُس نے تین نئے لشکر طیار کر لئے تھے۔ پچاس ہزار سربازوں کا پہلا لشکر جو اپنے بیش بہا طلائی ساز و سامان کی بدولت زریں کمر کے نام سے مشہور تھا خاص

ہرقل کے مقابلہ کے لئے نامزد کر دیا گیا۔ ایسی ہی ایک اور فوج گراں کو ہدایت تھی کہ قیصر روم کو کسی قسم کی کمک نہ پہنچنے دے۔ اسی پیمانہ پر ایک اور لشکر جرار کو جس سے قسطنطنیہ کا محاصرہ متعلق تھا یہ فہمائش کی گئی تھی کہ ایران کے حلیف چاغاں کا ہاتھ بٹائے اور دولت مشرقیہ کے پایہ تخت کی تسخیر میں اوروں کی ہر طرح اعانت کرے۔

چاغان کے ساتھ خسرو پرویز کا معاہدہ ہو چکا تھا۔ کہ دولت مشرقیہ کے جو علاقے ابھی تک فتح نہ ہوئے تھے اُنہیں دونو تاجدار متفقہ جدوجہد سے زیر کر کے آپس میں بحصہ رسدی بانٹ لینگے۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے تیسرا ایرانی لشکر اپنے سپہ سالار سرباز کی قیادت میں باسفورس کے کنارے جا پہنچا اور ایشیائی ساحل پر تا بحد نگاہ چھا گیا۔ یورپین ساحل کا منظر بھی اہل قسطنطنیہ کے لئے کچھ کم دہشت انگیز نہ تھا۔ اور مقدمۃ الجیش نے جس کا شمار تیس ہزار تھا۔ پایہ تخت کے حوالی پر چھاپا مار کر شہر پناہ کے ایک حصہ میں شگاف ڈال دیا اور اہل شہر کی متحدہ طاقت بمشکل تمام اس درز کی حفاظت کر سکی۔ پھر چند دن میں خود چاغاں اسی ہزار فوج کے ساتھ آپہنچا اور قسطنطنیہ کی پریشان حال آبادی ایشیا و یورپ دونو طرف سے لاکھوں جاں ستاں دشمنوں کے درمیان محصور ہو گئی۔

اس پر آشوب ساعت میں نظامت قسطنطنیہ کی مجلس شوریٰ کے ارکین کی بے کسی کا آخری چارہ کار یہ حیلہ تھا۔ کہ چاغان کو زر خطیر کا لالچ دے کر کم از کم اپنے ایک دشمن ہی کو توڑ لیں چنانچہ امرا و اعیان شہر کا ایک وفد

گراں ارز سوغاتیں لے کر چاغان کے دربار میں حاضر ہُوا۔ لیکن اوتاجدار نے اراکین وفد کی تمام التجائیں فرط حقارت سے رد کر دیں۔ اس سے پہلے بھی اس تاجدار کی رعونت اُن کی تمکنت کو کئی بار ٹھکرا چکی تھی لیکن خود اُن کی آنکھوں نے بھی دولت مشرقیہ کی رسوائیوں اور ذلتوں کے لبریز پیمانہ کو کبھی یوں چھلکتے نہ دیکھا تھا۔ سفرائے قسطنطنیہ چاغان کے تخت کے سامنے دست بستہ کھڑے تھے اور ایران کے وکلائے مطلق بڑے طمطراق سے خسرو کے حلیف کے پہلو میں بیٹھے ہوئے اُس کی یہ تقریر سُن رہے تھے۔ جس کا ایک ایک لفظ ہرقل کے نمایندوں کے دل و جگر میں ناسور ڈال رہا تھا۔

"یہ اڑان گھائیاں کسی اور کو جا کر بتانا۔ میں تمہارے ان چکموں میں نہیں آسکتا۔ شہنشاہ ایران کے ساتھ میرا اتحاد کچھ کچا تاگا نہیں۔ کہ اس آسانی سے ٹوٹ جائے۔ اور یہ تاوان تم کیا پیش کرتے ہو۔ کیا مجھے بھی بچہ سمجھ لیا ہے۔ کہ سونے چاندی کی چند ٹکلیاں دیکھ کر خوش ہو جاؤں گا سُن لو اور دل کے کان کھول کر سُن لو کہ قسطنطنیہ اور اُس کی ساری دولت سے کم تمہاری جاں بخشی کا میں کوئی معاوضہ قبول نہیں کرسکتا تمہاری دیدہ دلیری کی سزا تو یہ ہونی چاہئے تھی کہ تمہارے سب کپڑے اتروا کر تمہیں اُلٹا ٹنگوا دیا جائے۔ لیکن میرا رحم تمہیں اجازت دیتا ہے کہ ایک ایک کرتہ اور ایک ایک پاجامہ پہنے رہو۔ اچھا اب جبر سامنے سے دور ہو جاؤ اور غنیمت سمجھو اگر میری سفارش پر میرا دوست سر بار تمہیں

رستے ہی میں گرفتار نہ کرے۔ تمہارا قیصر جو اس وقت تک یا تو گرفتار ہو چکا ہے یا میدان جنگ سے فرار ہو کر جنگلوں اور پہاڑوں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ تمہارے کام نہیں آسکتا۔ قسطنطنیہ کو آواروں اور ایرانیوں کی گرفت سے اب کوئی طاقت نہیں چھڑا سکتی۔ اور تم ہمارے پنجہ سے کسی طرح بچ کر نہیں نکل سکتے۔ ہاں اگر پر لگا کر آسمان کی طرف اڑ جاؤ یا مچھلیاں بن کر سمندر میں غوطہ لگا جاؤ تو دوسری بات ہے“۔

بازنطینی وفد کے رخصت ہوتے ہی جاغاں نے طبل جنگ بجوا دیا۔ اور قسطنطنیہ پر حملہ شروع ہو گیا۔ دولت روما کے تمدن کی سبق آموزی سے آواروں نے فنون جنگ میں بہت کچھ مہارت بہم پہنچائی تھی۔ ایک متحرک چوبی پشتہ کی آڑ میں آگے بڑھ کر شہر پناہ میں نقب لگانے اور محصورین پر منجنیق کے ذریعہ سے بڑے بڑے پتھر پھینکنے کا طریقہ انہیں بھی معلوم ہو گیا تھا۔ دس دن تک اُن کے حملہ کا سلسلہ شبانہ روز جاری رہا۔ بارہ چوبی بُرج جن کی چوٹیاں پایہ تخت کی فصیل سے جا ملتی تھیں اس انداز سے جا بجا نصب کئے گئے تھے۔ کہ آوار سپاہی ان پر کھڑے ہو کر رومیوں کا کلہ بکلہ مقابلہ کر سکیں۔ ان برج نشین دستوں کے پیہم حملوں اور منجنیقوں کے لگاتار پتھراؤ سے قسطنطنیہ کی عافیت صرف چند ساعت کی مہمان نظر آتی تھی۔ لیکن سرفروشانہ غیرت کا وہی جذبہ جس نے ہرقل کو شیر نیستاں بنا دیا تھا۔ اُس کے پایہ تخت کے رگ و پے میں بھی سرایت کر چکا تھا۔ اس کے علاوہ شہر پناہ کے غیر معمولی استحکام کے ساتھ

محصورین علم الحیل میں بھی محاصرہ کرنے والوں پر فوقیت رکھتے تھے۔ خاک وطن کے شرف اور مذہب کے ناموس کی حفاظت میں وہ سر بکف ہو کر اس بے جگری سے لڑے کہ حملہ آوروں کے دانت کھٹے ہو ہو گئے۔ ایرانی سپہ سالار ایشیائی ساحل سے اپنے حلیف کی ان ناکامیوں کو دیکھ دیکھ کر دانت پیستا تھا۔ مگر کمک نہ بھیج سکتا تھا۔ اس لئے کہ بیچ میں باسفورس کی موجیں حایل تھیں اور ان پر بازنطینی بیڑے کا قبضہ تھا۔ چاغاں کے باجگزار بلغاریہ نے چند کشتیاں حمل و نقل کے لئے بھیجی تھیں۔ مگر بازنطینی بیڑے نے ان سب کو بندرگاہ میں نمودار ہوتے ہی غرق کر دیا۔ آخر جب متواتر زکوں سے چاغاں کی فوج میں بددلی پھیل گئی اور رسد کے ذخیرے بھی نمٹ گئے۔ جن کے بغیر محاصرہ کو طول دینا محال تھا تو بادل ناخواستہ اُس نے مراجعت کے احکام جاری کئے اور اس طرح وہ گھنگھور گھٹا جو قسطنطنیہ کے لئے جو یورپ کے ظلمت کدہ سے پیغام فنا لائی تھی آن کی آن میں چھٹ گئی ؛

ہرقل اس عرصہ میں دریائے ساردس کے کنارے ایرانی فوج کو شکست دے کر سلیشیا اور ایشیائی کوچک کی شمالی ولایات کا چکر کاٹتا ہوا پھر رود ارس کی وادیوں میں جا پہنچا تھا۔ جہاں کسرے کی زریں کمر فوج کے مہاجمانہ اقدام کے مقابلہ میں اُس نے مدافعانہ جنگ کی طرح ڈال رکھی تھی۔ قسطنطنیہ کا محاصرہ اُٹھ جانے سے ایک گونہ اطمینان ہو گیا اور اب اُس نے ایرانیوں و اوار دول کے اتحاد کے جواب میں ترکوں کی شاخ خزار کے ساتھ حلیفانہ تعلقات قائم کرنے سے اپنی جارحانہ طاقت میں غیر معمولی اضافہ کر لیا۔ اُس کی دعوت پر خاقان بدش

قبائل جن کے خیمے دریائے والگا کے کناروں سے لیکر گرجستان تک پھیلے ہوئے تھے۔ قفقاز میں اُٹھ آئے۔ طفلس میں ایک بہت بڑا دربار منعقد کیا گیا۔ زیبل خاں اتراک نے اپنے امرا کے ساتھ دربار میں حاضر ہو کر اظہار عقیدت کیا۔ ہرقل کا مدبرانہ تلطف صرف ایک اشارہ چاہتا تھا۔ تخت سے اتر کر اُس نے زیبل کو گلے لگا لیا۔ اور اپنا تاج اُس کے سر پر رکھ کر کہا کہ تم مجھے فرزندوں سے بڑھ کر ہو۔ زیبل کے مصاحبوں کی مدارات میں بھی اُس نے تالیف قلب کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ ان میں سے ہر ایک کو اُس نے اپنے ہاتھ سے جڑاؤ آویزے اور طلائی کنگن تقسیم کئے۔ اور جب ایک پُر تکلف ضیافت کے بعد دستر خوان بڑھایا گیا۔ تو اُس نے زیبل کو خلوت میں بُلا کر اپنی بیٹی یوڈیشیا کی تصویر دکھائی جو حسن و جمال میں چندے آفتاب و چندے ماہتاب تھی۔ بھولا بھالا ترک تصویر کو دیکھ لٹو ہو گیا اور جب اُسے معلوم ہوا کہ قیصر رُوم اُسے اپنی فرزندی میں لینے کے لئے آمادہ ہے۔ تو اُس نے اپنی موعودہ عروس کا مہر چالیس ہزار سواروں کی شکل میں بمد پیشگی ادا کر دیا۔ اسی گفت و شنید کے اثنا میں اس باہمی قرارداد پر بھی صاد ہو گیا۔ کہ دریائے جیحون کی طرف سے کسرے کی مشرقی سرحد پر ترک ایک زبردست شاطرانہ حملہ کر کے ایرانیوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیں۔ ترکوں کی اس غیبی تائید نے ہرقل کی جنگی قوت کو کئی حصے بڑھا دیا اور اگرچہ زیبل کی ناگہانی موت سے مہ جمال یوڈیشیا کو ترکی دلہن بننے کا شرف حاصل نہ ہُوا۔ لیکن نہانخانہ تقدیر میں بازنطینی تخت و تاج پر ترکوں کے مصاہرانہ

حقوق ضرور قائم ہو گئے - جو اسلام کی مشاطگی اُن کی نسل کو ۵۱۰۴ء میں دلوا کر رہی ٭

ترکوں کی اس کمک نے دولت مشرقیہ کی جارحانہ قابلیت میں ایک زبردست اضافہ کرنے سے ایرانیوں کو رجعت قہقری پر مجبور کر دیا - اور رومی افواج کو کامیابی کے ساتھ پیش قدمی کرنے کا موقع مل گیا - دیار بکر کے میدان میں ہرقل نے جب اپنی فوج کا جائزہ لیا تو ستر ہزار آزمودہ کار جوانوں کو اپنے سامنے صف بستہ پایا جن کے بڑھے ہوئے حوصلوں کو اُس کی فاتحانہ امنگوں کے سایہ نے پالا تھا - چند مہینے کی مسلسل تگ و تاز سے لشکر جرار نے آرمینیا عراق اور شام کے اُن تمام مستحکم مقامات پر قبضہ کر لیا جو ایام سابق میں دولت مشرقیہ کے مشرقی خط دفاع کے اہم ترین نقاط سمجھے جاتے تھے - ساتھ ہی ہرقل اُن مخادعانہ حیلہ آرائیوں سے بھی غافل نہ رہا جو فریق مخالف کی جمعیت میں تفرقہ اندازی کا موجب ہو کر بارہا ایک فوج گراں کی مہاجمانہ تیغ آزمائیوں سے زیادہ کارگر ثابت ہوئی ہیں ٭

باسفورس کے ایشیائی ساحل پر ایرانی کمانڈر سربارا ابھی تک ڈیرے ڈالے پڑا تھا - اور ہرقل خوب جانتا تھا - کہ جب تک اُس کا پایہ تخت اُس خطرے کی زد میں ہے اُسکی مشرقی کامیابیاں اُس کیلئے حقیقی فراغ خاطر اور صحیح اطمینان قلب کا باعث نہیں ہو سکتیں - اس خطرے کو ٹالنے کے لئے اُس کی عیاری نے اُسے ایک انوکھی چال سجھائی - خسرو پرویز

کی طرف سے قسطنطنوی مہم کے نائب کمانڈر کے نام ایک جعلی فرمان طیار کیا گیا جس میں نائب کمانڈر کو حکم دیا گیا تھا کہ کمانڈر اعظم کا سر کاٹ کر دربار خسروی میں بھیج دیا جائے۔ جس دماغ سے یہ تجویز نکلی تھی اُسی کی ریشہ دوانیاں نامہ بر کے لئے زنجیر پا بن کر مکتوب الیہ کی بجائے اُسے سیدھا کمانڈر اعظم کے پاس لے گئیں۔ سر بار نے جب فرمان پڑھا اور اپنے قتل نامہ پر خسرو پرویز کی مہر ثبت پائی تو غصہ دوہشت اور تمرد وانتقام کے گوناگوں جذبات اُس کے دل و دماغ میں دوڑ گئے۔ جعلسازی کے حق میں ایرانی بھی رومیوں سے کسی طرح کم مشاق نہ تھے۔ اُس نے بچالاکی تمام اپنا نام مٹا کر نائب کمانڈر اور فوج کے چار سو بڑے بڑے افسروں کے نام درج کر دئے۔ اور پھر ان تمام افسروں کو بلا کر بھری مجلس میں۔ فرمان خسروی اُن کے سامنے ڈال دیا۔ جب اُن سے پوچھا کہ آیا آپ سب لوگ اپنا سر کٹانے کے لئے طیار ہیں تو سب نے یکزبان ہو کر اعلان کر دیا۔ کہ آج سے خسرو پرویز کو ایران کے تخت و تاج اور ہماری اطاعت پر کوئی حق باقی نہیں رہا۔ اس کے بعد حکومت قسطنطنیہ کے ساتھ ایک جداگانہ عہدنامہ صلح مرتب کر لیا گیا۔ اور اگرچہ قومی حمیت یا مصلحت وقت نے سر بار کو یہ اجازت تو نہ دی کہ خسرو سے ٹوٹ کر ہرقل سے جا ملے لیکن اُس کے غیر جانبدارانہ رویہ نے دولت شرقیہ کے تاجدار کو یقین دلا دیا کہ اپنے پایہ تخت کی سلامتی کی طرف سے مطمئن ہو کر وہ بلا غل وغش اپنے کشورکشایانہ منصوبوں کی تکمیل کر سکتا ہے۔

Marfat.com

سر بار کی علیحدگی نے پرویز کی طاقت کو اگرچہ بہت کچھ گھٹا دیا لیکن اُس شمع کی طرح جو بجھنے سے پہلے اپنے رات بھر کے فروغ کو ایک آخری جلوہ میں سمیٹتی ہوئی محفل کے کونے کونے میں نور کی موجیں بہادیتی ہے اس گئی گزری حالت میں بھی اُس کے خسروانہ جاہ و جلال کا نظارہ دید کے قابل تھا۔ ہرقل کی جہانگیرانہ تمناؤں کو ایک فیصلہ کن آویزش میں سپرد خاک و خون کرنے کے عزم سے اُس کے فرامین طول و عرض سلطنت میں دوڑ گئے۔ اور ایک قلیل مدت میں پانچ لاکھ سرفروشوں کا لشکر جرار جو پورے ساز و سامان سے آراستہ تھا عراق عجم کے میدانوں میں جمع ہو گیا۔ ساسانی قوت کی اس سہمگین نمائش کو مطلق خاطر میں نہ لاکر ہرقل نے اپنی قلیل التعداد فوج کے ساتھ ارس سے دجلہ کی طرف کوچ کیا اور نینوہ کے میدان میں حریف کو ایران کی قسمت کا دو ٹوک فیصلہ کرنے کیلئے صف بستہ پایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاصر نمرود کا مشہور پایہ تخت نینوہ جسے دنیائے قدیم کا لندن کہنا چاہئے دجلہ کے مشرقی کنارہ پر موصل کی موجودہ آبادی کے بالمقابل آج سے چار ہزار سال پہلے آباد تھا۔ حضرت یونس ؑ جس قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے وہ اسی شہر غدار کی بسنے والی تھی۔ اس کی شہر پناہ جس کا طول ساٹھ میل تھا۔ سو فٹ اونچی اور اس قدر چوڑی تھی کہ تین رتھ پہلو بہ پہلو اس پر ہانکے جاسکتے تھے۔ شہر پناہ کی حفاظت کے لئے پندرہ سو برج جن کا ارتفاع دو سو فٹ تھا برابر برابر فاصلے پر بنے ہوئے تھے۔ حضرت یونس ؑ جن کا صحیفہ

عہد عتیق کے صحائف میں شامل ہے نینوہ کی رونق کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک لاکھ بیس ہزار نفوس اس شہر میں ایسے آباد ہیں جن کا دہنا ہاتھ اُن کے بائیں ہاتھ سے ناآشنا ہے۔ اس مُعمّے کی شرح تورات و انجیل کے مفسرین نے یہ کی ہے۔ کہ کم از کم سات لاکھ مرد عورت اور بچے انسانی تمدن کے اس شاندار گہوارے میں سما سکتے تھے لیکن تھیبز اور بابل کی طرح بت پرستی کا یہ مرکز بھی مدت ہوئی تباہ ہو چکا تھا۔ مسیح علیہ السلام سے سوا چھ سو سال قبل صاعقہ قہر ذوالجلال نے اسے جلا کر راکھ کر ڈالا تھا۔ اور جو کھنڈر باقی رہ گئے تھے وہ بھی ہرقل اور خسرو کی کشمکش کے وقت پیوند زمین ہو چکے تھے۔ صرف ایک سپاٹ میدان رہ گیا تھا جو فریقین جنگ کی نقل و حرکت کے لئے البتہ موزون تھا۔

جنگ نینوہ کا شمار دُنیا کے اُن تاریخی معرکوں میں ہے جنہوں نے چند گھنٹوں کے اندر قوموں کی قسمتیں پلٹ دی ہیں اور سلطنتوں کی بساط اُلٹ دی ہے۔ نور کا تڑکا تھا۔ کہ رومی فوجوں نے آگے بڑھ کر اپنے سے کئی گنے دشمن پر دھاوا بول دیا۔ اور آفتاب خط نصف النہار کو عبور نہ کرنے پایا تھا کہ اذن خداوندی نے کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ کی ازلی صداقت کو پھر ایک مرتبہ عالم آشکار کر دیا۔ ہرقل کی شجاعت اس جان گسل معرکہ میں اپنا جواب آپ تھی۔ اور اُس کے اُس دن کے کارناموں کی ستائش میں بازنطینی وقائع نگاروں کی رنگینی قلم اس انداز سے کرشمہ سنج ہوئی ہے۔ کہ صفحۂ تاریخ پر سبد گل کا دھوکا ہوتا ہے۔ اُس کا شوق تیغ آزمائی اُس کی

Marfat.com

بے چین جرأت کو فرائض قیادت کے جلو سے بار بار پھسلا کر خطرات کے ہجوم میں لے جاتا تھا اور اُس کی ہر تاخت دشمن کی صفوں کو درہم و برہم کر دیتی تھی۔ اُس کا خوں فشاں نیزہ جب متعدد جلیل القدر ایرانی سرداروں کو خاک و خوں میں تڑپاتا ہُوا آخر خود سپہ سالار ایران کے جگر پر پہنچا۔ تو ایرانیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور دولت مشرقیہ کا مظفر و منصور جھنڈا اُس میدان میں لہراتا ہُوا نظر آیا۔ جو چند ساعت پہلے درفش کاویانی کے آگے سر بسجود تھا۔

ہرقل کی مآل اندیشی نے ہزیمت خوردہ غنیم کو پھر سنبھلنے اور رومی پیش قدمی کے سدراہ ہونے کے امکان سے بھی روک دیا۔ ایک شبانہ روز یلغار میں اس کے مقدمۃ الجیش نے پچاس میل کا دھاوا کر کے دریائے زاب کی شاخ کبیر اور شاخ صغیر کے پلوں پر قبضہ کر لیا اور اس ایک جنگی چال سے عراق کے تمام شہر اور محل بازنطینی فاتح کی زد آ گئے۔ جس نے میدان نینوہ کا بے حساب مال غنیمت سمیٹ کر سیدھا قصر دستاگرد کا رُخ کیا۔ خسرو اُس کے پہنچنے سے پہلے ہی فرار ہو چکا تھا اور جس قدر خزانہ لاد کر لے جا سکتا تھا۔ اُٹھوا لے گیا تھا۔ پھر جو دولت ہرقل کے ہاتھ لگی وہ اُس کی توقعات سے اس قدر زیادہ تھی۔ کہ ذرائع نقل و حمل کے ناکافی ہونے کی وجہ سے اُسے اس کا بہت سا حصہ جلا دینا پڑا تاکہ اُس کا رقیب ذرا اپنے گھر میں بھی آگ لگنے کا تماشا دیکھ سکے۔ قصر دستاگرد کی لوٹ سے فارغ ہو کر ہرقل عازم مداین ہُوا۔ لیکن جب ساسانی پایہ تخت صرف چند میل رہ گیا تو رود ارہائے جس کی طغیانی بیچ میں حائل تھی اُس کی

پیش قدمی روک دی - مدائن کے استحکامات ضرب المثل تھے - جاڑوں کا موسم بھی سر پر آچلا تھا - اس لئے اُسے یہی مناسب معلوم ہوا کہ معمول کے موافق موسم سرما آذربائیجان میں گزارے اور کسرے کے پایہ تخت کی تسخیر کو آیندہ فصل بہار پر اُٹھا رکھے - یہ سوچ کر اس نے طبل مراجعت بجوا دیا اور برفباری کے موسم سے پہلے پہلے تبریز پہنچ گیا *

خسرو پرویز کا انجام

فانتقمنا منھم فانظر کیف کان عاقبۃ المکذبین

جنگ احزاب میں جب وہ تمام منصوبے جو کفر اسلام کی بیخ کنی کے لئے باندھ کر آیا تھا خاک میں مل چکے اور حدیبیہ کی "فتح مبین" نے سازگار حالات پیدا کر دئے تو وقت آگیا - کہ تاجدار کونین سلاطین عالم کو پیام توحید پہنچا کر اس فرض عظیم سے سبکدوش ہوں جس کی بجا آوری کے لئے رحمت باری نے آپ کی ذات گرامی کو شرف اختصاص بخشا تھا - نجاشی حبش کو دعوت اسلام دینے کے بعد جو فرمان بارگاہ رسالت سے نافذ ہوا - وہ خسرو پرویز کے نام تھا *

اس وقت ہرقل اور خسرو کی طرف سے جنگ نینوہ کی طیاریاں ہو رہی تھیں - اور خسرو اپنے خدم و حشم کے ساتھ کردستان کی سرحد پر دریائے قراسو کے کنارے خیمہ زن تھا - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

سفیر حضرت عبداللہ بن حذافہ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر کوہ و صحرا قطع کرتے ہوئے خسرو کے دربار میں پہنچے اور نامہ مبارک پیش کیا جس کی عبارت حسب ذیل تھی:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس

سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ و اٰمن باللہ و رسولہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا۔ اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ رئیس فارس کے نام۔

اُس شخص پر سلام ہے۔ جو ہدایات کی پیروی کرے اور خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کی گواہی دے۔ کہ بجز اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ اور نیز اس بات کی گواہی دے کہ میں تمام دنیا کے انسانوں کی طرف خدا کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ ہر ذی حیات انسان کو اس کا خوف دلاؤں۔ پس اگر تو اسلام لے آئیگا۔ تو سلامت رہیگا۔ لیکن اگر تُو نے انکار کیا تو مجوسیوں کا وبال تیری گردن پر ہوگا"۔

دولت کے نشہ کی ترنگ میں آکر انسان بارہا اپنی ہستی بھول چکا ہے۔ اور خود فراموشی کے عالم میں اُسے اپنی بے مایگی پر اکثر خدائے بے ہمتا کی ہم پایگی کا دھوکا ہُوا ہے۔ چاند اور سُورج سے اپنا سلسلہ نسب ملاتے ملاتے

اُس نے خود خداوند عالم کی اولاد بن کر اپنے لئے وہ آسمانی حقوق تجویز کر لئے ہیں جن میں غیرت کبریائی کسی مخلوق کو تصرف کی اجازت نہیں دے سکتی۔ یُونان۔ روما۔ مصر۔ کالدیہ۔ ہندوستان سب کے سب کبر و پندار کی اس مردافگن شراب کے متوالے ہو چکے تھے۔ لیکن ایران کی سرمستیوں کا انداز ہی کچھ اور تھا۔ تاجداران سلسلہ ساسانیہ اپنے آپ کو خدا کے بزرگ و برتر کا شریک وسہیم سمجھتے تھے۔ اور اُن کی اس حیثیت کے اعتراف کے لئے ہر شخص کو اُن کے دربار میں حاضر ہوتے وقت اُنہیں سجدہ کرنا پڑتا تھا۔ حاجی آباد کے پہلوی کتبہ میں جس پر ماہرین آثار عتیقہ کے انکشافات نے روشنی ڈالی ہے شاپور ساسان کے القاب آج بھی ان الفاظ میں لکھے ہوئے نظر آتے ہیں :۔

پرستار مزد پیکر الوہیت شاپور شہنشاہ ایران وماورائے ایران از نسل آفریدگار۔ پسر پرستار مزد پیکر الوہیت ارتخشتر شہنشاہ ایران از نسلِ آفریدگار۔ نبیرۂ پیکر الوہیت شاہ بابک +

پرویز ان ہی روایات کی گود میں پلا تھا۔ اور اپنے آپ کو اس دُنیا کا دوسرا خدا سمجھتا تھا۔ رسُول اللہ کے نامہ مبارک پر نظر پڑی تو اس کے آزادانہ لہجہ اس کے بے باکانہ ایجاز اور اس کے صاف گویانہ انداز کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وہ جس کے آستانہ عظمت وجبروت پر لاکھوں انسان ناصیہ فرسائی کے خوگر تھے۔ حیران تھا کہ اس ربع مسکوں میں کوئی ایسا گستاخ اور سرکش شخص بھی ہو سکتا ہے جسے اُس کے نام سے

Marfat.com

پہلے اپنا نام لکھنے کی جرأت ہو۔ وہ جو طرابلس سے لے کر پنجاب تک شہنشاہ جہان و جہانیاں اور خداوند عالم و عالمیاں کہلاتا تھا۔ سمجھ نہ سکتا تھا۔ کہ کس طرح عرب کا ایک بادیہ نشین اُس سے صرف "رئیس فارس" کہہ کر خطاب کر سکتا ہے۔ یہ قیصر رُوم اور خاقان چین کی متحدہ طاقت ایشیا اور یورپ کی متفقہ سطوت اسے وہ دھمکی نہ دے سکتی تھی جو ان چند جلال آفرین الفاظ میں مضمر تھی۔ "اسلم تسلم ابیت فعلیک اثم المجوس"۔ غضبناک ہو کر پکارا کہ یہ محمدؐ کون ہے جو ہمارا غلام ہو کر ہم سے اس طرح خطاب کرتا ہے۔ یمن کے صوبہ دار کو لکھ دو کہ اُسے پکڑ کر ہمارے دربار میں بھیج دے۔ یہ کہ کر مکتوب نبی کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ وہ رسول خدا کے مکتوب کی نہیں بلکہ خود اپنی سلطنت کی دھجیاں اپنے ہاتھ سے فضائے آسمانی میں اُڑا رہا ہے۔

یمن کے ایرانی گورنر بازان نے جب مدینہ منورہ میں اپنے قاصد بھیج کر خسرو کے تہدیدی احکام سے حضور سرور کون و مکان کو اطلاع دی تو آپ نے صرف اس قدر فرمایا کہ اسلام عنقریب کسرے کے پایہ تخت میں پہنچ جائیگا۔ کس قدر سچے الفاظ تھے جو جلی حرفوں میں خود خسرو کے خون سے مداین کے در و دیوار پر لکھے گئے۔

نینوہ کی شکست فاش کے بعد دوست دشمن سبھی کا یہ خیال تھا۔ کہ نوشیروان کا پوتا اور کسی خیال سے نہ سہی آل ساسان کی شاندار روایات کا بھرم رکھنے کے لئے اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو سمیٹ کر مردانہ وار اپنے

حریف کا مقابلہ کریگا۔ اور اس آخری مقابلہ میں یا تو اپنا کھویا ہوا اقتدار پھر حاصل کریگا اور قصرِ دستاگرد کے کھنڈروں میں ڈھیر ہو کر آنے والی نسلوں کے لئے اپنی مردانگی کا فسانہ چھوڑتا جائیگا۔ لیکن پیغمبر آخرالزمان کے مکتوب کے پرزے اپنے ساتھ اس اُمید کو بھی آب قراسو کی نیلگوں موجوں میں بہالے گئے تھے۔ وہ تلوار جو فلسطین اور مصر کے پرچمے اُڑاتی ہوئی طرابلس کے سر پر جا چمکی تھی ٹوٹ چکی تھی۔ وہ علم جو شام اور ایشیائے کوچک پر لہراتا ہوا باسفورس کے ساحل پر جا نصب ہوا تھا جھک چکا تھا۔ وہ حوصلے جن کی بلندیاں فلک الافلاک کے آغوش میں تربیت پذیر ہوئی تھیں پست ہو کر خاک میں مل چکے تھے۔ خسرو پرویز اب خسران و خذلان اور یاس و قنوط کا محض ایک پیکر متحرک رہ گیا تھا جس کی عزیمت سلب اور استقامت مفقود ہو چکی تھی۔ ہرقل کی آمد سے نو دن پہلے اپنی چہیتی ملکہ شیریں اور دو کنیزوں کو ہمراہ لئے ہوئے اپنے محل کے چور دروازہ سے نکل کر وہ اس بے سرو سامانی سے مداین کی طرف بھاگا کہ چشم عبرت کھلی کی کھلی رہ گئی۔ آخر جب پایہ تخت میں داخل ہو کر اُس نے ہزاروں بندگان خدا کو اپنے سامنے سربسجدہ اور دجلہ کی موجوں کو اپنے اور رومی فوجوں کے درمیان حائل پایا تو ذرا اُس کی جان میں جان آئی +

پے در پے شکستوں اور توبرتو ہزیمتوں سے اگرچہ ایران کی جارحانہ قوت ٹوٹ گئی تھی۔ پھر بھی اس کا مدافعانہ زور بدستور قائم تھا۔ سلطنت کے مشرقی اور وسطی صوبوں کی طاقت ابھی تک دولت ساسانیہ کی دیوارِ اقتدار کی

Marfat.com

پشتیباں تھی۔ اور ہرقل اس حقیقت سے بے خبر نہ تھا۔ اسی لئے وہ چاہتا تھا کہ کسرےٰ سے معقول شرائط پر صلح ہو جائے۔ دربار مداین کے ساتھ مصالحانہ تعلقات قائم کرنے کی غرض سے اُس نے کئی بار نامہ پیام بھی کیا۔ لیکن خسرو کی واژگوں طالعی نے اس زریں موقع سے فائدہ نہ اُٹھایا تقدیر کا گھڑیال بج چکا تھا اور دُنیا کی کوئی طاقت بدبخت پرویز اور اُس کی سلطنت کو تباہی سے بچا نہ سکتی تھی +

ہرقل کی مراجعت کو غنیمت سمجھ کر خسرو نے ایک نئے لشکر کی طیاری کا حکم دیا۔ لیکن وہ زمانہ خواب وخیال ہو چکا تھا۔ جب خسرو کے فرمان قضا تواماں سمجھے جاتے تھے اور اُس کے ایک اشارے پر سارے ایران کی گردن جھک جایا کرتی تھی ملک پر سالہا سال سے جو تباہیاں نازل ہو رہی تھیں۔ اُن سب کی جوابدہ رعایا کی نظروں میں اب صرف خسرو کی ذات تھی اور یہ خیال عام طور پر پھیل گیا تھا کہ خسرو سلطنت کے بہترین اغراض ومفاد کو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قربان کرنے سے کبھی باز نہ آئیگا۔ یہی وجہ تھی کہ امتثال امر میں اس مرتبہ کسی جان نثار نہ عقیدت کیش وفادارانہ سرگرمی کا اظہار نہ ہوا۔ اور پایہ تخت کی آبادی کے ایک قلیل حصہ کے سوا کہ اُس کا جزو غالب بھی غلام تھے نئی فوج میں بھرتی ہونے کے لئے کسی نے آمادگی ظاہر نہ کی۔ اپنی بے اقبالی کا یہ کھلا ہوا ثبوت دیکھ کر اور رعایا کی روز افزوں بد دلی کے چرچے سُن کر خسرو کا دل ٹوٹ گیا اور اس ناامیدی کے عالم میں اُس نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے

Marfat.com

سب سے زیادہ محبوب بیٹے مرداز دیہ کے حق میں تخت و تاج سے دست کش ہو کر زندگی کے باقی ایام گوشۂ عافیت میں گزار دے۔ لیکن اس عافیت کا جنازہ نوزائیدہ اسلام کی غیرت کے کندھے پر اُسی دن نکل چکا تھا جب خسرو نے پیغمبر آخر الزماں کے مکتوب کے پُرزے اڑائے تھے۔

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
با دُردکشاں ھر کہ درافتاد برافتاد

خسرو کے بڑے بیٹے شیرویہ نے جو شیریں کے بطن سے تھا خلف اکبر ہونے کی بنا پر اس فیصلے کو غیر منصفانہ قرار دیتے ہوئے امرائے سلطنت کے ساتھ جوڑ توڑ شروع کر دیئے اور رعایا کے تمام طبقوں کو چپکے چپکے اپنا طرف دار بنا لیا۔ امرا کو اس اُمید نے اس کی طرف جھکا دیا۔ کہ ایک جواں سال تاجدار کی نئی نئی حکومت دولت اور عزت کی نئی نئی راہیں اُن کے لئے کھول دیگی۔ فوج کے افسر اور سپاہی اس وعدے سے خوش ہو گئے۔ کہ ان کی تنخواہیں بڑھا دی جائینگی۔ عیسائیوں کو کامل مذہبی آزادی کے عطیہ کی خوشخبری سُنائی گئی اور قوم کو یہ یقین دلادیا گیا۔ کہ رومیوں کے ساتھ فوراً باآبرو صلح کر لی جائیگی۔ اور محصولات گھٹا دئے جائینگے۔

اس وسیع سازش کا جال پھیلا کر جب شیرویہ نے اپنے باپ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ تو خسرو کے طرف دار بھی جو آٹے میں صرف بقدر نمک کے رہ گئے تھے زمانہ کا رنگ بدلا ہوا دیکھ کر اُس کے ساتھ

Marfat.com

مل گئے۔ بے یار و مددگار خسرو نے پایہ تخت سے بچ نکلنے کی کوشش کی لیکن گرفتار کر لیا گیا۔ شیرویہ کے حکم سے اٹھارہ بیٹے اُس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کئے گئے۔ پھر وہ خود ایک تیرہ و تار زنداں میں جھونک دیا گیا جہاں سفاک بیٹے کے ایما پر شکنجہ کے گوناگوں عذاب کے ساتھ مسلسل پانچ دن کی گرسنگی و تشنگی کی عقوبتوں نے اُس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

نوشیرواں نے اپنے قصر دولت کے جن چودہ کنگروں کو خواب میں گرتے دیکھا تھا۔ اُن میں سے ابھی دو ہی منہدم ہوئے تھے لیکن باقی بھی جلد ہی سرنگوں ہو جانے والے تھے۔ شیرویہ سے لیکر یزدجرد تک بارہ ساسانی تاجداروں نے صرف نو سال کا زمانہ پایا جس کے خاتمہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اقدس کے مطابق اسلام کسریٰ کے پایہ تخت میں جا پہنچا۔ اور حضرت سعد وقاص یہ آیات پڑھتے ہوئے ساسانیوں کی دولت سرا میں داخل ہوئے:۔

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝

ہرقل اور اسلام

ومن یضلله فلا هادی له

خسرو کے عبرت انگیز حشر اور شیرویہ کی تخت نشینی کی خبر ہرقل کو

Marfat.com

شہر بزیں ملی۔ ساتھ ہی نئے تاجدار کی طرف سے جلیل القدر عمائد سلطنت کا ایک وفد صلح و آشتی کا پیغام لے کر پہنچا۔ اُس جاں گسل آویزش کو جو سالہا سال سے ہمسایہ دولتوں کے جسم کا خون نچوڑ رہی تھی ہنگاہ تنفر واکراہ دیکھتے ہوئے شیرویہ نے اپنے "برادرارجمند" قیصر روم سے استدعا کی تھی کہ ایسی شرائط پر جو دولت ساسانیہ کی عزت و آبرو کی منافی نہ ہوں دونو سلطنتوں کا رشتۂ موالات و مواخات از سر نو قائم ہونا چاہئے۔ ہرقل خود بھی چاہتا تھا چنانچہ شرائط صلح بہ آسانی طے ہوگئیں۔ شیرویہ اپنے باپ کی فتوحات سے دست بردار ہوگیا۔ مصر اور شام کے تمام شہر جن پر ابھی تک ایرانی فوجیں قابض تھیں خالی کردئے گئے اور یہ افواج بعزت تمام اپنی سرحد پر پہنچادی گئیں دونو طرف کے اسیران جنگ علی سبیل مبادلہ رہا کردئے گئے۔ صلیب کی وہ چوب متبرک جسے خسرو کی غارتگری بیت المقدس سے لوٹ لائی تھی اور جس پر شہر بزیں کے مسیحی معتقدات نے کوئی آنچ نہ آنے دی تھی ساسانی توشہ خانہ سے اٹھواکر ہرقل کے پاس بھجوادی گئی۔ ان تمام مراتب کی تکمیل کے بعد ایران اور دولت مشرقیہ کی سرحدات بتراضی فریقین وہی قرار پائیں جو جنگ سے پہلے خسرو اور مارس کے زمانہ میں تھیں +

"بضع سنین" کی انتہائی دہ سالہ میعاد کے خاتمہ پر "وھم من بعد غلبھم سیغلبون" کا پورا مصداق ہو کر ہرقل فتح و نصرت کے شادیانے بجاتا ہوا تبریز سے عازم قسطنطنیہ ہوا۔ پایہ تخت میں اُس کے داخلہ کی تقریب کا مسرت افروز سماں تاریخ کو کبھی نہ بھولیگا۔ جوش عقیدت سے بےتاب رعایا زیتون کی شاخیں

اور بے شمار مومی شمعیں ہاتھوں میں لئے میلوں تک اس کے استقبال کے لئے کھڑی تھی۔ ایک سنہرے رُپہلے رتھ پر سوار ہو کر جس میں چار ہاتھی جتے ہوئے تھے وہ جب قسطنطنیہ میں داخل ہوا تو خیر مقدم کے جانفزا نعروں سے فضائے آسمانی گونج اُٹھی۔ کوئی دل ایسا نہ تھا جو جوش انبساط سے بلیوں نہ اُچھل رہا ہو۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جس میں خوشی کے آنسو ڈبڈبا نہ آئے ہوں۔

دوسرے سال (۶۲۹ء) ہرقل نے پاپیادہ ارض مقدس کی زیارت کا قصد کیا۔ تاکہ اپنی بے مثل فتوحات کی یاد میں یورشلیم پہنچ کر "خدا کے بیٹے" کے آستانہ پر سجدہ شکر بجا لائے اور صلیب کی بحالی سے مسیحیت کی چھنی ہوئی دولت بیت المقدس کو لوٹا دے۔ اُس کا یہ سفر بھی فرخی و فیروزی کا ایک مسلسل جلوس تھا۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں "وہ حمص سے بیت المقدس آیا تھا۔ اور اس شان سے آیا تھا کہ جہاں چلتا تھا۔ زمین پر فرش اور فرش پر پھول بچھائے جاتے تھے"۔

زمانہ قیام حمص میں ہرقل کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک وصول ہوا۔ جس میں دوسرے سلاطین کی طرح اُسے بھی دعوت اسلام دی گئی تھی اس ارشاد نبوی کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم۔ سلام من اتبع الھدےٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام۔ اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین

فان تولیت فعلیک اثم الاریسیین - ویا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا کے بندے اور رسول محمدؐ کی طرف سے ہرقل رئیس روم کے نام۔ اُس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے ٭

اس کے بعد میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تو نے اسلام قبول کر لیا۔ تو سلامت رہیگا۔ اور خدا تجھے اس کا دُہرا اجر دیگا۔ لیکن اگر تو نے روگردانی کی تو رعایا کا گناہ تیری گردن پر ہوگا۔ اے اہل کتاب ایک ایسی حقیقت کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور جو یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش نہ کریں اور کسی دوسرے کو اُس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی شخص اپنے جیسے کسی انسان کو اپنا خدا نہ بنا لے۔ اس سچائی کو اگر تم تسلیم نہیں کرتے تو گواہ رہو کہ ہم اس کے تسلیم کرنے والے ہیں" ٭

تین ہزار سال ہوئے جب ابراہیم علیہ السلام کے لئے ابتغاے مرضات اللہ کے صلہ میں "امام الناس" کا منصب تجویز ہوا تھا۔ اور ساتھ ہی اُن کے دونو بیٹوں اسمٰعیل و اسحاق کے حق میں اُنہیں یہ آسمانی بشارت دی گئی تھی۔ کہ ان کی نسلیں دنیا میں پھلیں پھولینگی۔ انہیں نبوت کے خلعت سے سرافراز کیا جائیگا۔ اور ان کے سروں پر تاج سلطنت رکھا

Marfat.com

جائیگا۔ اسمٰعیل کی بابت وعدہ ایزدی کا اعلان ان الفاظ میں ہوا تھا کہ ہم نے اسمٰعیل کے بارہ میں تیری دعا قبول فرمائی۔ ہم اُس پر اپنی برکتیں نازل فرماتے ہیں۔ ہم اُس کی نسل میں بے حساب افزائش کرینگے۔ اس کے صلب سے بارہ تاجدار پیدا ہونگے۔ اور اُسے ایک عظیم الشان قوم کا درجہ عطا کیا جائیگا۔ (تکوین باب ۱۷۔ آیت ۲۰)۔

تورات کے جمع کرنے والوں کو آل اسحاق کی شان میں قصیدہ خوانی کرنے سے اتنی فرصت نہ مل سکی کہ اسمٰعیل کی یاد کے ساتھ بھی اعتنا کریں۔ سارہ و ہاجرہ کی رقابت اور ہاجرہ و اسمٰعیل کی خانہ بدوشی کی داستان قلم بند کرنے کے بعد صرف اتنا بتا کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ کہ خدا کا سایہ اس لڑکے کے سر پر تھا۔ فاران کے بیابان میں اُس نے طفولیت کا زمانہ گزار کر سر منزل شباب میں قدم رکھا اور تیر اندازی کے فن میں مہارت بہم پہنچائی۔ پھر اُس کی ماں نے اُس کا گھر ایک مصری دلھن لا کر آباد کیا۔ (تکوین باب ۲۱۔ آیات ۲۰ و ۲۱)۔

اس حقیقت کبریٰ سے غافل ہو کر کہ دیر میں پھل لانے والے درخت دیر ہی میں نشو و نما پایا کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے اقبال کی شتاب زدگی اگرچہ خدائے بزرگ و برتر کی موعودہ رحمتوں پر بنی اسمٰعیل کے حقوق کو فراموش کر چکی تھی۔ لیکن خدا کو اپنا عہد یاد تھا۔ موسٰے علیہ السلام عمران جب طور سینا سے پلٹے تو ان کی کلیم اللہی نے اس عہد کی تجدید ان الفاظ میں کی تھی۔ میں ان کے بھائیوں میں سے ایک نبی پیدا کرونگا جو تیری مثیل

ہوگا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالونگا اور وہ اُنہیں میرے تمام احکام پہنچایئگا۔ (استثنا باب ۱۸۔ آیت ۱۷) +

بنی اسرائیل کی کورسوادی کو یہ حقیقت تو کس طرح سوجھ سکتی تھی۔ کہ وہ نبی جس کے لئے مثیل موسےٰ ہونے کے اعتبار سے دینی و دنیوی عظمتوں کا مظہر اتم ہونا لازمی تھا۔ بنی اسمٰعیل میں مبعوث ہوگا اور اُس کے ایک ہاتھ میں اگر لوح محفوظ کی ازلی و سرمدی صداقتوں کا منشور ہوگا تو دوسرے میں فاران کے تیر انداز کی بانکی کمان ہوگی۔ البتہ ایک جلیل القدر اور بدیع المنزلت نبی کی آمد کا عقیدہ اُن کے دلوں میں ضرور راسخ ہوگیا تھا۔ جس کے آتے ہی اُن کے سب دلدر دور ہو جانے والے تھے اپنی نمایاں خصوصیات کی بنا پر اس نبی کی بعثت مسیح علیہ السلام کے موعودہ ظہور اور الیاس علیہ السلام کی منتظرہ آمد سے یہاں تک الگ تھی۔ کہ بنی اسرائیل اُسے امتیازاً "وہ نبی" کہہ کر یاد کرتے تھے۔ چنانچہ جب یحییٰ علیہ السلام جناب مسیح ابن مریم کی پیش روی کے درجہ پر فائز ہوئے تو یہودیوں نے اُن سے پہلا سوال یہ کیا کہ کیا تو مسیح ہے اور جب اُنہوں نے کہا کہ میں تو مسیح کی جوتیاں سیدھی کرنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتا تو پھر یہ پوچھا۔ کہ کیا تو الیاس ہے؟ اور اس سوال کا جواب بھی نفی میں پاکر بدرجہ اخیر یہ استفسار کیا کہ اگر تو مسیح بھی نہیں ہے اور الیاس بھی نہیں ہے تو پھر کیا تو "وہ نبی" ہے؟ (یوحنا باب اوّل آیات ۲۰ و ۲۱) +

Marfat.com

یہودیوں کے پشتینی مفاسد کی اصلاح کے لئے آخر مسیح ابن مریم ظاہر ہوئے اور جب اپنا کام ناتمام چھوڑ کر اس دُنیا سے رخصت ہونے لگے اپنے حواریوں کو اسی جانے پہچانے نبی کے متعلق یادگار زمانہ بشارت سناتے گئے۔ جس کے بلیغ کنایات پر ہزار تصریحات نثار ہیں۔ "میں اپنے پروردگار سے دعا کرونگا۔ اور وہ ایک اور تسکین دہندہ تمہارے پاس بھیجیگا۔ جو دائمی طور پر تمہارے درمیان رہیگا۔ یہ تسکین دہندہ رُوح حق ہوگا جسے دنیا قبول نہیں کر سکتی۔ اسلئے کہ وہ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہے اور دُنیا اُسے نہیں جانتی لیکن تم اُسے جانتے ہو۔ کیونکہ وہ تم میں موجود رہیگا۔ یہ تسکین دہندہ یہ روح القدس جسے پروردگار میرے نام پر دنیا بھیجیگا تمہیں تمام حقائق کی تعلیم دیگا۔ اور وہ تمام باتیں تمہیں یاد دلائیگا۔ جو میں نے تمہیں بتائی ہیں۔ (یوحنا باب ۱۴۔ آیات ۱۶ و ۱۷ و ۲۶)۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ تمہارے لئے میرا دنیا سے چلا جانا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ گیا۔ تو تسکین دہندہ تمہارے پاس نہ آئیگا۔ لیکن اگر میں چلا گیا تو اُسے تمہارے پاس بھیجدونگا۔ اور جب وہ آئیگا تو دُنیا کو بدی کے لئے سرزنش نیکی کی تلقین اور عدل کی ہدایت کریگا۔ سرزنش اسلئے کہ یہ لوگ مجھ پر ایمان نہیں رکھتے۔ تلقین اس اعتبار سے کہ میں اپنے پروردگار کے پاس جا رہا ہوں اور تم مجھے نہ دیکھو گے۔ عدل ان معنوں میں کہ سرور عالم کے سر پر مسئولیت کا بوجھ رکھا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ لیکن اس وقت تم ان کی تاب

نہیں لا سکتے۔ جب وہ رُوح حق آئیگا تو تمہارا رہنما بن کر حقیقت کا ایک ایک کر تمہیں بتائیگا۔ اِس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہیگا۔ بلکہ جو کچھ وہ سُنیگا اُسی کا وہ اعادہ کر دیگا اور تمہیں آنے والے واقعات کی اطلاع دیگا۔ وہ میرا نام دنیا میں روشن کریگا۔ اسلئے کہ اُسے وہ دولت دی جائیگی جو میرے حصہ میں آئی ہے۔ اور اس دولت کے فیضان سے وہ تمہیں مستفید کریگا (یوحنا باب ۱۶۔ آیات ۷ لغایت ۱۴) ۔ اب میں تم سے مزید گفت وگو نہ کرونگا۔ کیونکہ سرورِ عالم آنیوالا ہے اور اُسے میری ضرورت باقی نہیں رہی (یوحنا ۱۴۔ آیت ۳۰)

پروفیسر اسکاٹ جن کی تصنیف "عرب وغرب" اندلسی مسلمانوں کے محیر العقول تمدن کی ایک دل آویز تاریخ ہے لفظ "فارقلیط" کی بحث میں لکھتے ہیں: "جن لوگوں کو آسمانی صحائف کے نکات میں درخور تھا۔ اور جن کے نزدیک "اپاکریفا" (اناجیل محرفہ) کی قدر وقیمت کتاب مقدس کے متعارف اجزا سے کسی طرح کم نہ تھی۔ ایک مصلح اعظم کے ظہور کے منتظر تھے۔ انجیل کی مکرر بشارتیں دُنیا کو اس حجت حق کی آمد کا نشان دے چکی تھیں جس کی تعریف فارقلیط یعنی تسکین دہندہ کہکر کی گئی تھی۔ اور جس کی بعثت کا منشا یہ تھا۔ کہ مسیح نے جن صداقتوں کی تلقین کی اُنہیں اپنی اصلی پاکیزہ شکل میں پھیلائے مسیحیوں کو جن کے کثیر التعداد فرقوں میں ناسٹک سیرنتھیں۔ مونٹینسٹ اور مانویوں کا نام خصوصیت سے لیا جاسکتا ہے۔ اس حقیقت کا بخوبی احساس تھا۔ کہ موعودہ نبی کا ظہور عظیم الشان دنیوی فوائد سے وابستہ ہوگا۔ اس لئے ہر فرقہ کا پیشوا دعوے کرتا تھا کہ

میں ہی وہ فارقلیط ہوں جس کی خبر کتاب مقدس میں دی گئی ہے اور باقی تمام دعوے کرنے والے کذاب ہیں۔ نہایت ثقہ شہادت پر بیان کیا گیا ہے کہ انجیل برناباس میں آنیوالے نبی کے متعلق (Παράκλητος) (فارقلیط بمعنی تسکین دہندہ) کی بجائے ابتداءً (Περικλυτός) کا لفظ درج تھا۔ جس کے معنی "جلیل الشان" ہیں۔ چونکہ نبوت کے بہت سے مدعی پیدا ہو چلے تھے جنہوں نے یہ لقب اختیار کر کے مسیحی دُنیا کو انواع و اقسام کی پریشانیوں اور خطروں میں مبتلا کر دیا تھا۔ اسلئے انجیل میں سے "جلیل الشان" کا لفظ اُڑا اُس کی "تسکین دہندہ" کا لفظ داخل کر دیا گیا۔ عربی کا لفظ محمد ﷺ اور یونانی لفظ جس کا ترجمہ "جلیل الشان" ہے ہم معنی واقع ہوئے ہیں اسی لئے جب محمد مصطفٰے ﷺ مبعوث ہوئے تو مسلمانوں کی ارادت نے دونوں الفاظ کے معنوی تطابق سے فائدہ اٹھا کر تسلیم کر لیا کہ انجیل کی یہ کھلی ہوئی بشارت اُنہیں پر چسپاں ہوتی ہے نہایت ہی قدیم کتابیں اس روایت پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔ کہ عرب میں جہاں انجیل کی اشاعت بکثرت ہوئی تھی۔ صدیوں سے احمد یا محمد ﷺ نام کے ایک پیغمبر کا انتظار تھا۔ اور اسلئے یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ ایک غیر معروف زبان کے ایک لفظ نے جو مکہ سے ایک ہزار میل کے فاصلہ پر لکھا گیا تھا بنی نوع انسان کے ایک بہت بڑے حصے کی سیاسی اور مذہبی قسمت کا فیصلہ کرنے میں معتدبہ حصّہ لیا ہو÷

تورات و انجیل کی یہ تمام بشارتیں ہرقل کے پیش نظر تھیں۔ اور اہلِ کتاب کے تمام باخبر حلقوں کی طرح آخر الزمان پیغمبر موعودہ کا ظہور اُس کے

Marfat.com

معتقدات میں داخل تھا۔ حال ہی اُس پر بعض پر اسرار مابعد الطبیعی کیفیتیں بھی طاری ہوئی تھیں جنہوں نے کم از کم اُس کے دل سے یہ گواہی دلوا دی تھی کہ دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب کی طیاریاں ہو رہی ہیں۔ ایک رات اُس نے خواب میں دیکھا تھا۔ کہ ایک ختنہ کرنے والا بادشاہ نمودار ہوا ہے۔ جس کی قوت تمام مخالف قوتوں پر غالب آگئی ہے[1]۔ اُسکی فراست اس عجیب و غریب خواب کی تعبیر میں غلطاں و پیچاں ہی تھی کہ غسانی دربار کا بھیجا ہوا ایک عرب اُس کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس نے اُسے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور آپ کے کارناموں کی خبر دی اور باتوں باتوں میں اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اس نئے پیغمبر کی امت میں ختنہ کی رسم جاری ہے۔ اس پر معًا تورات کی وہ آیات اُسے یاد آگئیں جن میں خدائے قدوس نے اپنے برگزیدہ بندے ابراہیم سے ذیل کا سرمدی عہد باندھا تھا*

"میں نے تیری نسل کو یہ ملک عطا کیا ہے جو مصر کے دریا سے لیکر فرات کے بڑے دریا تک پھیلا ہوا ہے۔ تکوین باب ۱۵ - آیت ۱۸)* اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا سارا ملک جس میں تو اجنبی ہے ہمیشہ کے لئے عطا کرونگا اور میں اُن کا خدا ہونگا۔ پس تجھ کو چاہئے کہ تو اور تیرے بعد تیری اولاد نسلاً بعد نسلٍ میرے عہد پر قائم رہے اور میرا تیرا اور تیری نسلوں کا باہمی عہد یہ ہے۔ کہ تمہاری اولاد ذکور کا ختنہ کیا جایا کریگا۔ تکوین باب ۱۷ - آیات ۸ و ۹ و ۱۰)* مصر اور کنعان اور شام

[1] صحیح بخاری

کی فرمانروائی جو اس عہد مقدس کی رو سے آل ابراہیم کی اسرائیلی شاخ کو عطا ہوئی بنی اسرائیل سے تو اُن کی بداعمالیوں کی پاداش میں چھینی جا چکی تھی۔ اور خرقیل نبی کے الہام نے بیت المقدس کا تختہ یہ کہکر اُلٹ دیا تھا۔ کہ

"اے شریر اور ناپاک اسرائیلی حکومت تیرا آخری وقت آپہنچا اور بدی کے خاتمہ کی ساعت بھی سر پر آگئی۔ خدائے قدوس کا فرمان ہے۔ کہ یہ کلاہ خسروی چھین لو۔ یہ تاج شاہی اتار پھینکو۔ اب وہ اگلی سی حالت نہیں رہ سکتی۔ جو پست ہیں وہ بلند کئے جائینگے۔ اور جو بلند ہیں وہ پست کئے جائینگے۔ میں بیت المقدس کی اسرائیلی حکومت کا تختہ اُلٹ دونگا۔ یہاں تک کہ وہ آئیگا جو اس کا حقدار ہے اور میں یہ تاج اُس کے سر پر رکھونگا" (صحیفہ خرقیل باب ۲۲۔ آیات ۲۵ و ۲۶ و ۲۷) +

مسیحی دولت بنی اسرائیل کے جائز وارث نہ تھے۔ اسلئے کہ گو خود مسیح علیہ السلام باتباع عہد ابراہیمی مختون ہوئے۔ لیکن اُن کی امت نے یہ عہد توڑ دیا۔ اس کے علاوہ وہ نہ تو ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھی اور نہ میثاق خداوندی کے مطابق اس نسل کی زرخرید غلام تھی ایسی حالت میں مصر کنعان اور شام کے مقدس ترکہ کی حقدار آل ابراہیم کی اسمٰعیلی شاخ ہی ہو سکتی تھی +

اِن تمام حقائق عالیہ پر غور کرنے کے بعد ہرقل اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ ہو نہ ہو عرب کا نیا پیغمبر ہی وہ ختنہ کرنے والا بادشاہ ہے جس کے غلبہ

کی طرف اُس کے خواب نے اشارہ کیا تھا۔

عین اس حالت میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک شرف صدور لایا اور اگلی پچھلی تمام شہادتوں کی تصدیق کی ایک کھلی ہوئی نشانی موجود ہوگئی۔ قدرتی طور پر ہرقل کے دل میں خواہش پیدا ہوئی۔ کہ مکتوب کے راقم کے متعلق تفصیلی حالات بہم پہنچائے حمص میں اس تفحص و تجسس کا کوئی سامان موجود نہ تھا۔ اس لئے اُس نے حکم دیا کہ جس طرح ہو سکے کچھ ایسے لوگ اُس کے سامنے پیش کئے جائیں۔ جو محمد مصطفےٰ کے ہموطن ہوں اور اُن کے تمام حالات پر چشم دید شہادت کی روشنی ڈال سکیں۔

ابوسفیانؓ ان ایام میں اتفاقاً ایک قافلہ تجارت کے ساتھ فلسطین آئے ہوئے تھے۔ اور ایلیا میں مقیم تھے۔ ہرقل کے قاصد ان کو اور انکے ساتھیوں کو اپنے ہمراہ لے آئے۔ ایک بہت بڑا دربار منعقد کیا گیا کلیسیائے عیسوی کے جلیل القدر بطریق اور سلطنت کے بلند پایہ عمائد قرینہ سے اپنی اپنی نشستوں پر متمکن تھے۔ اس موقع پر ابوسفیانؓ اور ہرقل میں جو مکالمہ ہوا اُس کی دلچسپ تفصیل حضرت ابن عباسؓ کی زبانی بسند متصل ہم تک پہنچی ہے جو من وعن درج ذیل ہے:-

"ابوسفیانؓ کا بیان ہے۔ کہ جب وہ اپنے رفیقوں کے ہمراہ قیصر روم کے دربار میں لائے گئے۔ تو قیصر نے دریافت کیا۔ کہ تمہاری قوم میں جس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار

تم میں کون ہے۔ ابوسفیانؓ آگے بڑھ کر کہا کہ میں ہوں۔ ہرقل نے اُنہیں اپنے قریب بلا لیا۔ اور باقی رؤسا قریش کو اس غرض سے اُن کی پشت پر کھڑا کر دیا۔ کہ اگر اس کے سوالات کے جواب میں ابوسفیان کسی غلط بیانی کے مرتکب ہوں۔ تو یہ لوگ اُنہیں فوراً ٹوک دیں۔ ابوسفیانؓ جو اس وقت حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ بخدا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ہم چشم مجھ پر دروغ گوئی کا الزام لگائینگے۔ تو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یقیناً بہت سی بے اصل باتیں بیان کر دیتا۔ اس کے بعد قیصر کے ساتھ اُن کی گفتگو شروع ہوئی:۔

ہرقل۔ یہ محمدؐ بلحاظ نسب تم میں کیا درجہ رکھتے ہیں؟

ابوسفیان۔ عالی نسب ہیں +

ہرقل۔ تمہاری قوم کے کسی شخص نے ان سے پہلے بھی نبوت کا دعوے کیا ہے؟

ابوسفیان۔ کسی نے یہ دعوے نہیں کیا +

ہرقل۔ کیا ان کے آباؤ اجداد میں کوئی شخص بادشاہ ہو گزرا ہے؟

ابوسفیان۔ کوئی نہیں +

ہرقل۔ کبھی اُنہوں نے جھوٹ بھی بولا ہے؟

ابوسفیان۔ کبھی نہیں +

ہرقل۔ دولتمند اور با اثر لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا بے بس اور کمزور اشخاص نے؟

ابوسفیان۔ صرف کمزور لوگوں نے +

ہرقل۔ ان کے پیروؤں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟

Marfat.com

ابوسفیان - روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے ۔

ہرقل - ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص منحرف بھی ہو جاتا ہے ؟

ابوسفیان - کوئی نہیں پھرتا ۔

ہرقل - اُنہوں نے کبھی وعدہ خلافی بھی کی ہے ؟

ابوسفیان - آج تک تو نہیں کی - البتہ حال میں ہمارے اُن کے درمیان ایک نیا عہد و پیمان ہُوا ہے - دیکھئے اس پر قائم رہتے ہیں یا نہیں ۔

ہرقل - تُم نے کبھی اُن سے جنگ بھی کی ہے ؟

ابوسفیان - کئی دفعہ ۔

ہرقل - پھر نتیجہ کیا رہا ؟

ابوسفیان - ہماری اور اُن کی جنگ ترازو کے دو پلّوں کی طرح تھی - کبھی اُن کا پلہ جھک گیا کبھی ہمارا ۔

ہرقل - وہ تمہیں تلقین کس بات کی کرتے ہیں ؟

ابوسفیان - کہتے ہیں - کہ صرف اللہ کی عبادت کرو - اور اُس کا کسی کو شریک نہ ٹھیراو - اپنے باپ دادا کی مشرکانہ رسمیں چھوڑ دو - نماز پڑھو سچ بولو - پرہیزگار بنو اور صلہ رحم کرو ۔

یہ سوال جواب ہو چکے - تو قیصر نے محاکمہ کے طور پر ابوسفیان سے کہا کہ تم اُن کی عالی نسبی کے قائل ہو - انبیا ہمیشہ شریف النسب ہُوا کرتے ہیں - تم مانتے ہو - کہ تمہاری قوم میں اُن سے پہلے کسی نے پیغمبری کا

Marfat.com

دعوے نہیں کیا۔ اگر یہ دعوے پہلے بھی کسی نے کیا ہوتا تو گمان ہو سکتا تھا۔ کہ وہ صرف اپنے اسلاف کی تقلید کر رہے ہیں۔ تم قبول کرتے ہو کہ اُن کے آباؤ اجداد میں کوئی شخص صاحب تخت و تاج نہیں گزرا۔ اگر شاہانہ روایات اُنہیں اپنے خاندان سے ترکہ میں ملی ہوتیں۔ تو کہا جا سکتا تھا۔ کہ ادعائے نبوت سے اُن کی غرض شاید یہ ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کا کھویا ہوا ملک حاصل کریں۔ تمہیں اقرار ہے۔ کہ دروغگوئی اُن کا شیوہ نہیں۔ پس جو شخص انسانوں سے جھوٹ نہیں بولتا وہ نبوت کا دعوے کر کے خدائے پاک پر کس طرح بہتان باندھ سکتا ہے۔ تم نے تسلیم کیا ہے کہ اُن کی پیروی کرنے والے کمزور لوگ ہیں اور اُن کے دین کی طاقت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ انبیا کی نشانی بھی یہی ہے کہ ابتدا ابتدا میں غریب اُن کی پیروی کریں اور اُن کا دین ترقی کرتا ہوا تا بحد کمال پہنچ جائے۔ تم یہ بھی کہتے ہو کہ ایک دفعہ جو شخص اُن کے دین میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اُس سے نہیں پھرتا۔ سچے دین کا یہی حال ہے کہ اس کی گرفت سے دیندار نہیں نکل سکتا۔ تمہیں اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ اُنہوں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ یہ اُن کی صداقت کی ایک اور دلیل ہے۔ کیونکہ پاس عہد انبیا کا شیوہ خاص ہے۔ آخر میں تم نے بیان کیا کہ وہ تمہیں وحدہٗ لاشریک کی پرستش کی تلقین اور نماز و تقوی و صلہ رحم کی ہدایت کرتے ہیں۔ اگر یہ تمام باتیں سچ ہیں تو وہ دن دور نہیں کہ میری قدم گاہ پر اُن کا قبضہ ہو جائے۔ یہ تو میں جانتا تھا۔ کہ اُن کا ظہور

Marfat.com

ہونے والا ہے۔ لیکن یہ نہ جانتا تھا۔ کہ وہ تم میں سے ہونگے۔ اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو یقیناً اُن کے پاؤں دھوتا[1]"

اپنی تقریر ختم کر کے ہرقل نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک منگایا۔ اور اُس کے مضمون سے آگاہ ہو کر اہل دربار سے کہا کہ سلطنت کے بچاؤ کی اب صرف یہی صورت ہے۔ کہ پیغمبر آخر الزمان کی اطاعت اختیار کر لی جائے ورنہ نہ دین سلامت رہیگا نہ دنیا ہی ہاتھ آئیگی۔ پرستاران صلیب ایسی نامانوس باتیں اپنے تاجدار کے منہ سے سُننے کے لئے طیار نہ تھے۔ دربار میں ایک شور مچ گیا۔ اور پادریوں نے جنہیں اسلام کے ساتھ اُس وقت بھی ایسا ہی بغض تھا۔ جیسا آج کل ہے غیظ آلود لہجہ میں ہرقل پر وہ لے دے شروع کی۔ کہ اس غریب کی عافیت تنگ ہو گئی۔ دنیا میں ایسے نفوس قدسی شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں جنہیں دنیا کو آخرت پر قربان کرنے کی توفیق بخشی گئی ہو۔ اسلام کی سرمدی دولت پر ہرقل کا ضمیر فریفتہ ہوا تھا۔ لیکن یہ شیفتگی اس حد کو نہ پہنچی تھی۔ کہ تخت و تاج کی آرزو سے بھی اُسے بے نیاز کر دے۔ امرا کی برہمی سے مرعوب اور بطارقہ کے غیظ و غضب سے خائف ہو کر اُس نے بات اس طرح بدل دی کہ مجھے تو صرف تمہارے عقاید کی پختگی کا امتحان لینا مقصود تھا۔

کم نصیبی اس کو کہتے ہیں کہ اسلام اور پیشوائے اسلام کے متعلق ہرقل کو گفتگو کرنے کا اتفاق بھی ہوا۔ تو کفار قریش سے جن کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی۔ کہ موقع ملے۔ تو اسلام کی منقصت کر کے اُس کے

[1] صحیح بخاری

Marfat.com

دل میں اس نئے دین کی طرف سے وسوسے ڈال دیں۔ اس کے دربار میں کوئی جعفر طیار موجود نہ تھا۔ جو آیات قرآنی کی بر محل تلاوت سے دلوں کو پگھلا دیتا اور آنکھوں کو آنسوؤں سے تر کر دیتا وحیہ کلبی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نامہ بر تھے بصری تک ہی پہنچ کر رہ گئے اور نامہ مبارک وہاں کے مسیحی امیر کے ایک قاصد کے ذریعہ سے ہرقل کے پاس پہنچا۔ اگر وحیہ کلبی کو خود آکر اُس سے دو بدو گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا۔ تو سورۂ روم کی ابتدائی آیات سُنا کر وہ اُس کو اور اُس کے ساتھ اُس کے امراد اساقفہ کو بتا سکتے۔ کہ جب ساری سلطنت روم شہسواران ایران کے قدموں سے روندی جا رہی تھی۔ جب صفحۂ ہستی سے اس کے فنا ہو جانے کا دوست دشمن سب کو یقین ہو چلا تھا۔ تو محمد مصطفٰے ہی تھے۔ جنہیں فرشتہ آسمانی نے آکر بتایا کہ روم اگرچہ مغلوب ہو گیا ہے لیکن دس سال کے اندر پھر غالب آجائیگا۔ ہرقل اور اُس کے حاشیہ نشینوں کو اگر دربار نبوی کا سفیر اس حقیقت سے آگاہ کر دیتا۔ کہ ایسی عظیم الشان پیشگوئی خدا کا وہ اولوالعزم رسُول ہی کر سکتا ہے جس کی شہادتوں سے کتب وحی کے اوراق معمور ہیں تو دولت مشرقیہ کی تاریخ شاید کسی اور ہی انداز میں لکھی گئی ہوتی۔

لیکن قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے۔ فراست ایمانی کی وہ چنگاری جسے ہرقل کے ضمیر نے سلگایا تھا۔ ہوس دنیا کی راکھ میں دب کر بجھ گئی اور کاتب تقدیر نے مداین کی طرح قسطنطنیہ کا نام بھی اُن شہرۂ آفاق مقامات کی فہرست میں لکھ لیا جہاں اسلام کے قدم پہنچنے والے تھے۔

تمام شد

Marfat.com